سلسلۂ مطبوعاتِ کتابخانۂ ریاست رامپور — نمبر ۱

نجم الدوله دبیر الملك میرزا اسد الله خان بهادر نظام جنگِ دهلوی متخلص به
غالب کے اون عرایض و خطوط کا مجموعه جو نواب فردوس مکان،
نواب خلد آشیان (طَابَ ثَرَاهُمَا) یا دیگر وابستگانِ
دربار کی خدمت مین لکھے گئے تھے

باضافۂ
مقدمه و حواشی از

امتیاز علی عرشی
ناظمِ کتابخانۂ ریاست رامپور

حسب الحکم فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم

مطبعۂ قیّمه - بمبئی
(مالکان: شرف الدین الکتبی واولاده)

۱۹۳۷

فہرستِ مضامین

(فہرست تصاویر پشت پر)

فہرستِ تصاویر

مقابل صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمدہ و نستعینہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سنہ ۱۹۳۵ع مین جنابِ معلی القاب عالیمرتبت سید بشیر حسین صاحب بہادر زیدی، چیف منسٹر ریاست رامپور، نے حقیر عرشی کو حکم دیا، کہ بندگانِ اعلیٰ حضرت ہز ہائنس کپتان عالیجاہ، فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیہ، مخلص الدولہ ناصر الملک امیرالامرا، نواب سید محمد رضا علیخان بہادر مستعد جنگ فرمانروایِ رامپور دام اقبالہم و ملکہم کے ایمایِ ہمایون کے مطابق، میرزا اسد اللہ خان بہادر غالب دہلوی کے مکاتیب، جو موصوف نے نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان (طاب ثراہما) یا دیگر وابستگانِ دربار کے نام لکھے تھے، اور عرصہ سے محکمۂ عالیۂ دارالانشا مین محفوظ تھے، ضروری حواشی اور ایک سیر حاصل مقدمہ کیساتھ مرتب کرون.

میری علمی بے بضاعتی اس بارِ گران کی کسی طرح متحمل نہ تھی، اور دامنِ ہمت اس شرفِ بے پایان کے احاطہ سے کوتاہ نظر آتا تھا. مگر بمقتضایِ

من درین رتبہ از کجا؟ لیکن ✿ مور پروردۂ سلیمان است

بتعمیلِ حکم ترتیبِ مکاتیب کا کام شروع کیا، اور مسلسل دو سال کی شب و روز کی محنت کے بعد اس مجموعہ کی ترتیب کے فریضہ سے سبکدوش ہوا. مجھے اسکا اعتراف ہے کہ میرزا غالب کے سہلِ ممتنع مکتوبات پر حواشی

کا اضافہ ریشمی لباس مین ٹاٹ کا پیوند لگانا، اور اونکی انشا پر اظہارِ رای آفتاب کو دنیا سے روشناس بنانا ھے. تاھم اسکی قبولیت کا خواستگار، اور یہ سوچکر کہ قبولیت کے لئے نازِ خوبی سے زیادہ نیازِ خلوص کی ضرورت ھے، جو میرا واحد سرمایۂ حیات ھے، اپنی مراد کے حصول کا امیدوار ھون.

دیباچہ کی ضرورت

میرزا غالب مرحوم کے سوانحِ حیات اور کلامِ نظم و نثر کا انداز و مرتبہ سمجھنے کیلئے خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کی «یادگارِ غالب» مولانا غلام رسول مہر کی «غالب» اور مسٹر محمد اکرام، ایم، اے، کی تازہ ترین کتاب «غالب نامہ» عصرِ حاضر کی وہ مایۂ ناز تصنیفات ھین، جنکے بعد اس مضمون پر کسی مطوّل یا مختصر تالیف کی ضرورت عرصہ تك محسوس نہین کیجائیگی. اسلئے کہ ان حضرات نے اندرونی و بیرونی شہادتون پر اپنے بیانات کی بنیاد استوار کی ھے، جسکے باعث انکا مطالعہ کرنیوالا میرزا صاحب کی مادی و فکری دنیا مین باریاب ھونیکا شرف حاصل کرلیتا ھے، اور یہی ایك شاعر و مفکرّ کے خیالات سمجھنے کا بلند ترین درجہ ھے. لیکن باایںھمہ میرے لئے ناگزیر ھے کہ میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی اور انشایِ اردو کی خصوصیات پر خامہ فرسائی کرون.

اولاً اسلئے کہ ضروری مواد دستیاب نہونیکے باعث مذکورۂ بالا تصنیفات میرزا صاحب کے تعلقاتِ رامپور پر، جو اونکی آخری زندگی کا اھم باب ھے، کماحقہ روشنی ڈالنے سے قاصر نظر آتی ھین.

ثانیاً اسلئے کہ ان تالیفات کا دائرہ میرزا صاحب کی ساری کائناتِ ادب کو محیط ھے، جسکے سبب سے ان مین خاص انشایِ اردو سے سیر حاصل بحث نہین کیگئی ھے. حالانکہ یہ صنفِ ادب اونکی خصوصیتِ خاصہ تسلیم کیگئی ھے، جس مین ھندوستان کا کوئی ادیب، بغیرِ استثنا، آجتك شرکت

کی جرات نہین کرسکا ھے.

ثالثاً اسلئے کہ خود میرزا غالب نے ۱۴ جنوری سنہ ۱۸۵۸ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین عرض کیا تھا، کہ میری یہ آرزو ھے کہ ولیِ نعمت کو اپنی ساری روداد سنا دون، تا کہ کسیطرح کا پردہ درمیان نرھے. میرزا صاحب کے الفاظ یہ ھین:

«ھر آئینہ در دل چنان گزشت، کہ درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان و حجابی درمیان نماند.» (۱)

دیباچہ کی مباحث

لیکن میرزا صاحب کے سوانح لکھتے وقت اس امر کا لحاظ رکھا گیا ھے، کہ صرف وھی واقعات بیان کیے جائین جو خود میرزا صاحب نے ان مکاتیب مین دربارِ رامپور یا وابستگانِ دربار کو تحریر کیے تھے اور عام حالات سے، جو اردوی معلی یا عودِ ھندی وغیرہ مین مذکور ھین، قطعاً بحث نکیجائے. البتہ تعلقاتِ رامپور کی بنا میرزا صاحب کی تمام اردو فارسی تحریرون پر رکھی گئی ھے. کیونکہ اس موضوع سے کسی بزرگ نے تفصیلی بحث نہین کی تھی.

میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی کے بعد اونکی انشایِ اردو کے انداز، اور اوسکے اجزا کی خصوصیات سے علیحدہ علیحدہ تفصیلی بحث کیگئی ھے، اور کوشش کی ھے کہ حتی الامکان زیرِ نظر مکاتیب سے مثالین مہیا کیجائین. لیکن اردویِ معلی اور عودِ ھندی کو بھی ھر جگہ پیشِ نگاہ رکھا ھے، اور نئی امثلہ کیساتھ ساتھ قدیم نظائر بھی درج کی ھین. اس ضمن مین بعض ایسی چیزین بھی زیرِ بحث آئی ھین، جنکا تعلق انشا سے زیادہ میرزا صاحب کے عادات وخصائل یا عام حالات سے تھا. لیکن، جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ھے، دیباچۂ ھذا مین عنوانِ سرگزشت کے ماتحت صرف وھی حالات

(۱) مکاتیب ص ۱۱.

لکھے گئے ہین، جنکا ذکر اس مجموعہ کے مکاتیب مین ہوا ہے، دیگر تمام عام حالات نظر انداز کردئیے گئے ہین۔ ایسی صورت مین یہی مناسب نظر آیا کہ ان مباحث کو انشا کے ساتھ بیان کیا جائے۔ چونکہ ان کا انشا سے بھی کافی تعلق ہے، اسلئے امید ہے کہ مطالعہ کیوقت بے محل معلوم نہ ہونگے۔

ماخذ دیباچہ و حواشی

حواشی اور دیباچہ کی ترتیب مین جن کتابون سے امداد حاصل کیگئی ہے، اونکے اسما اور سنینِ طباعت حسبِ ذیل ہین:

(۱) - اردویِ معلی، طبعِ اول، اکمل المطابع دھلی سنہ ۱۲۸۵ھ (۱۸٦۹ع)۔
(۲) - ایضاً، طبعِ لاھور سنہ ۱۹۲٦ع۔
(۳) - عودِ ھندی، طبعِ اول، مطبعِ مجتبائی میرٹھ ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ھ۔
(٤) - کلیاتِ نظمِ فارسی، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ۱۲۷۹ھ (۱۸٦۳ع)۔
(۵) - کلیاتِ نثرِ فارسی، طبعِ دوم، مطبعِ نولکشور سنہ ۱۸۷۱ع۔
(٦) - قاطعِ برھان، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ۱۲۷۸ھ (۱۸٦۲ع)۔
(۷) - ابرِ گہر بار، طبعِ اول، اکمل المطابع دھلی سنہ ۱۲۸۰ھ۔
(۸) - دیوانِ غالب مع شرحِ نظامی، مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ۱۹۲۲ع۔
(۹) - یادگارِ غالب، مطبوعۂ نامی پریس کانپور سنہ ۱۸۹۷ع۔
(۱۰) - غالب، مصنفۂ مولانا مہر، طبعِ لاھور سنہ ۱۹۳٦ع۔
(۱۱) - خزانۂ عامرہ، مصنفۂ آزادِ بلگرامی، مطبوعۂ نولکشور پریس کانپور سنہ ۱۸۷۱ع۔
(۱۲) - انتخابِ یادگار، مصنفۂ امیرِ مینائی، مطبوعۂ رامپور سنہ ۱۲۹۰ھ۔
(۱۳) - اخبار الصنادید، مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو سنہ ۱۹۱۸ع۔
(۱٤) - تذکرۂ کاملانِ رامپور، مطبوعۂ ھمدرد پریس دھلی سنہ ۱۹۲۹ع۔
(۱۵) - انشایِ نور چشم، مطبوعۂ نظامی پریس کانپور سنہ ۱۲۹۱ھ۔

(۱٦) - ڈکشنری آف انڈین بیاگرفی، مصنفۂ بکلینڈ بزبانِ انگریزی مطبوعۂ سنه ۱۹۰٦ع (اس کتاب سے صرف انگریز حکام کے حالات ماخوذ هین) .

(۱۷) - اوریئنٹل بیاگرفیکل ڈکشنری، مصنفۂ بیل بزبانِ انگریزی، مطبوعۂ سنه ۱۸۹٤ع .

ان مطبوعه کتابون کے علاوه حسبِ ذیل قلمی کتابین بهی زیرِ مطالعه رهی هین :

(۱) - تاریخِ محمدی، مصنفۂ محمدِ حارثیِ بدخشی، نسخۂ مولف .

(۲) - تاریخِ لطیف، مصنفۂ مولوی مهدیعلیخان رامپوری، نسخۂ مولف .

(۳) - تشریح السنین، مصنفۂ محمد بشیر الدین کاکوروی، نسخۂ مولف .

تصاویر

کتاب مین نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان اور میرزا غالب کی تصویرین اور موخرالذکر کے ایك خط کا فوٹو شامل هے .

نواب فردوس مکان کی تصویر اونکے کلیاتِ اردو کے آغاز کی قلمی تصویر کا عکس هے . یه تصویر نوابصاحب کے درباری مصور محمد جان کی بنائی هوئی هے، اور اصلِ کتاب مین رنگ آمیز هے . تصویر کے چارون طرف کشمیری طلاکاری مرزا محمد حسن کشمیری کے قلم کی رهینِ منت هے . مرزا محمد حسن دربارِ رامپور کے متوسلین مین تهے، اور یهان کی قدردانی کی بدولت اپنے وطن کو خیرباد کهکر رامپور مین قیام پزیر هوگئے تهے . انکے اَخلاف ابتك کتب خانه کے اسٹاف مین موجود هین .

نواب خلد آشیان کی قلمی تضویر، جسکا عکس شایع کیا جارها هے، کسی نامعلوم پینٹر کی بنائی هوئی هے . لیکن یه بهی ندرتِ فن کا اعلی نمونه هے، اور اصلاً رنگ آمیز هے .

میرزا غالب کی تصویر اوس قلمی تصویر کا عکس هے، جو اونکی زندگی مین کلیاتِ نظمِ فارسی کے پهلے ایڈیشن مطبوعۂ نولکشور پریس لکهنو (۱۸٦۳ ع) مین شایع هوئی تهی . یه ایڈیشن اب نایاب هے . اسلئے مناسب خیال کیا

گیا که بجائے عام تصاویر کے، جنکی تاریخی حیثیت مشتبه هے، اوس تصویر کا عکس پیش کیا جائے، جو خود میرزا صاحب شایع کراچکے هین.

میرزا صاحب کا رسم تحریر پیش کرنیکے لئے وه خط منتخب کیا گیا هے، جو اون کے تعلقاتِ رامپور کے آغاز کی تاریخی سند هے. اس سے بیك وقت معلوم هوسکے گا که میرزا صاحب کا رسمِ خط کیسا تھا، اور رامپور سے اونکے تعلقات کس سنه مین شروع هوے.

شکریه

میرا فرض هے که جناب سید شوکت علیصاحب ڈپٹی سیکریٹری دار الانشا اور حکیم انوارالحسن صاحب محافظ دفترِ دارالانشا کا شکریه ادا کرون. ان حضرات نے اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصه صرف کرکے، امثله کی تلاش مین مجھے امداد بهم پهنچائی هے. اسیطرح میسرز شرف الدین اینڈ سنس مالکانِ مطبع قیمه، بمبئی، کا شکریه بھی میرے ذمه واجب هے. ان اصحاب نے طباعت کے سلسله مین هر قسم کے فنی مشورے دیئے، اور تغیر و تبدل الفاظ و فقرات کی انتهائی فراخ حوصلگی سے تعمیل کی. آخر مین مین سرکار کی درازیِ عمر و ترقیِ جاه و جلال کی دعا پر تمهید ختم کرتا هون.

از دستِ گدایِ بینوا ناید هیچ ٭ جز آنکه بصدقِ دل دعائی بکند

احقر

امتیاز علی عرشی

ناظمِ کتبخانه

کتبخانه، قلعهٔ معلی، ریاست رامپور.

۱۵ مارچ سنه ۱۹۳۷ ع.

سرگزشتِ غالب

آتشِ غدر سرد ہو جانیکے بعد میرزا غالب نے نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایك عریضہ لکھا تھا، جسکا یہان سے جواب نہین گیا. میرزا صاحب نے خیال کیا کہ غالباً میری رودادِ غـــدر سے واقف نہونے کے باعث سرکار کو شبہ ہے کہ مین بھی باغیون کا شریكِ کار رہا ہون، اور اس بنا پر از راہِ احتیاط مراسلت سے احتراز فرمایا ہے. اس شبہہ کے ازالہ کیلئے ۱۴ جنوری سنہ ۱۸۵۸ ع کو انھون نے دوسرا عریضہ ارسال کیا، اور اوس مین اپنے انگریزی روابط، حقیقتِ تعلقِ قلعہ، اور ایامِ غدر مین اپنی گوشہ گیری کے تذکرہ سے پہلے سرکار کو لکھا:

« در زمان چیرہ دستی کور نمکان سپاہ روسیاہ سر رشتۂ پام از ہم گسست. ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست. درین روزگار، کہ فرمان داوران دادگر روائی وسلسلۂ آمد شد نامہ رسائی یافت، نامہ در پام روان داشتہ شد، ونا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شد، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشد. ہر آئینہ در دل چنان گزشت کہ درین باربد انسان سخن سرای توان گشت کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان وحجابی درمیان نماند. »(۱)

میرزا صاحب کی اس توجیہ کے پیش نظر مین نے بھی یہی مناسب خیال کیا کہ کم از کم وہ حالات، جو خود میرزا صاحب اس عریضہ یا دیگر عرایض و مکاتیبِ رامپور کے ذریعـــہ نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان، یا وابستگانِ دربار کے علم مین لانا ضروری سمجھتـــے تھـــے، آغازِ مکاتیب مین شامل کردون، تا کہ اس مجموعہ کے مطالعـــہ کرنیوالے کی نگاہ سے بھی وہ حجاب دور ہوجائے، جو مکتوب الیہم کے درمیان سے اوٹھایا گیا تھا.

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱

نام تخلص اور القاب شاهی

میرزا صاحب کا نام « اسد الله خان » تخلص « غالب » اور شاهی لقب « نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ » تها. عریضهٔ نمبر ۱۳ کے آخر مین نام، نمبر ۷ اور ۱۱ کے خاتمه مین نام اور تخلص، اور نمبر ۱ کے زیرین گوشه کی مهر مین نام مع القابِ شاهی مذکور هے. (۱)

عرف

عرایض مین میرزا صاحب کا عرف کهین مذکور نهین. لیکن سرکاری جوابات کے مسودون کے آغاز مین همیشه « بنامِ میرزا نوشه صاحب » درج هوتا هے. نیز قصیدهٔ « همانا اگر گوهرِ جان فرستم » کے لفافه کی پشت پر بهی میر منشی صاحب نے یهی نام لکها هے. اس سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کا عرف « مرزا نوشه » تها. (۲)

تاریخ پیدایش

عریضه نمبر ۷ مین میرزا صاحب لکهتے هین:

« از سر آغاز سال یکهزار و هشت صد و شش که درانگاه شمار سنین عمر من از ده نگزشته بود . . . . » (۳)

اس سے واضح هوتا هے که سنه ۱۸۰٦ع مین میرزا صاحب کی عمر کا دسوان سال تها. گویا وه سنه ۱۷۹۷ع مین پیدا هوے تهے. اردوی معلی اور عودِ هندی مین ۸ رجب سنه ۱۲۱۲ھ تاریخِ پیدایش بتائی گئی هے، (٤) جو سنه ۱۷۹۷ع کے مطابق هے. اسلئے اس انگریزی سنه کو صحیح سالِ پیدایش شمار کرنا چاهیے.

نسبی خاندان — چچا

میرزا صاحب نصر الله بیگخان بهادر کے بهتیجے تهے. نصر الله بیگخان چار سو سوارون کے رساله کے افسر تهے، اور جنرل لارڈ لیك بهادر کی

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۰ و ۱٤ و ۱۸ و ٤ (۲) ایضاً، ص ٦ حاشیه نمبر ۱ (۳) ایضاً، ص ۱۱
(٤) اردوی معلی، ص ۳۹۹ و عود هندی، ص ٦۹

معیت مین حکومتِ انگریزی کی گرانقدر فوجی خدمات انجام دیچکے تھے، جسکے صله مین پرگنۂ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیات جاگیر مین عطا ہوا تھا. سنه ۱۸۰٦ ع مین نصرالله بیگ خان بہادر کا یکایك انتقال ہوگیا. گورنمنٹ نے جاگیر واپس لیکر اونکے ورثا کی پنشن مقرر کردی، جو ابتداءِ ریاستِ فیروزپور جھرکه کے خزانه سے اور بعد ازان غدر تك خزانۂ کلکٹریِ دھلی سے تقسیم ہوتی رھی. یه تمام تفصیل میرزا صاحب نے عریضۂ نمبر ۷ مین تحریر کی ھے. فرماتے ھین:

« حالی رای جهان آرای باد که دیرینه نمکخوار سرکار انگریزم. و از سر آغاز سال یکهزار وهشت صد و شش که درانگاه شمار سنین عمر من از ده نگزشته بود، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود نصر الله بیگخان بهادر، که باجمعیت رسالهٔ چهار صد سوار بمعیت جرنیل لاڈد لیك بهادر در فتح هندوستان کوششهای نمایان کرده، و پرگنهٔ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر یافته، وهم دران عهد بمرگ ناگاه از جهان رفته بود، بفرمان جرنیل لاڈد لیك بهادر ومنظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بهادر در وجه معاش من منجملهٔ زر استمراری سرکاری، که بذمهٔ احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود، قرار یافت. » (۱)

حقیقی بھائی

ایك عریضه مین میرزا صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی میرزا یوسف خان کا بھی تذکرہ کیا ھے. فرماتے ھین:

« بہر حال دو امر ھنوز مبہم ھین. ایك اس انگریزی تحریر کا حال، اور دوسری میری بھائی کی پنسن کی حقیقت. » (۲)

میرزا یوسف خان نے ۲۹ صفر سنه ۱۲۷٤ ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنه ۱۸۵۷ ع کو بحالتِ دیوانگی دلی مین انتقال کیا. (۳)

سببی خاندان — بی بی

میرزا صاحب کی بی بی امراؤ بیگم نواب الٰہی بخش خان معروف کی بیٹی تھین. یه ۷ رجب سنه ۱۲۲۵ ھ (۱۸۱۰ ع) کو میرزا صاحب کے عقد مین آئین، اور اونکی وفات کے چند ماہ بعد تك زندہ رھین. نواب فردوس

(۱) مکاتیب، ص ۲۱ (۲) ایضاً، ص ۲۷ (۳) کلیات نثر فارسی، ص ۳۹۹

مکان کی مزاج پرسی کرتے ہوے میرزا صاحب نے انکے متعلق لکھا ھے :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سی مسموع ہوا ھی ، عالم الغیب گواہ ھی که مجھپر اور میری بی بی پر ... کیا گزر رھی ھی . » (۱)

میرزا صاحب کے انتقال کے بعد امراؤ بیگم نے اپنی مالی مصیبت کا سارا کچا چٹھا لکھکر کمشنرِ دھلی سے درخواست کی تھی که میرزا صاحب کی پنشن حسین علیخان پسرِ متبنی کے اور میرے نام منتقل کردیجائے. لیکن ڈپٹی کمشنر کی ھمدردانه رپورٹ کے باوجود کمشنرِ دھلی نے جواب دیا که متبنی بیٹے کے نام پنشن کسیطرح جاری نہین ھوسکتی. البته بیوه کچهری مین حاضر ھو تو اوسکے نام دس روپیه ماھوار وظیفه مقرر کردیا جائیگا. اس باغیرت بی بی نے کچهری کی حاضری کو گوارا نه کیا، اور دس روپیه ماھوار کے وظیفه سے انکار کردیا.

حسین علیخان نے ۱۲ جون سـنه ۱۸۶۹ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین ایك عریضه ارسال کیا تھا. اوس مین میرزا صاحب کے قرض کی ادائگی کی درخواست ، اور اپنے حاضر نہوسکنے کے عذر کے بعد ، بیگم صاحبۂ غالب کی درخواستِ پنشن کے بارے مین لکھتے ھین :

« پنشن سرکار انگریزی کی یه صورت ھوئی ، که ھنگام ثبوت و تحقیق مفلسی و بیمقدوری و قرضداری ڈپٹی کمشنر صاحب نے رپورٹ اچھی کی. اوسپر صاحب کمشنر بهادر نی حکم دیا که پسر متبنی کی پنشن نہین ھوسکتی. ھان زوجه کیواسطی مبلغ دس روپیه تجویز ھونگی. جناب دادی صاحبه نی دس روپیه نامنظور کیے. یه امید بھی جاتی رھی. » (۲)

اس عرضی کے آخر مین بیگم صاحبه نے لکھا ھے :

« از جانب امراؤ بیگم. بعد کورنش بتوحد مضمون عرضی ھذا به گزارش ھو. کمترینه اول بعمر ھفتادساله حرکت و نقل مکان سی معذور. اور سوائی اوسکی صدمۂ انتقال شوھر اور ھجوم قرض خواھان سی اور معیشت آینده سی مجبور. با این ھمه بسبب عدت کی خانه سی باھر نہین نکلسکتی. بدین وجوه مانع حضوری ھی. اور سوای در دولت کی کوئی ملجا و ماوا نظر نہین آتا. حضور کو دستگیری مجھ بیکسه عاجزه کی واجب ھی. اور یه اراده ھی که بعد انقضای مدّت عدت خدمت مین حاضرھون، اور وھین انفاس بقیه کو گزارون. اب نان شبینه کو محتاج ھون.

---

(۱) مکاتیب ، ص ۴۰ (۲) مثل نمبر ۱۷۹ ، صیغۂ احباب ، عہد نواب خلد آشیان ، محافظخانۂ دارالانشا

چارہ اسکا بجز بندگان عالی کی ممکن نہین ۔ رحم فرمائیے اور خبرگیری کیجی، کہ بدعاگوئی دولت ابد مدت مشغول رہون ۔ »

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸٦ھ (اگست سنہ ۱۸٦۹ع) کو بیگم صاحبہ نے نواب خلد آشیان کو پھر لکھا :

«جنابعالی ! جس روز سی مرزا اسد اللہ خان غالب نی وفات پائی ہی ، تو یہ عاجزہ بیوہ اسقدر مصائب مین گرفتار ہی ، کہ تحریر سی باہر ہی ۔ اول تو یہ مصیبت ہی کہ مرزا صاحب مرحوم آٹھ سو روپیہ کی قرضدار مری ۔ دوسری مصیبت یہ کہ پنشن انگریزی مسدود ہوئی ۔ تیسری یہ کہ تنخواہ سو روپیہ ماہوار ، جو آپ از راہ قدر دانی کی مرزا مرحوم کو ارسال فرماتی تھی ، وہ بھی یك لخت موقوف ہوئی ۔ ابتك قرض لیکر اوقات بسری کی ۔ اب قرض بھی نہین ملتا ۔ نوبت فاقہ کشی کی پہنچی ۔ اس حالت حیرانی اور پریشانی مین پھر یہی خیال آیا ، کہ اللہ تعالی نی ہمارا وسیلہ پرورش اور اوقات گزاری کا اس دنیا مین آپکی ذات بابرکات کو بنایا ہی ، اور سوائی آپکی ذات بابرکات کی دوسرا کوئی نظر نہ آیا ۔ لاچار برخوردار حسین علیخان کو آپکی قدمون پر ڈالا ۔ آپنی بسبب شرفا پروری اور اقتضای مروت اور فتوت کی اوسقدر اوپر حال برخوردار کی عنایت فرمائی ہی ، کہ بیان سی باہر ہی ۔ اب دعاگو کی یہ تمنا ہی کہ ایسی پرورش مجھ ضعیفہ کی ہوجائی ، کہ مرزا مرحوم حق عباد سی بری ہوجائین ، کہ یہ سخت عذاب ہی ۔ اگر حضور صورت ادای قرض فرمادین تو کمال ثواب عظیم ہوگا ۔ اور اگر دفعہ صورت ادای قرض مناسب رای بیضا ضیا کی نہو ، تو یہ تنخواہ ششماہ کی بحساب فی ماہ صد روپیہ بالفعل مجھ بیوہ کو عنایت ہوجائی ۔ باقی ٦ ماہ اور بحساب مذکورۂ بالا مرحمت فرمائیے ، تاکہ مین بیوہ قرض مرزا صاحب کا ادا کردون ۔ اور ظاہرا یقین ہی کہ زندگی میری بھی اسی میعاد مین پوری ہوجائیگی ۔ ..... اور پنشن میری دس روپیہ انگریز کرتا ہی ، بشرط اینکہ کچہری مین حاضر ہون ۔ اور جانا میرا کچہری مین ہرگز نہوگا ۔ گو فاقون سی مر جاؤن ۔ کیا مین اپنی باپ اور چچا اور شوہر کا نام روشن کرون ۔ اور جو عزت اور ریاست میری چچا کی اور حرمت میری والد کی اور شوہر کی آگی خاص و عام کی تھی حضور پر سب روشن ہی ۔ » (۱)

اس عریضہ پر بھی سرکار نے کوئی حکم نہ دیا ۔ تو ۲٤ جمادی الاول سنہ ۱۲۸٦ھ کو بیگم صاحبہ نے مکرر درخواستِ پرورش پیش کی ۔ اسکا مضمون تقریباً سابق درخواست کے مطابق ھے ، اسلئے اعادہ مناسب معلوم نہین ہوتا ۔ البتہ اس عرضی کے لفافہ پر میر منشی صاحب کا نوٹ ھے :

---

(۱) مثل نمبر ۲۵٤ ، صیغۂ احباب ، عہد نواب خلد آشیان ، محافظخانۂ دارالانشا ۔

« پیش نموده شد . حکم نفاذ یافت که درین خصوص به نواب مرزا خان فهمایش و هدایت بعمل آمده . ۹ ستمبر سنه ۱۸۶۹ع . »

اس تاریخ کے بعد صرف ایك اور درخواست کا پته چلتا ھے، جو شعبان مین بهیجی گئی تهی. لیکن مثل مین اوسکا لفافه شامل ھے. اصل عرضی موجود نهین. اسکے بعد امراؤ بیگم کا تذکره نهین ملتا. اس سے یه خیال هوتا ھے که اونکی یه پیشینگوئی که « مین اسی ششماهی مین فوت هوجاؤنگی » درست نکلی. اور وه سنه ۱۲۸۶ ه هی مین فوت هوگئین.

بی بی کے چچا اور بهائی

نواب احمد بخش خان بهادر والیِ فیروزپور جهرکه و جاگیردارِ لوهارو میرزا صاحب کی بی بی کے حقیقی چچا اور میرزا صاحب کے چچیا سسر تهے. انهون نے اپنی زندگی مین اپنے بڑے لڑکے نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور کا رئیس بنا دیا تها، اور خود گوشه گیر هوگئے تهے. نواب شمس الدین احمد خان بهادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کے قتل کے الزام مین پهانسی دیدیگئی. میرزا صاحب نے اپنی سرگزشت مین ان دونون کا ذکر کیا ھے، اور اوسی مین نواب شمس الدین احمد خان کے قتل کی طرف بهی اشاره کر گئے هین. فرماتے هین:

« بفرمان جرنیل لاڑد لیك بهادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بهادردر وجه معاش من منجملهٔ زراستمراری سرکاری، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود، قرار یافت. چون جانشین احمد بخش خان کیفرکردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کلکتری دهلی صورت پزیرفت. » (۱)

نواب احمد بخش خان نے سنه ۱۸۲۷ ع مین اور نواب شمس الدین احمد خان نے سنه ۱۸۳۵ ع مین اس دارِ فانی سے کوچ کیا.

بی بی کے پوتے — باقر علی خان

امراؤ بیگم کے سات اولادین هوئین، لیکن ان مین سے کسی نے پندره ماه

(۱) مکاتیب، ص ۱۲

سے زیادہ عمر نہین پائی. ان میان بی بی نے زین العابدین خان عارف کو، جو امراؤ بیگم کے حقیقی بھانجے تھے، منہ بولا بیٹا بنالیا. یہ دو خورد سال بچے چھوڑکر جوانی مین انتقال کرگئے. ان دونون مین بڑے باقر علیخان تھے، جو والد کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تك اپنی دادی بنیادی بیگم کے ہان رہے اور اونکے بعد میرزا صاحب کے پاس چلے آئے. میرزا صاحب نے انکی پرورش کی، پڑھایا لکھایا، اور جب جوان ہوگئے تو ڈھائی ہزار روپیہ لگاکر نواب ضیاءالدین خان بہادر کی صاحبزادی سے شادی کردی. نواب خلد آشیان کو انکی شادی اور اوسکے اخراجات کے بارے مین لکھا ہے:

«باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدین خان کے ہان ہوئی. اونھون نے کھانے جوڑے کے دوہزار روپیہ دیے. اورمیری‌زوجہ نے پانسو روپے کا زیور لگاکر پچیس سو روپے صرف کیے.» (۱)

باقر علیخان نے سنہ ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ ع) کو انتقال کیا.

حسین علیخان

عارف کے چھوٹے لڑکے حسین علیخان کو میرزا صاحب نے عارف کی جگہ متبنی کر لیا تھا. چنانچہ نواب فردوس مکان کی مزاج پرسی کے پہلے خط مین انکو اپنا فرزند لکھا ہے. فرماتے ہین:

«جب سے حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کاحال خارج سے مسموع ہوا ہے عالم الغیب گواہ ہے کہ مجھپر..... اور میری فرزند حسین علی خان پر کیا گزر رہی ہے.» (۲)

نواب خلد آشیان کی خدمت مین انکے متعلق میرزا صاحب نے بار بار تحریرین لکھی ہین. چنانچــــہ سب سے پہلے ۱۹ اگست سنہ ۱۸۶۷ ع کو انکی منگنی کے بارے مین لکھا:

«آپکو غلام زرخرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی ہوگئی. اور اپنے کنبے مین ہوئی. یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے. اور رجب کا مہینا قرار پایا. اب میری بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپکو ہاتھ ہے.» (۳)

سرکار نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپکی تحریر مجمل ہے. خلاصۂ مکنونِ خاطر

(۱) مکاتیب، ص ۹۷ (۲) ایضاً، ص ۴۰ (۳) ایضاً، ص ۹۵

تحریر فرمائیے۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۵ ستمبر کو لکھا:

« مجملا یہ کہ مین در دولت کا گدای خاك نشین اور وہ آپ کا غلام۔ تفصیل یہ کہ میری پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میری گھر مین زیور زرینہ و سیمینہ کا نام و نشان نہین۔ هت اودھار قرض کوئی دیتا نہین۔ آپ روپیہ عنایت فرمائین، تا یہ کام سر انجام پائی، اور بوڑھی فقیر کی برادری مین شرم رهجائی۔ دوسری بات یہ کہ سو روپئی آپکی سرکار سی بطریق خیرات اور باسٹھ روپیہ آٹھ آنی مهینا سرکار انگریزی سی بعوض جاگیر پاتا هون۔ عالم الغیب جانتا هی کہ اس مین میرا بڑی مشکل سی گزارا هوتا هو۔ بهو کو کہان سی کھلاؤنگا؟ حسین علیخان کی کچھ تنخواہ مقرر هوجائی۔ لیکن توقیع تنخواہ اوسکی نام جاری نهو۔ بلکہ اوسکی زوجہ حسن جہان بیگم بنت اکبر علیخان کی نام وہ تنخواہ مقرر هو۔ اور اوسکی مہری رسید سی ملا کری۔ زر مصرف شادی کی مقدار اور تنخواہ کی مقدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت۔» (۱)

سرکار نے ارقام فرمایا کہ آپ مصارف کی مقدار لکھیے۔ اسکے بعد حکمِ مناسب دیا جاسکیگا۔ ما بدولت کو بر بنایِ موانست و اتحادِ قدیمہ آپ کی خوشنودیِ خاطر مدِ نظر ہے۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۳ ستمبر کو تحریر کیا:

« حضرت نی غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایہ پر پہنچایا کہ شاهان عجم مین سلطان سنجر نی اور شاهان هند مین شاهجهان نی ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی هوگی۔ باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدینخان کی هان هوئی۔ اونهون نی کھانی جوڑی کی دو هزار روپیہ دیئی۔ اور میری زوجہ نی پانسو روپی کا زیور لگا کر پچیس سو روپی صرف کیی۔ حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنی خاندان کا هو۔ لیکن امیر نہین۔ نوکری پیشہ هی۔ اب یہ مین کیونکر عرض کرون کہ مجھی کیا دو۔ سائل هون۔ یہ رسم نہین کہ سائل مقدار سوال عرض کری۔ حال مصارف شادی خاندان لکھدیا هو۔ دو ڈھائی هزار مین شادی اچھی هوجائیگی۔ لیکن یہ بھی ساتھ عرض کرتا هو کہ میرا حق خدمت اتنا نہین کہ اسقدر مانگ سکون۔ جو کچھ دوگی اوس مین شادی کر دونگا۔» (۲)

اس عریضہ کا سرکار کیجانب سے کوئی جواب نگیا، اور رجب مین شادی ملتوی هوگئی۔ میرزا صاحب نے ۲ رمضان سنہ ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸٦۷ ع کو یاددهانی کرتے ہوئے لکھا:

«ماہ صیام مین سلاطین و امرا خیرات کرتی هین۔ اگر حسین علیخان یتیم کی شادی اسی صیغی مین هوجائی، اور اس بوڑھی اپاهج فقیر کو روپیہ ملجائی تو اس مهینی مین تیاری هو رهی، اور

(۱) مکاتیب، ص ۹۵ (۲) ایضاً، ص ۹۷

شوال مین رسم نکاح عمل مین آئی . اور چونکہ اس ماہ مبارك مین در فیض باز اور سال انگریزی کا بھی آغاز ھو ، وہ پچیس روپیہ مہینا جو زبان مبارك سی نکلا ھو ، جنوری سنہ ۱۸۶۸ سی بنام حسین علیخان مذکور جاری ہوجائی ، تو مجھی گویا دونون جہان ملگئی . » (۱)

لیکن اس عریضہ کا جواب بھی صیغۂ التوا مین رھا ، اور ذیقعدہ آپہنچا میرزا صاحب نے ۹ مارچ سنہ ۱۸۶۸ع کو لکھا :

« مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کی مہینی مین قرار پائی تھی . عطیۂ حضور کی نہ پہنچنی کی سبب ملتوی رھی . آج جو ذیقعدہ کی ۱۵ ھو ، ۱۵ دن یہ اورمہینا ذی الحجہ کا . اگر اسی ذیقعدہ کی مہینی مین کچھ حضرت عطا فرمائینگی ، تو آخر ذی الحجہ تك نکاح ھوجائیگا . خدا کری ! خداوند کی ضمیر مین یہ بھی گزری ، کہ غالب جب بہو بیاہ لائیگا ، تو اوسکو روٹی کہان سی کھلائیگا . غرض اس سی یہ کہ حسین علیخان کی تنخواہ جاری ھوجائی . حضرت ! کوئی ایسا نہین کہ جو میری مطالب حضور مین عرض کرتا رھی اور مجھی باربار لکھتی ھوی شرم آتی ھی . » (۲)

سرکار نے یہ درخواست منظور فرمالی ، اور آمدِ زمستان تك شادی سے فراغت کی امید ھوگئی . نواب مرزا خان داغ دھلوی ، اور حکیم مظفر حسین خان بہادر لکھنوی نے علی الترتیب میرزا صاحب کو قبولیتِ التماس کی اطلاع دی . اسکی توثیق نیز مکرر یاد دھانی کی خاطر میرزا صاحب نے ۱۲ اگست سنہ ۱۸۶۸ع کو لکھا :

« تین التماسین سابق پیش ھوئی تھین . سو اب پہلی برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سی اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر کی خط سی اون خواھشون کی منظور و مقبول ھونیکی نوید پائی . انشاء اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ۶۸ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بھی ادا ھوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بھی ھوجایگی ، اور اوسکیواسطی اوسکی زندگی تك تنخواہ جداگانہ مقرر ھوجایگی . »(۳)

اس عرصہ مین حسین علیخان کی سسرال سے شادی کا تقاضا شروع ھوگیا . میرزا صاحب نے مجبور ھوکر ۷ ستمبر کو ولیِّ نعمت کی خدمت مین عرض کیا :

« پیر و مرشد ! حسین علیخان کی سسرال والون کا بڑا تقاضا ھو . زندگی مشکل ھوگئی ھو . بطریق « شیئا للہ » سوال مختصر یہ ھو کہ جو حضرت کی مزاج مین آوی وہ عطا کیجی ، اور حسین علیخان کی نام جداگانہ تنخواہ مقرر کردیجی . لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین . » (٤)

سرکار نے ابھی اسکا جواب ارقام نہین فرمایا تھا کہ اس عرصہ مین

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۱۰۲ (۳) ایضاً ، ص ۱۰۵ (٤) ایضاً ، ص ۱۰۶

میرزا صاحب پر قرضخواهون کا سخت تقاضا هونے لگا، اور شادی کی خوشی کے حصول سے قبل قرض کے غم کا رفع کرنا ضروری هوگیا. ادائگیِ قرض کی سبیل صرف عطیهٔ سرکارِ رامپور تها. بنابرین ۱٦ نومبر کو میرزا صاحب نے بحالتِ اضطرار لکها:

«حال میرا تباه هوتی هوتی اب یه نوبت پهنچی، که ابکی تنخواه مین سی ٥٤ روپئی بچی ۰ ٦٣ روپئو کا چٹها ماهوار کا سو سه ماده دینا. مجملا آٹه سو روپئی هون تو میری آبرو بچتی هی. ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکو نام کی تنخواه سی قطع نظر کی. اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال. کبهی نکهونگا. آٹه سو روپئو مجکو اور دیجو. شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جانی، تو غنیمت هی.» (۱)

میرزا صاحب مرتے دم تك اپنے اس عهد پر قائم رهے. آخری عریضه مین بهی، جو ۱۰ جنوری سنه ۱۸٦۹ ع کو تحریر کیا تها[۲]، حسین علیخان کی شادی کا ذکر نهین کیا، اور یه ارمان ساتھ لیکر دنیا سے رخصت هوگئے.

حسین علیخان نے انکے انتقال کے ایك مهینے بعد ۱۷ مارچ سنه ٦۹ ع کو اپنے تقررِ تنخواه کی درخواست بهیجی. بعد ازان ۱۲ جون کے عریضه مین پهر اپنی خواهشِ وظیفه کا اعاده کیا، اور یه بهی عرض کیا که فدوی بیمار هے، اسلئے حاضرِ خدمت نهین هوسکتا. انشاء الله صحت کے بعد قدمبوسی کی سعادت حاصل کریگا.

۲۲ ربیع الثانی سنه ۱۲۸٦ ه (اگست سنه ۱۸٦۹ ع) کو بیگم غالب نے سرکار کو جو عریضه لکها هے اوس سے معلوم هوتا هے که اوسوقت حسین علیخان ملازم هوچکے تهے. لیکن ابهی انکی شادی نهین هوئی تهی. ۲۱ فروری سنه ۱۸۷۰ ع کو حسین علیخان نے رامپور سے دلی واپس جاکر منشی سیاچند صاحب کو ایك خط لکها هے. اوس سے معلوم هوتا هے که حسین علیخان اگست سنه ٦۹ ع کے بعد رامپور آئے، اور فروری سنه ۷۰ ع مین میرزا صاحب کی برسی کی فاتحه کیلئے رخصت لیکر دلی گئے. وهان سسرال والون

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۷ (۲) ایضاً، ص ۱۰۸

نے شادی کا تقاضا کیا. ان کی تنخواہ صرف پچیس روپیہ ماہوار مقرر ہوئی تھی، اور ابھی ٦ ماہ ملازمت پر گزرے تھے، اسلئے کچھ پس انداز بھی نہونے پایا تھا. لہذا بذریعۂ عریضۂ جداگانہ سرکار سے درخواست کی کہ مصارفِ شادی عطا فرما کر بندہ کی پرورش فرمائیے، اور منشی صاحب سے خواهش کی کہ اس کام مین آپ کوشش کرین. «یقین تو ھے کہ حضور دام اقباله بس رحم فرما کر کچھ عنایت فرمائینگے. آگے مقدر.»

اسکے بعد امثله مین شادی سے متعلق کوئی تحریر نہین. اسلئے قیاس یه ھے کہ حسین علیخان کو امداد ملگئی، اور سنه ۷۰ع مین انکی شادی کی تقریب انجام پائی.

تعلیم — عربی و فارسی

میرزا صاحب نے عربی و فارسی کی صرف ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی. لیکن زبانِ فارسی سے فطری دلچسپی تھی. خوش قسمتی سے عنفوانِ شباب مین ایك ایرانی نژاد بزرگ ملا عبد الصمد آگرہ وارد ھوا، اور دو سال تك انکے مکان پر مقیم رہا. یه اصلاً زرتشتی تھا، اور فلسفۂ و حکمت مین دستگاہِ کامل رکھتا تھا. میرزا صاحب نے اوس سے زبانِ فارسی کے حقایق و دقایق سیکھے، اور اسطرح اپنی بواسطہ تحصیلِ ادبِ فارسی کو پایۂ تکمیل تك پہنچالیا. چنانچہ ایك عریضه مین فرماتے ھین:

«بدو فطرت سی میری طبیعت کو زبان فارسی سی ایك لگاؤ تھا. چاھتا تھا، که فرھنگون سی بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملی. باری مراد بر آئی، اور اکابر پارس مین سی ایك بزرگ یہان وارد ھوا، اور اکبرآباد مین فقیر کی مکان پر دو برس رھا، اور مین نی اوس سی حقایق و دقایق زبان پارسی کی معلوم کیئی. اب مجھی اس امر خاص مین نفس مطمئنه حاصل ھی. مگر دعوی اجتهاد نہین ھی. بحث کا طریقه یاد نہین.» (۱)

قاطعِ برھان سے معلوم ھوتا ھے کہ ملا عبد الصمد سنه ۱۲۲٦ ھ (۱۸۱۱ ع) مین آگرہ وارد ھوا تھا(۲).

(۱) مکاتیب، ص ۸۲ (۲) قاطع برھان، ص ۷

طب

میرزا صاحب نے ایك عریضه مین اپنےطبی تجربه کا بهی ذکر کیـا ھے. جو غالباً قدرے کتبِ طب کے از خود مطالعه سے اور زیاده تر ایامِ امراض کی طوالت اور کثرتِ استعمالِ ادویه سے حاصل هوا تها. فرماتے هین :

«مین طبیب نهین مگر تجربه کار هون. ستر برس کا آدمی هوشیار هون.» (۱)

اسکے بعـــد مختلف ادویات تجویز کی هـین، اور بعض اشـــیا سے پرهیز کی هـــدایت کی ھے.

علم نجوم

نواب فردوس مکان کے جشنِ غسلِ صحت کی تهنیت مین میرزا صاحب نے جو فارسی تهنیت نامـه لکها ھے اوس کے مطالعه سے اندازه هوتا ھے که انهین علمِ نجوم مین بهی دخل تهـا. اس مکتوب مین از رویِ نجوم ثابت کیـا گیا ھے که مرضِ سرطان سے سرکار کی صحتیابی ایسی مبارك ساعت مین واقع هوئی ھے که اسکے اثرات کے ماتحت عرصهٔ دراز تك سرکار مهلك امراض کے حملون سے محفوظ رهین گے. (۲)

وطن اور سکونت دهلی

میرزا صاحب کا وطن اکبرآباد (آگره) ھے. چنانچه اپنے ایرانی استاد کے ذکر مین نواب خلد آشیان کو لکها ھے :

«اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یهان وارد هوا، اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رها.» (۳)

لیکن شادی کے بعد دلی مین آرھے تهے. یکم ستمبر سنه ۱۸٦٦ع کو لکهتے هین :

«مین باون ترپن برس سے یهان رهتا هون.» (٤)

اس حساب سے اونکا دلی مین قیام سـنه ۱۸۱۳ ع یا ســـنه ۱۸۱٤ ع سے هونا چاهیے. میرزا صاحب نے دلی مین ذاتی مکان کبهی نه بنایا. همیشه کرایه کے مکانات مین رهے. ان مین سے دو کا ذکر ایك عریضه مین کیا ھے. فرماتے هین :

---

(۱) مکاتیب، ص ٦۲ (۲) ایضاً، ص ٤٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۷۷

«دبیران خاص بر عنوان نامه‌های پیشین نشان کلبۀ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشته اند. و من از هفت هشت سال در محلۀ بلیمار می مانم.» (۱)

مسکن کی حالات

جس عہد مین میرزا صاحب دلی تشریف لائے وہ اگرچہ دلی کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا، لیکن آثارِ شگفتگی و آبادانی ہر طرف ہویدا تھے. غدر سنہ ۵۷ع نے اس شہر کی بچی کھچی دولت لوٹکر نیا سکہ چلایا. عمارات گرا کر سڑکین بچھائی گئین. شہر اوجاڑ کر قبرستان آباد کیے گیے، اور اہلِ ہنر کو شہربدر کرکے فوج کا شہر مین پڑاؤ ڈالا گیا. ایکبار نواب فردوس مکان کو چوب چینی کی ضرورت پیش آئی. دلی اطبا اور عطارون کا مخزن تھا، اسلئے سرکار نے میرزا صاحب سے فرمایش کی. اسکے جواب مین ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸۶٤ع کو میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

«دلی اب شہر نہین. چھاؤنی ہی. کنپ ہی. نہ قلعہ. نہ شہر کی امرا، نہ اطراف شہر کی روسا.» (۲)

۱۸ ستمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو دلی مین کاتبون کے فقدان کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہین:

«شہر سراسر ویران ہی. کاتب کہان؟» (۳)

خشک سالی

سنہ ٦۵ع مین دلی بارانِ رحمت کے فیض سے محروم رہی. جولائی بھری برسات کا مہینا ہے، لیکن اس زمانہ مین شہر کے اندر لو چلتی رہی. ۲۳ جولائی کو میرزا صاحب نے دلی کی محرومی کا رونا رویا ہے. فرماتے ہین:

«یہان خلق کو مینہہ درکار ہی، اور ہوا شرارہ بار ہی. دھوپ کی تیزی سی آدمی کی تیور اور پہاڑ کی پتھر جلی جاتی ہین. پانی جگر گداز، ہوا جانستان، امراض مختلفہ کا ہجوم جہان تہان. جز اعضای انسان، کہ وہ پسینی مین تر ہین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین. یا لو چلتی ہی یا مطلق ہوا نہین.» (٤)

۱۱ ماہ اگست کو پھر لکھتے ہین:

«یہان مینہہ اسیقدر برسا ہی کہ جسکو پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتھ دھو لین.» (۵)

---

(۱) مکاتیب، ص ۱٤ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) ایضاً، ص ۸۰ (٤) ایضاً، ص ۵۵ (۵) ایضاً، ۵٦

برسات

لیکن آیندہ سال بارش نے سنہ ٦٥ع کی کمیِ باران کی تلافی کی، اور شہر مین اسقدر پانی برسا کہ گزشتہ باون ترپن برس سے ایسا نہ برسا تھا۔ یکم ستمبر سنہ ١٨٦٦ع کو میرزا صاحب نے لکھا ھے:

«برسات ایسی ہوئی ھی کہ مین باون ترپن برس سی یہان رہتا ہون۔ عرش آرامگاہ اکبر شاہ کی عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی یا امسال نظر آئی ھی۔» (١)

عقائد

میرزا صاحب کے ایك عریضہ سے اونکے عقائدِ اسلامی پر بھی روشنی پڑتی ھے۔ فرماتے ھین:

«اگرچہ فاسق و فاجر ہون، مگر وحدانیت خدا اور نبوت خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ہون۔» (٢)

اخلاق و عادات

میرزا صاحب کے اخلاق و عادات اوس عہد کے شرفا کے اخلاق و عادات کا نمونہ تھے۔ لغو گوئی سے پرھیز، جھوٹ اور تکلف سے نفرت، احباب کی تکلیف سے رنج، خوشی سے راحت، چھوٹون پر مہربانی، اور بزرگون کی خیرخواھی، اونکا شعار تھا۔

صدق و سداد

ایکبار نواب فردوس مکان کی جانب سے مراسلت مین تاخیر ہوئی۔ میرزا صاحب نے ١٥ ستمبر سنہ ١٨٦٢ع کو لکھا:

«فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ھی۔ چند روز سی تفقد و التفات قدیم مین، خدا نخواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ہون۔ اگر غلط ھی میرا گمان تو بشرف اطلاع مشرف فرمائیے۔ اور اگر میرا دل دیوانہ سچ سمجھا ھی تو متوقع ہون کہ عتاب کی سبب سی آگھی پاؤن۔» (٣)

لغو گوئی سی نفرت

٢٢ جولائی سنہ ١٨٦١ع کو ایك سفارش کے سلسلہ مین تحریر کرتے ھین:

«لازم کرلیا ھی کہ بیہودہ گزارش نکرون اور کبھی کسی کی سپارش نکرون۔» (٤)

---

(١) مکاتیب، ص ٧٧ (٢) ایضاً، ص ٨٤ (٣) ایضاً، ص ٣٤ (٤) ایضاً، ص ٣١

قسم سی پرهیز

جھوٹی قسم کھانے کے بارے مین لکھتے هین:

«خدا و رسول کی قسم جھوٹی نکھاؤنگا.» (۱)

رنج پر رنج

نواب فردوس مکان کی والدۂ ماجدہ کا انتقال هوا تو اونکی تعزیت مین ۲۸ مارچ سنہ ۵۹ ع کو تحریر کیا:

«کیا کہون کیا غم و اندوہ کا هجوم هوا. حضرت کی غمگین هونیکا تصور کرکر اور زیادہ مغموم هوا.» (۲)

سنہ ۱۸۶۵ ع مین نواب خلد آشیان کی بیاهتا بیگم فوت هوئین تو ۱۸ ستمبر سنہ مذکور کو لکھا:

«چاهتا هون کہ کچھ لکھون. مگر نهین جانتا کہ کیا لکھون. لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھون. آپکی قدمون کی قسم! دل نی قبول نکیا.» (۳)

خوشی سی خوشی

سنہ ۵۹ ع مین نواب فردوس مکان کو بصلۂ خدماتِ غدر علاقۂ جدید عطا هوا. اسکی تہنیت مین لکھتے هین:

«یہ چار بالش عمارت اور کاشی‌پور کا ضمیمۂ ملك موروثی هونا پہلی آپکو اور پھر ولیعهد بهادر کو اور پھر آپکی اولاد و اخوان و انصار کو اور سبکی بعد غالب دعاگوی گوشہ نشین کو مبارك هو.» (٤)

خیرخواهی

جون سنہ ۶۵ ع مین نواب خلد آشیان کو از راہِ خیرخواهی تحریر کیا هے:

«پیر و مرشد! از راہ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. ..... حضرت کی جد امجد کو احمد شاہ درانی نی مخاطب بہ مخلص الدولہ فرمایا. حضرت اگر مناسب جانین تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمس الملك و بهرام جنگ» جناب ملکۂ معظمہ سی بذریعۂ گورمنٹ اپنی واسطی لین.» (۵)

قدما کا اعتراف

میرزا صاحب شعرایِ قدیم کے فنّی مرتبہ اور اونکے کلام سے استشهاد

(۱) مکاتیب، ص ۸٤ (۲) ایضاً، ص ۱۸ (۳) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ۲۳ (۵) ایضاً، ص ٥٤

کو تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ اسبارے مین نواب خلد آشیان کو صراحتاً لکھا ھے کہ:

«فقیر اشعار قدما کا معتقد. اون لوگون کی کلام کا عاشق.» (۱)

نیز خلیفہ احمد علیصاحب رامپوری کو دورِ متاخرین کے گلِ شگفتہ مولانا عرفی شیرازی کے متعلق لکھتے ھین:

«قواعد زبان فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام ھی. ...... عرفی کی زبان سی جو نکلجائی وہ سند ھو. ھماری واسطی وہ ایک قاعدۂ محکم ھو. وہ مطاع ھو اور ھم اوسکی مقلد اور مطیع ھین.» (۲)

ھندی شعرا اور فرھنگ نویسون کا انکار

لیکن ھندی شعرای فارسی گو اور ھندی فرھنگ نویسون کے قائل نہ تھے۔ اونکا خیال تھا، کہ یہ حضرات اھلِ زبان کا کلام پڑھکر اپنے قیاس سے اوسکے محاورات و الفاظ کے معنی قائم کرتے ھین۔ اور یہ ضروری نہین کہ ھر جگہ اونکا قیاس صحیح نکلے، بنابرین بارھا اون سے غلطیان سرزد ھوئی ھین۔ اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان کو لکھا ھے:

«میان انجو جامع فرھنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرھنگ رشیدی، عظمای عجم مین سی نہین. ھند انکا مولد. ماخذ انکا اشعار قدما. ھادی انکا انکا قیاس. ٹیکچند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو. سبحان اللہ! ھندی بھی اور ھندو بھی.» (۳)

اس عریضہ کے جواب الجواب مین لکھتے ھین:

«شعرای ھند کی کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین. یا ھندی فرھنگ لکھنی والون کی بیان مین جو نادرستی اور باھم جو اونکی عقول مین اختلاف ھین. اوس مین مین کلام نہین کرتا. اپنی تحقیق کو مانی ھوئی ھون.» (٤)

بے تکلفی

اپنے مخلص احباب اور محسنون سے میرزا صاحب تکلف برتنا ناسزا جانتے تھے۔ نواب فردوس مکان سے انکا تعلق سراسر اخلاص پر مبنی تھا۔ اسلئے اگر روپیہ کی ضرورت آپڑتی تو میرزا صاحب بلاتکلف سرکار سے مانگ لیا

---

(۱) مکاتیب، ص ۸۳ (۲) ایضاً، ص ۱۱۹ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۸٤

کرتے تھے۔ اپنے اس رویہ کو ایك خط مین ظاہر بھی کردیا ھے۔ فرماتے ھین :

«جو آپ بن مانگی دین اوسکی لینے مین مجھے انکار نہین . اور جب مجھے حاجت آپڑی تو آپ ہی مانگو مین عار نہین . » (۱)

قرض سے نفرت

اگرچه میرزا صاحب عمر بھر مقروض رہے، لیکن اونھین طبعاً قرضداری سے نفرت تھی. وہ ھمیشه کوشش کرتے رہے که اس مصیبت کا سامنا نہو، مگر ایك متموّل اور ذیعزت خاندان کا فرد ہونے کے سبب اخراجات زیادہ تھے. اسلئے اونکی رامپور اور سرکارِ انگریزی کی ماھوار آمدنی، ایکسو باسٹھ روپیے آٹھ آنے، ضروری اخراجات کو ناکافی ہوتی، اور تقریباً ہر مہینے قرض لینا پڑتا. سرکارِ رامپور اونکا ملجا و ماوا تھی. جب قرض خواھون کا تقاضا سخت ہوجاتا تو ادائگیِ قرض کیلئے روپیه کا سوال پیش کردیتے، اور یہان کی امداد سے بارِگران سے سبکدوشی حاصل کرتے. اس سلسله کی جسقدر تحریرین اس مجموعه مین پائی جاتی ھین، اون سے صاف عیان ھے که میرزا صاحب قرض کا بار بہت محسوس کیا کرتے، اور چاھتے تھے که جلد از جلد اِس بلا سے نجات حاصل ہوجائے. چنانچه سب سے پہلی تحریر مین، جو ۱۷ نومبر سنه ۱۸۵۸ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کی ھے، لکھتے ھین :

«بارگران غم سے پست ہوگیا ہون. آگے تنگدست تھا. اب تہی دست ہوگیا ہون. جلد میری خبر لیجو، اور کچھ بھجوادیجے. » (۲)

اسکے بعد ۸ دسمبر سنه ۱۸۵۹ ع کو پھر لکھا ھے :

«سو روپیه کی ھنڈوی ... پہنچی. اور روپیه وصول مین آیا، اور صرف ہوگیا، اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا. تم سے نکہون تو کس سے کہون. اس مشاھرۂ مقرری سے علاوہ دو سو روپیه اگر مجکو اور بھیجدیجیگا تو جلا لیجیگا. لیکن اس شرط سے که اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو. » (۳)

۲۲ اگست سنه ۱۸۶۵ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین تحریر کیا ھے :

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۶ (۲) ایضاً، ص ۱۶ (۳) ایضاً، ص ۲۴ و ۲۵

ہ — مکاتیب غالب

« ان دنون مین متفرقات کی قرضدار سرگرم تقاضا بلکہ آمادۂ شور و غوغا تھی ۔ دو سو روپیہ کی هڈوی صراحی آب حیات هوگئی ۔ دام مرگ سی نجات هوگئی ۔ » (۱)

ایکبار رامپور سے تنخواہ کی روانگی مین دیر هوگئی تھی ۔ میرزا صاحب کو قرضخواهون کی رقمین ادا کرنی هونگی ، اسلئے ۱۰ اگست سنہ ۱۸۶۶ ع کو سرکار کی خدمت مین لکھا :

« میرا حال یہ کہ انگریزی تنخواہ گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی هو ۔ حضور کی عطیہ پر میرا اور شاگرد پیشہ کا اور حسین علی کا گزارا هی ۔ عالم الغیب جانتا هو جسطرح گزرتی هو ۔ چار سو ساڑھی چار سو کا قرض باقی هو ۔ اب کوئی قرض بھی نہین دیتا ۔ » (۲)

۱۳ اگست سنہ مذکور کو پھر لکھتے هین :

« غم نی بشمول بڑھاپی کی پست و مضمحل کردیا هی ۔ حضرت کی قدمون کی قسم ! نہ حواس درست نہ رای صحیح ۔ برسون سی مکروهات مین مبتلا رهتی رهتی اب طاقت تحمل کی نرهی ۔ خدا جانی کیا هوتا هی کیا سمجھتا هون ۔ کیا کرنا چاهیی کیا کرتا هون ۔ کل آخر روز میر منشی حضور کا خط آیا ۔ جون کی تنخواہ کی رسید نہ پہنچنی کی اطلاع پائی ۔ تہیدستی و قرض کی رنج مین خستہ و آزردہ بیٹھا تھا ۔ اوسی وقت عرضی لکھی ۔ اگرچہ ڈاک کا وقت نہ تھا ، مگر بھیجدی ۔ » (۳)

۶ اکتوبر سنہ ۶۶ ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے راحت کا انحصار قرض کی ادایگی مین بتایا ھے ۔ تحریر کرتے هین :

« حضور ملك و مال جسکو جسقدر چاهین عطا کرسکتی هین ۔ مین آپ سی صرف راحت مانگتا هون ۔ اور راحت منحصر اس مین هو کہ قرض باقیماندہ ادا هوجائی ، اور آیندہ قرض لینی کی حاجت نہ پڑی ۔ » (٤)

سرکار نے میرزا صاحب کا قرض ادا فرمادیا تو ۸ جنوری سنہ ۶۷ ع کو اوسکے شکریہ مین لکھتے هین :

« حضرت کی تصدق سی قرض ادا هوگیا ۔ تنخواہ نی قسط سی اور مین نی رنج سی رهائی پائی ۔ » (۵)

اگست سنہ ۱۸۶۸ ع مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کا سرکار نے پھر وعدہ فرمایا ۔ اس وعدہ سے میرزا صاحب کو جو مسرت هوئی ، اوسکا اندازہ ان الفاظ سے بخوبی هوتا ھے :

« تین التماسین سابق پیش هوئی تھین ... اون خواهشون کی منظور و مقبول هونی کی نوید پائی ۔ انشاء

(۱) مکاتیب ، ص ۶۲ (۲) ایضاً ، ص ۷۵ (۳) ایضاً ، ص ۷۶ (٤) ایضاً ، ۸۱ (۵) ایضاً ، ص ۸۹

اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ٦٨ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض... ادا ہوجایگا.» (١)

١٦ نومبر سنہ ٦٨ع کو پھر لکھا:

«حال میرا تباہ ہوتی ہوتی اب یہ نوبت پہنچی کہ ابکی تنخواہ مین سی ٥٤ روپیہ بچی. ... مجملا آٹھ سو روپیہ ہون تو میری آبرو بچتی ہی. ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکی نام کی تنخواہ سی قطع نظر کی. اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال. کبھی نکھونگا. آٹھ سو روپیہ مجکو اور دیجی. شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جاتی تو غنیمت ہی. ... مختصر یہ کہ اب میری جان اور میری آبرو آپکی ہاتھ ہی. مگر حضور جو عطا فرمانا ہی جلد ارشاد ہو.» (٢)

١٧ دسمبر کو میرزا صاحب نے یاد دھانی کی، اور پھر آخری خط مین اپنے اضطراب کو ان الفاظ سے ظاہر کیا:

«حضور قرضخواہون نی بہت عاجز کر رکھا ہی. بس میرا یہی کام ہی کہ یاد دلادون. آگی حضرت مالک ہین.» (٣)

لیکن ابھی یہان سے رقم پہنچنے نپائی تھی کہ میرزا صاحب کا انتقال ہوگیا.

امراض اور ضعف پیری

میرزا صاحب نے سب سے پہلے عریضۂ نمبر ١٤ مورخۂ یکم اکتوبر سنہ ١٨٥٩ع مین عوارضِ جسمانی کا ذکر کیا ہے. لیکن وہ ضعف پیری تک محدود ہے. فرماتے ہین:

«خدمت گزار ہون اور دعا و ثنا میرا کام ہی. بڑھاپی نی کھودیا. جز نفسی چند مجھ مین کچھ باقی نہین.» (٤)

قولنج

امراض کا شکوہ ١١ نومبر سنہ ٦١ع سے شروع ہوتا ہے. اس زمانہ مین میرزا صاحب ابتداءً دردِ قولنج اور بعد ازان بخار مین مبتلا ہوے، اور ایک ماہ تک ان امراض کی مصیبت جھیلتے رہے. فرماتے ہین:

«دعا گو ایک مہینا بھر سی بیمار ہی. ابتدا وہی قولنج دوری. بسبب استعمال ادویۂ حارہ، کہ اس مرض مین اوس سی گزیر نہین، تپ نی آگھیرا. کئی باریان بھگتین. اب دو باریان ٹلگئی ہین. لیکن طاقت بالکل سلب ہوگئی ہی. اور ضعف دماغ نی قریب بہلاکت پہنچا دیا ہی. بالفعل آب سیب کا استعمال ہی.» (٥)

---

(١) مکاتیب، ص ١٠٥ (٢) ایضاً، ص ١٠٧ (٣) ایضاً، ص ١٠٨ (٤) ایضاً، ص ٢٠ (٥) ایضاً، ص ٣٣

امراض مختلفه کا ہجوم

نواب خلد آشیان کی دعوتِ قدومِ رامپور کے جواب مین امراضِ مختلفہ اور صعوبتِ سفرِ تابستان کا عذر کرتے ہوے لکھتے ہین:

«وہ آگ برس رہی ہو کہ طیور کے پر جل رہے ہین۔ بعد آگ کے پانی برسیگا۔ سفر خصوصاً بوڑھے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر۔» (۱)

۲۳ جولائی کو پھر تحریر کیا ہے:

«پانی جگر گداز، ہوا جانستان، امراض مختلفہ کا ہجوم جہان تہان۔» (۲)

نیم مردہ

سنہ ۱۸۶۵ع مین نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کا انتقال ہوا۔ ایسے موقع پر میرزا صاحب کو بزبان فارسی و عبارتِ بلیغ تعزیت نامہ لکھنا چاہیے تھا۔ لیکن بڑھاپا اور ضعف مانع آیا، اور انھون نے ۱۸ ستمبر سنہ مذکور کو از راہِ معذرت لکھا:

«اب مین نیم مردہ، دل پژمردہ، خاطر افسردہ، جس باب مین لفظ و معنی فراہم کیا چاہون وہ سراسر طبع کے خلاف۔» (۳)

کوفتہ و رنجور

رامپور کے دوسرے سفر سے واپس ہوتے ہوے میرزا صاحب مراد آباد پہنچکر بیمار ہوگئے تھے۔ نواب خلد آشیان نے مزاج پرسی کی تو اسکے جواب مین ۲۱ جنوری سنہ ۶۶ع کو رودادِ سفر بیان کرکے لکھتے ہین:

«ایک ہفتہ کوفتہ و رنجور رہا۔ اب ویسا پیر و ناتوان ہون جیساکہ اس سفر سے پہلے تھا۔» (٤)

نیمجان ہون

سفر کی صعوبت اور عرضِ راہ کی بیماری نے میرزا صاحب کی رہی سہی صحت برباد کردی، اور یہ اپنے آپکو نیمجان سمجھنے لگے۔ چنانچہ ۲۹ مارچ کو لکھتے ہین:

«اپنا حال اس سے زیادہ کیا لکھون کہ آگے ناتوان تھا۔ اور اب نیمجان ہون۔ برخوردار نواب مرزا خان اپنی مشاہدہ کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وہ مسموع و مقبول ہو۔» (۵)

---

(۱) مکاتیب، ص ٥٤ (۲) ایضاً، ص ٥٥ (۳) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ٦٨ (٥) ایضاً، ص ٦٩

حواس درست نہین

امراض اور مالی دقتون نے میرزا صاحب کے احساسات پر بھی کافی اثراندازی کی ۔ چنانچہ ۱۱ اگست سنہ ٦٦ ع کو تحریر کیا ھے :

« غم نے بشمول بڑھاپے کے پست و مضمحل کردیا ھے ۔ حضرت کے قدمون کی قسم ! نہ حواس درست ، نہ رای صحیح ۔ برسون سے مکروھات مین مبتلا رھتے رھتے اب طاقت تحمل کی نرھی ۔ خدا جانے کیا ھوتا ھے، کیا سمجھتا ھون ۔ کیا کرنا چاھیے، کیا کرتا ھون ۔ » (۱)

ضعف بصر اور رعشہ

۱۸ ستمبر سنہ ٦٦ ع کو چند نئے امراض کی شکایت کرتے ھوئے تحریر کیا ھے :

« خاطر اقدس مین نگزرے کہ غالب تعمیل احکام مین کاھل ھے ۔ بصارت مین فتور ۔ ھاتھ مین رعشہ ۔ حواس مختل ۔ » (۲)

امراض قدیم بڑھگئے

اس کے ٦ ماہ بعد ۱۳ مارچ سنہ ٦٧ ع کو لکھتے ھین :

«اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین ۔ امراض قدیم بڑھگئے ۔ دوران سر ، اور رعشہ ، اور ضعف بصر ، تین بیماریان نئی پیدا ھوئی ھین ۔ قلم نہین بناسکتا ۔ لڑکون سے بنوالیتا ھون ۔ برسون کی بات نہین رھی ۔ ھفتون کی یا مہینون کی زندگی رھگئی ھے ۔ » (۳)

فرض محال

اسکے ایک مہینے بعد ۱٤ اپریل سنہ ٦٧ ع کو نمایشِ باغِ بینظیر کی شرکت کی آرزو کرتے ھوے تحریر کرتے ھین :

« نمایشگاہ سرا سر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ھون ، اور خون جگر کھاتا ھون ، کہ ھائے مین وھان نہین ! بالاخانے پر رھتا ھون ۔ اوتر نہین سکتا ۔ مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا ۔ کہار چلے ، راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا ۔ کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی ۔ پالکی قفس اور مین طائر اسیر ۔ وہ بھی بے پر و بال ۔ نہ چل سکون ۔ نہ پھر سکون ۔(جو کچھ اوپر لکھ آیا ھون یہ سب بطریق فرض محال ھے ۔ ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھے ۔) » (٤)

اب دم نہین

رفتہ رفتہ ماہ و سال کے سفر کیساتھ ساتھ میرزا صاحب کے اعضا بھی

(۱) مکاتیب ، ص ٧٦ (۲) ایضاً ، ص ۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۹۱ (٤) ایضاً ، ص ۹۲

فرسودہ وناتوان ہوتے چلے گئے۔ تا آنکہ ۱۱ جون سنہ ۱۸۶۷ ع تک یہ نوبت پہنچی کہ اونہون نے منشی سیلچند صاحب کو صاف صاف لکھدیا:

«بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین۔ نہ طاقت باقی ہے۔ نہ حواس درست ہین۔ ..... لکھا کچھ چاہتا ہون۔ لکھ کچھ جاتا ہون۔ بس ابتو یہ نوبت پہنچی ہے کہ آج بچا کل مرا۔ کل بچا پرسون مرا۔» (۱)

وفات اور مدفن

آخر کار وہ دن بھی آگیا، جسکی میرزا صاحب کو برسون سے آرزو تھی، اور ۱۵ فروری سنہ ۱۸۶۹ ع مطابق ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ھ کو ان کا انتقال ہوگیا۔ لیکن انکی خواہش تھی کہ بعدِ مرگ رامپور مین دفن کیا جاؤن۔ چنانچہ ۳۱ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو حسین مرزا صاحب کو لکھا تھا:

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا۔» (۲)

قضا وقدر نے یہ تمنا پوری نہونے دی، اور میرزا صاحب شاہ نظام الدین اولیا کے مزار کے قریب اپنے خاندان کے احاطے مین مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱) مکاتیب، ص ۱۱۵ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۹

تصانیف

میرزا صاحب نے زیرِ نظر عریضون مین اپنی متعدد تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے. ان مین سے اکثر مشہور ہین اور کئی کئی بار طبع بھی ہوچکی ہین. لیکن بعض کے حالات سے ارباب علم ابھی تک آگاہ نہین. اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا اجمالی ذکر کردیا جائے.

تاریخ سلاطین تیموریہ

۱۴ جنوری سنہ ۵۸ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے. فرماتے ہین:

« از ہفت ہشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریہ .... می پرداختم. » (۱)

واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۸۵۰ع مین شاہِ ظفر نے میرزا صاحب کو تاریخ نویسی کی خدمت پر بمشاہرۂ پچاس روپیہ ماہوار مقرر فرمایا، اور حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ خان بہادر تواریخ سے حالات اقتباس کرکے میرزا کو دیا کرین، اور میرزا صاحب اپنے اندازِ خاص مین ان واقعات کو تحریر کرین. میرزا صاحب نے کتاب کا نام پرتوستان رکھا، اور یہ تجویز قرار پائی، کہ کتاب دو حصون مین تقسیم کیجائے. پہلا حصہ ابتدایِ آفرینش سے امیر تیمورِ گورگان تک بالاختصار اور تیمور سے ہمایون تک قدرے تفصیل کیساتھ مرتب کیا جائے. دوسرے مین جلال الدین اکبر سے سراج الدین بہادر شاہ تک کے واقعات ہون. میرزا صاحب نے حصۂ اول کا نام « مہرِ نیمروز » اور ثانی کا « ماہِ نیم ماہ » رکھا. حصۂ اول کے متعلق ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ع کو میرزا صاحب نے منشی جواہر سنگھ جوہر کو لکھا ہے:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۲

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیه بدست هیرا سنگھ روان داشته ایم، و هنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم. اگر رسیده است بنویسند. ورنه از هیرا سنگھ باز پرس کنند.» (۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سال ڈیڑھ سال کے اندر ہی «مہرِ نیمروز» تمام ہو چکی تھی. لیکن سنہ ۱۲۷۱ھ تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہو سکی(۲)، جسکی وجہ یہ ہوگی کہ اگر میرزا صاحب فوراً حضورِ شاہ مین کتاب پیش کر دیتے تو حصۂ دوم کا تقاضا شروع ہو جاتا، جسکیواسطے یہ اسقدر جلد تیار نہ تھے.

بہرحال مطبوعہ کتاب بادشاہ کے روبرو سنہ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ع) مین پیش ہوئی. چاہئے تھا کہ میرزا صاحب حصۂ ثانی کی ترتیب شروع کر دیتے. لیکن ایسا نہین ہوا، حتی کہ سنہ ۵۷ع نے بساطِ حکومت اولٹدی، اور «ماہِ نیم ماہ» شرمندۂ طلوع نہو سکا. بظاہر اسکی ایک اہم وجہ میرزا صاحب کی جدید طرزِ انشا بھی ہے، جو بادشاہ تو بادشاہ اوس عہد کے کسی ادیب کو بھی پسندیدہ نہ تھی. ورنہ ناممکن تھا کہ سنہ ۵۴ع سے سنہ ۵۷ع تک بادشاہ تقاضا نکرتے، یا مہلت عطا کر دیتے اور قبلِ اتمامِ کتاب جلاوطن ہو جاتے تو میرزا صاحب اپنے خطوط مین یہ نہ لکھتے کہ مین نے حصۂ ثانی کی ترتیب کا آغاز کر دیا تھا، لیکن اوسکو انجام تک اسلئے نہین پہنچایا کہ اب اوسکا قدردان دلی سے رخصت ہو گیا تھا. یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ اسی سال شیخ ابراہیم ذوق کا انتقال ہوا اور میرزا صاحب بہ تنخواہِ موجودہ استادِ شہ قرار پائے، اسلئے اونہون نے خلافِ دانشمندی سمجھا ہو کہ ایک تنخواہ کے عوض دو خدمتین انجام دین. واللہ أعلم.

دیوان اردو

میرزا صاحب نے ۵ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۳ھ کے عریضہ مین اسکا اسطرح ذکر کیا ہے:

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰ (۲) ایضاً، ص ۱۳۷۴

«مجکو غم یہ ھی کہ غزلہای اصلاحی اور دیوان اردو کی رسید مین نے نہ پائی۔ ..... دیوان کی رسید ... ایسی ھی باریک کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیگا، اور اوسکو تاکید کیجیگا کہ اسکو بھیجدی۔» (۱)

منشی شیونرائن اکبرآبادی کو اس نسخہ کے بارے مین لکھتے ھین:

«اب تم سنو۔ دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا۔ مگر ھان مین نے غدر سے پہلے لکھواکر نواب یوسف علیخان بہادر کو رامپور بھیجدیا تھا۔» (۲)

اس بیان سے بظاھر یہ مترشح ھوتا ھے کہ میرزا صاحب نے مئی سنہ ۵۷ع سے قبل دیوانِ اردو رامپور بھیجا۔ لیکن دراصل نسخۂ مذکور عریضہ نمبر ۵ کے جواب کی تاریخ ۹ مئی اور تاریخِ آشوبِ غدر ۱۱ مئی کے درمیان کسی تاریخ کو بھیجا گیا تھا۔ چونکہ وہ تاریخ غدر سے قبل تھی اسلئے میرزا صاحب نے مجملاً «غدر سے پہلے» کہا ھے۔

میرزا صاحب کو اسکی رسید نومبر سنہ ۵۸ع تک موصول نہوسکی۔ جب ماہِ مذکور مین انھون نے «دستنبو» کی ایک جلد تحفۃً ارسال کی اور نواب صاحب نے جواب مین لکھا کہ عدیم الفرصتی کے سبب دیوان اور دستنبو ملاحظہ سے نگزرا، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر کو لکھا:

«اس قرینے سے کہ بسبب کم فرصتی کے اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ھوا ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ھوا۔» (۳)

اس نسخہ کی مفصل کیفیت صفحۂ ۱۰ کے حاشیہ مین ملاحظہ ھو۔

دستنبو

میرزا صاحب نے «آغازِ یازدھم مئی سنہ ۱۸۵۷ع سے ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع تک رودادِ شھر اور اپنی سرگزشت یعنی پندرہ مہینے کا حال نثر مین لکھا... اور التزام اسکا کیا... کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسیِ قدیم لکھی جائے، اور کوئی لفظِ عربی نہ آئے» (۴). اور منشی شیو نراین کے مطبع واقعِ اکبرآباد (آگرہ) مین طبع کراکے ایک نسخہ نواب فردوس

(۱) مکاتیب، ص ۱۰ (۲) اردوی معلی، ص ۳۸۱ (۳) مکاتیب، ص ۱۸ (۴) اردوی معلی، ص ۴۹ و — مکاتیب غالب

مکان کو ارسال کیا۔ ۷ نومبر سنه ٥٨ ع کو اسکی رسید کے متعلق لکھتے ھین:

«اس قرینی سی که بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظه نکرنا مرقوم هوا، ریخته کی دیوان اور اس کتاب کا پهنچنا معلوم هوا. دیوان کی دیکهنی ندیکهنی مین آپ کو اختیار هی. مگر یه چار جزو کا رساله جو اب بهیجا هی اسکا دیکهنا ضرور درکار هی. فارسی قدیم اور پهر حسن معنی اور صنعت الفاظ. با این همه هر امر کی احتیاط اور هر بات کا لحاظ. جنابعالی! طرفه معامله هی. خدا کا شکر هی اور اپنی قسمت کا گله هی. خدا کا شکر یه که باوجود تعلق قلعه کسیطرح کی جرم کا به نسبت میری احتمال بهی نهین. قسمت کا گله یه که عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بهی نهین. یه نومبر سنه ۱۸٥۸ انیسوان مهینا هی. گویا بن کهائی جینا هی. کهتی هین که جنوری شروع سال مین پنسنداروں کو روپیه ملیگا. دیکهئی کیا نیا گل کهلیگا. پهلی نومبر کو یهان اشتهار عام هوگیا هی. که اب قلمرو هندوستان مین عمل ملکهٔ معظمهٔ عالیمقام هوگیا هی. مین پهلی سی مداحون مین اپنا نام لکهوا چکا هون، اور وزرای ملکهٔ دارا دربان کی دو سارتیفکٹ پاچکا هون. اگر اس اجمال کو به تفصیل معلوم کیا چاهیی، تو اسی کتاب موسوم به «دستنبو» مین دیکها چاهئی.» (۱)

اس سے یه نتیجه نکلتا ھے که ۷ نومبر سنه ٥٨ ع سے قبل کتاب طبع هو چکی تھی۔ اس کتاب کی طباعت مین میرزا صاحب نے جسقدر اهتمام اور کوشش کی ھے اوسکی داستان سے اردوی معلی اور عودِ هندی کے صفحے کے صفحے پُر هین۔ ان خطوط کا ضروری اقتباس مولانا مہر کی کتاب کے صفحات ۳۲٦ - ۳۳٤ مین ملاحظه هو۔

کلیات فارسی

کلیاتِ فارسی کا نسخه میرزا صاحب نے مارچ سنه ۱۸٦۱ ع مین نذر کیا تھا۔ یه نسخه خاندانِ لوھارو کے ایك بزرگ نواب فخر الدین خان مرحوم کے قلم کا لکھا ھوا ھے۔ ۷ اپریل سنه ٦۱ ع کو اسکے بارے مین میرزا صاحب تحریر کرتے ھین:

«کلیات فارسی کی پهنچنی سی اور اس نذر کی مقبول هونی سی مجهکو بهت خوشی حاصل هوئی.» (۲)

۱۹ محرم سنه ۱۲۸۲ ھ (۱٤ مئی سنه ۱۸٦٥ ع) کو پھر اسکا ذکر کیا ھے۔ فرماتے ھین:

(۱) مکاتیب، ص ۱٥ (۲) ایضاً، ص ۲۸

«دو قصیدۂ مدحیہ میری دیوان فارسی مین مرقوم اور وہ دیوان حضرت کی کتابخانی مین موجود هو .» (۱)

بعد ازان ۱۸ جون سنہ ۶۵ ع کو پھر لکھتے ھین :

«اب عرض یہ هو کہ حسب الحکم حضور کی یہ قصیدہ میری دیوان فارسی مین، جو کتابخانی مین موجود هو، درج کیا جاۓ .» (۲)

نسخہ کی مزید تفصیل ص ۲۸ کے حاشیہ نمبر ۲ مین درج ھے .

نامۂ غالب

میرزا صاحب نے سنہ ۱۸۶۰ ع مین فرھنگِ برھانِ قاطع کے اغلاط پر مشتمل ایك رسالہ مسمی بہ «قاطعِ برھان» لکھکر نواب فردوس مکان کی امداد سے شایع کیا تھا. اسکے جواب مین ھندوستان کے متعدد اھلِ علم نے رسایل لکھے . ان حضرات مین سے ایك مرزا رحیم بیگ تھے . انھون نے «ساطعِ برھان» رسالہ تصنیف کیا، اور اوسمین میرزا صاحب کو بہت جلی کٹی باتین سنائین . میرزا صاحب نے اسکا جواب الجواب لکھا، اور اوسکے پانچ نسخے نواب مرزا خان داغ دھلوی کے توسط سے نواب خلد آشیان کی خدمت مین نذر گزرانکر ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۵ ع کو نوابصاحب کو لکھا :

«ایك عبارت کا ایك جزو بطریق خط ایك انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا هو . پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا هو . پانچ رسالی وہ میریطرف سی نذر گزرانینگی . حضرت قبول نذر کو میرا عز و شرف جانین گی .» (۳)

اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ رسالۂ مذکورہ شروع اگست سنہ ۶۵ مین شایع ھوا تھا .

انتخاب دیوان اردو

نوابِ خلد آشیان اساتذۂ فارسی و اردو کے منتخبہ اشعار کی ایك بیاض مرتب فرمانا چاھتے تھے . اسکے لئے میرزا صاحب کے چیدہ چیدہ اشعار کی بھی ضرورت تھی . لھذا اونھون نے ۲۵ اگست سنہ ۱۸۶۶ ع کو میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ اپنے اردو اور فارسی کلام کا انتخاب روانا فرمائیے، تا کہ

(۱) مکاتیب، ص ۵۳ (۲) ایضاً، ص ۵۳ (۳) ایضاً، ص ۵۷

مجموعۂ مذکور مین شامل کیا جائے۔ میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو جواباً تحریر کیا:

«اردو کا دیوان ایک شخص کو دیا ھی۔ .... بعد اتمام تحریر نذر کیا جائیگا۔» (۱)

۱۸ ستمبر کو پھر تحریر کیا:

«خاطر اقدس مین نگزری که غالب تعمیل احکام مین کاهل ھی۔ بصارت مین فتور۔ ھاتھ مین رعشه۔ حواس مختل۔ ناچار کاتب کی تلاش کی۔ شہر سراسر ویران ھی۔ کاتب کہان؟ باری ایك دوست نی کاتب نشان دیا۔ اردو کا دیوان اشعار پر صاد کرکی اوسکو حواله کیا۔ کل وه اجزای منقوله آئی۔ آج بطریق پارسل مع اس عرضی کی ارسال کیی۔ خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا۔ حضرت کو کیونکر پسند آئیگا۔ اغلاط اتنی تھی که مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی۔» (۲)

۲۴ ستمبر کو سه باره اردو دیوان کا اسطرح ذکر کیا ھے:

«اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ھون۔ یقین ھو که حضرت کی نظر انور سی گزر گیا ھو۔» (۳)

انتخاب دیوان فارسی

اسی سلسله مین میرزا صاحب نے اپنی فارسی غزلون کا انتخاب بھی روانا کیا تھا۔ ۱۰ ستمبر کے خط مین اسکے متعلق فرماتے ھین:

«فارسی دیوان کا شیرازه کھولکر چند شخصون کی حوالی کیا ھو۔» (۴)

۱۸ ستمبر کے عریضه مین دیوان اردو کے ارسال کی اطلاع کے بعد لکھتے ھین:

«فارسی کی کلیات کا شیرازه کھولکر اجزا اوسکی احباب پر تقسیم کردیئی ھین۔ جابجا اشعار پر صاد کردیئی ھین۔ وه بھی میری انتخاب کی مطابق نقل ھو رھی ھین۔ بعد اتمام وه بھی پیشکش کرونگا۔» (۵)

میرزا صاحب نے یه انتخاب ۲۴ ستمبر کو روانا کرکے بطریقِ اطلاع سرکار کو لکھا:

«آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریق پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ھون۔ ... اس درویش نی صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ھی۔ قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا۔ اگر حکم ھو تو وه بھی بھیجون۔» (۶)

لیکن اغلب یه ھے که سرکار نے ان اصنافِ نظم کا انتخاب طلب نہین فرمایا۔ ان دونون نسخون کے متعلق ص ۷۹ کا حاشیه نمبر ۱ ملاحظه کیجیے۔

(۱و۴) مکاتیب، ص ۷۹ (۲و۵) ایضاً، ص ۸۰ (۳و۶) ایضاً، ص ۸۱

تلامذہ

میرزا صاحب کے شاگردون کی تعداد خاصی ہے. لیکن مکاتیب مین صرف چند اصحاب کا ذکر آیا ہے. ان مین سے باقرعلیخان اور حسین علیخان سببی خاندان کے عنوان کے ماتحت مذکور ہوچکے. بقیہ اصحاب حسبِ ذیل ہین.

نیر

نواب ضیاءالدین خان بہادر نیّر و رخشان ابن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ و لوھارو میرزا صاحب کے ارشدِ تلامذہ مین تھے. نواب خلد آشیان نے ۲۵ اگست سنہ ٦٦ع کے فرمان مین میرزا صاحب سے ارشاد فرمایا تھا کہ بھائی ضیاءالدین خانصاحب کے کلام کا انتخاب بھی بھجوائیے. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو لکھا :

« بھائی ضیاءالدین خان کا مجموعۂ نظم و نثر فارسی و اردو سراسر دیکھا ہوا میرا، جو اونکی کتابخانی مین تھا، غدر مین لٹگیا. بعد غدر ذوق شعر باطل اور دل افسردہ ہوگیا. دو تین غزلین فارسی و ہندی جو لکھی ہین اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا. »[1]

۲٤ ستمبر کو انتخابِ دیوانِ فارسی کیساتھ جو عریضہ بھیجا تھا اوسمین ضیاءالدین خان بہادر کے بارے مین تحریر کیا ہے :

« بھائی ضیاءالدین خان بہادر نی جو اوراق میری پاس بھیجی ہین وہ بھی اس پارسل مین رکھدیئی ہین. حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا. بعد غدر جو کچھ کہا ہو وہ یہی ہی، جو پہنچتا ہو. »[2]

نواب ضیاءالدین خان بہادر کیلئے ص ۷۹ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو.

ناظم

میرزا صاحب کے دوسرے قابلِ فخر شاگرد، جنکا مکاتیب مین اسلئے

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۹ (۲) ایضاً، ص ۸۲

بارھا ذکر آیا ھے کہ ابتدائی ٤٢ عرایض اون کے نام ِ نامی سے معنون ھین ، نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان ناظم تخلص ھین . چونکہ دیباچہ مین موصوف الذکر کی شاگردی سے بالتفصیل بحث کیگئی ھے ، نیز اونکے سوانح پر ایك مختصر نوٹ مکاتیب کے آغاز مین درج ھے ، اسلئے یہان صرف ذکر پر اکتفا کیا جاتا ھے .

نواب خلد آشیان

نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان بھی میرزا صاحب کے زمرۂ تلامذہ کے رخشندہ گوھر ھین . آپ نے ٢٧ اگست ٦٦ ع کو ایك فارسی نثر میرزا صاحب کو بغرض ِ اصلاح بھیجی تھی ، اور گرامی نامۂ مورخۂ ٢ اکتوبر مین تحریر فرمایا تھا :

« مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است . » (١)

بعض وجوہ سے یہ رشتہ پایدار ثابت نہ ھوا ، اور غالباً صرف ایك نثر پر میرزا صاحب اصلاح دیسکے . مکاتیب ِ ھذا کی بڑی تعداد آپ کی خدمت ِ اقدس مین لکھی گئی ھے . چونکہ آپ کے نام کے عرایض کے شروع مین سوانح ِ حیات پر مشتمل ایك نوٹ اضافہ کردیا گیا ھے ، اسلئے یہان تفصیل کی حاجت نہین .

---

(١) مکاتیب ، ص ٨٢ ، حاشیہ نمبر ١ .

لوازمات امارت

شاگرد پیشه

ایک عریضه مین میرزا صاحب نے اپنے ملازمون کا بھی اجمالی ذکر کیا ھے. فرماتے ھین:

«حضور کی عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا ھو. عالم الغیب جانتا ھو جسطرح گزرتی ھو.» (۱)

اس سے معلوم ھوتا ھے که میرزا صاحب کے ملازمون کی تعداد خاصی تھی، اور یه که وه اس غربت مین بھی لوازماتِ امارت کے پابند تھے. ان خدمتگارون مین سے بعض کا تذکره میرزا صاحب کے دوسرے سفرِ رامپور کے ضمن مین آئیگا.

مختار کار

میرزا صاحب نے روسا کیطرح مالی اور دیگر دفتری کاروبار کے انصرام کیلئے مختار کار بھی رکھ چھوڑا تھا. یه قوم کا بنیا اور ساھوکاری پیشه تھا. بسا اوقات اسی سے میرزا صاحب قرض بھی لیا کرتے، اور اسی کے ھاتھ سرکارِ رامپور کی فرستاده ھنڈوی فروخت کر ڈالتے تھے.

۱۳ اگست سنه ۱۸٦٦ ع کے عریضه مین میرزا صاحب نے پہلی بار اسکا ذکر کیا ھے. فرماتے ھین:

«آج آخر روز توقیع وقیع مع جولائی کی تنخواه کی ھنڈوی کی پہنچا. ھنڈوی مختار کار کو دی اور یه عرضی لکھنے بیٹھا.» (۲)

بعد ازان ۱۸ ستمبر سنه ۱۸٦۸ ع کو منشی سیلچند کے نام کے مکتوب مین لکھتے ھین:

«اگلے مہینے یعنی اگست سنه ۱۸٦۸ کی تنخواه کی ھنڈوی جو تم نے بھیجی تھی اوسکا روپیه ابتک نہین پٹا. مین تو جسدن ھنڈوی آتی ھی اوسیدن یا دوسری دن اپنے مختار کار کے ھاتھ، که وه بھی مہاجن ھو، بیچ ڈالتا ھون. مگر اوس مختار کو جسکو ھان ھنڈوی آتی ھی اوسنے روپیه ابتک نہین دیا.» (۳)

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۵ (۲) ایضاً، ص ٧٦ (۳) ایضاً، ص ۱۱٦

انگریزی تعلقات

دیرینہ نمکخوار

حکومتِ انگلشیہ سے میرزا صاحب کے تعلق کا آغاز اونکے چچا نصراللہ بیگ خان بہادر کے توسط سے ہوتا ہے. نصراللہ بیگ خان بہادر انگریزی فوج مین رسالدار، اور پرگنۂ سونک سونسا کے جاگیردار تھے. میرزا صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد چچا کی سرپرستی مین پرورش پا رہے تھے کہ سنہ ۱۸۰۶ ع مین، جبکہ انکی عمر ھنوز دس سال کی بھی نہ ہوئی تھی، نصراللہ بیگخان بہادر کا انتقال ہوگیا. لارڈ لیک بہادر نے دیرینہ خدمات کا لحاظ کرکے جاگیر کے عوض اونکے متعلقین کی پنشن مقرر کرادی، اور اسطرح میرزا صاحب انگریزون کے وظیفہ خوار بنگئے. یہ پنشن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ، برادرِ نسبتیِ نصراللہ بیگخان بہادر، کے خزانہ سے ملتی تھی. لیکن اونکے جانشین، نواب شمس‌الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دھلی کے قتل کرانے کے الزام مین پھانسی دیدیگئی، اور فیروزپور کی جاگیر ضبط ہوگئی، تو میرزا صاحب اور دیگر ورثایِ نصر اللہ بیگخان کی پنشن خزانۂ کلکٹریِ دھلی سے تقسیم ہونے لگی اور اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع تک میرزا صاحب کو ملتی رھی.

میرزا صاحب اپنی اس «دیرینہ نمکخواری» کے متعلق نواب فردوس مکان کو تحریر کرتے ھین:

«حالی رای جہان آرای باد، کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم. و از سر آغاز سال یکہزار و هشتصد و شش، کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود نصراللہ بیگخان بہادر، کہ با جمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیک بہادر در فتح هندوستان کوششهای نمایان کردہ، و پرگنۂ سونک سونسا بقید حین حیات جاگیر

یافته ، و هم دران عهد بمرگ ناگاه از جهان رفته بود ، بفرمان جرنیل لاڑد لیك بهادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بهادر در وجه معاش من منجملۀ زر استمراری سرکاری ، که بذمۀ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانۀ کلکتری دهلی صورت پزیرفت . چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکتری دهلی یافته ام . » (۱)

دربار اور خلعت

پنشنخوار کی حیثیت سے میرزا صاحب اهم شخصیت کے مالك نه تھے . اونہین ساڑھے سات سو روپیے سالانه یا ساڑھے باسٹھ روپیه ماهوار کا معمولی وظیفه ملتا تھا . نواب خلد آشیان کو ۵ ستمبر سنه ۶۷ ع کے عریضه مین لکھا ھے :

« باسٹھ روپئی آٹھ آنی مهینا انگریزی سرکار سی بعوض جاگیر پاتا هون . » (۲)

در اصل اونکا حقیقی اعزاز یه تھا که گورنر جنرل کے دربار مین داهنی صف مین دسوین کرسی اور سات پارچے مع جیغه ، سرپیچ و مالای مروارید خلعت پاتے تھے . نواب فردوس مکان کو یه تفصیل لکھتے ہوے فرماتے هین :

« مین انگریزی سرکار مین علاقه ریاست دودمانی کا رکھتا هون . معاش اگرچه قلیل هی ، مگر عزت زیاده پاتا هون . گورمنٹ کی دربار مین داهنی صف مین دسوان لمبر اور سات پارچی اور جیغه ، سر پیچ ، مالای مروارید خلعت مقرر هی . » (۳)

غدر اور قصور خدمت

سرکار انگریزی سے میرزا صاحب کے تعلقات مئی سنه ۵۷ ع تك خوشگوار تھے . جب دهلی اور دیگر اطرافِ ملك مین انگریزون کے خلاف فوج اور رعایا نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ، اور شاہِ ظفر مطلق العنان حکمران قرار دیے گئے ، تو میرزا صاحب کیلئے بجز گوشه گیری کوئی چارۀ کار نرها . کیونکه اگر اپنی محسن سرکار کا ساتھ دیتے ، تو باغی گھر بار لوٹ لیجاتے ، اور اهلِ قلعه کی کھلم کھلا حمایت کرتے ، تو بصورتِ ناکامی انگریزون کی طرف سے بدسلوکی کا خوف تھا . نصیب کی تائید سے میرزا صاحب کی تدبیر کارگر هوئی ، اور وه

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ (۲) ایضاً ، ص ۹۶ (۳) ایضاً ، ص ۲۱

ز — مکاتیب غالب

شہر دھلی کے اندر باغیـون کیساتھ « بیاطن بیگانه و بظـا هرآشنا » ایام گزاری کرتے رھے . تا آنکه انگریزی فوج نے دوبارہ شہر فتح کیا ، اور اون اشخاص کی دار و گیر شروع ہوئی ، جنھون نے باغیون کی جنبه داری کی تھی . اھلِ شہر نے انگریزی سپاہ کے داخلِ شہر ہوتے ھی بھاگنـا شروع کردیا ، لیکن میرزا صاحب اپنی جگه سے نه ھلے . شہر مین تحقیقات شروع ہوئی . مخبرون نے اطلاعین بہم پہنچاکر باغیون کی تلاش مین گورنمنٹ کی مدد کی ، مگر باوجودِ تعلقِ قلعه میرزا صاحب کے دامنِ وفاداری پر دھبـه نه آیا . حکام کو میرزا صاحب کے قیامِ دھلی کی اطلاع ھـوئی ، مگر اونھون نے اس سے دلچسپی نلی . خود میرزا صاحب نے کسی حاکم سے اسلئے ملنـا مناسب نه جانا که موجوده اصحاب مین اونکا کوئی شـناسا نه تھا . نتیجـه یه ھوا که کچھ عرصه کیلئے انکے تعلقاتِ انگریزی منقطع ہوگئے . دورانِ بغاوت مین نواب فردوس مکان نے انگریزون کی بڑی امداد کی تھی . میرزا صاحب اس حقیقت سے واقف تھے . جب غدر کی آگ بجھ گئی ، تو انھون نے از راہِ مصلحت ۱٤ جنوری سـنه ۱۸۵۸ ع کو اپنی ساری روداد نوابصاحب کو لکھی ، اور آخر مین عرض کیا :

« راستی اینکه درین فتنه و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام . لیکن مقام شکر است که به تقدیم نرسیدن خدمت از راه بیدستگاهیست و ذریعهٔ اخلاص و خلوص همان بیگناهیست . » (۱)

بعد ازان ۷ نومبر سنه ۵۸ ع کو تحریر کیا ھے :

« خدا کا شکر یه که باوجود تعلق کسیطرح کی جرم کا به نسبت میری احتمال بھی نہین . » (۲)

اسی سلسله مین ۷ نومبر سـنه ۵۹ ع کو لکھتے ھین :

« ابتك مین اپنی کو یه بھی نہین سمجھا که بیگناہ ھون یا گناھگار . مقبول ھون یا مردود . مانا که کوئی خیرخواھی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ھون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ھوئی جو دستور قدیم کو برھم ماری . » (۳)

مسدودی دربار و خلعت و پنشن

میرزا صاحب نے ایامِ غدر مین جو رویه اختیار کیا تھا اوسکی بنا پر

(۱) مکاتیب ، ص ۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۲

حکومتِ انگلشیہ کی نظر مین مجرم ثابت نہوے کہ سزا دیجاتی، لیکن کسی خاص خدمت کے انجام ندینے کے سبب اس کے بھی مستحق خیال نہ کیسے گئے کہ پنشن، دربار اور خلعت بحال رکھا جائے. چنانچہ یہ تینون اعزاز بند ہوگئے. نواب فردوس مکان کو ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کے عریضہ مین دربار و خلعت کے ذکر کے بعد لکھا ھے:

« لاڑد ھاردنگ صاحب کے عہد تک پایا. لاڑد دلہوسی یہان آئے نہین. اب یہ نواب معلی القاب آئے ھین. زمانے کا رنگ اور. کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین. بڑے میری مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب. وہ بھی چیف سکرتر نرھے. لفٹنٹ گورنر ھوگئے. وہ سکرتر رھتے تو مجھے کچھ غم نہ تھا.» (۱)

پنشن کی مسدودی کے بارے مین ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے محولۂ بالا عریضہ مین لکھتے ھین:

« چنانکہ تا انجام اپریل سنہ ۱۸۵۷ از کلکتری دھلی یافتہ ام. و از مئی خود آشکار است کہ حال چیست.» (۲)

اسکے بعد ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو تحریر کرتے ھین:

« جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے. خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے. خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے. گویا بن کھائے جیناھے.» (۳)

پنشن کی بحالی کی کوشش

غالباً مئی سنہ ۱۸۰۶ ع سے اپریل سنہ ۵۷ ع تک میرزا صاحب کو خاندانی وظیفہ ملتا رھا. مئی مین غدر ھوگیا اور چند ماہ تک اھلِ دھلی اور گورنمنٹ کے تعلقات منقطع رھے. فتحِ دھلی کے بعد جنوری سنہ ۵۸ ع تک میرزا صاحب نے اسلئے تجدیدِ راہ و رسم کی سعی نکی، کہ شناسا حاکمون مین سے اب کوئی نہ رھا تھا، اور نئے حکام سے ملاقات کی تقریب کوئی خدمت ھونی چاھیسے تھی، جو از راہِ احتیاط انھون نے انجام نہین دی تھی. چنانچہ ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے عریضہ مین نواب فردوس مکان کو لکھاھے:

(۱) مکاتیب، ص ۲۲ (۲) ایضاً، ص ۱۲ (۳) ایضاً، ص ۱۵

«از سر آغاز سال ۱۸۰۶ ... بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود ... مشت زری ... در وجه معاش من .... قرار یافت .... چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کالکتری دهلی یافته ام. و از مئی خود آشکاراست که حال چیست . ... می بایست که خود سلسله جنبان گشتمی. و با حکام پیوستمی. درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقه معرفتی ندارم . و معهذا موقع و محل آن نمی نگرم که نامه نویسم ، و خواهش ملاقات بمیان آورم. راستی اینکه درین فتنۂ و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام. » (۱)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴ جنوری اور ۲۵ مارچ سنہ ۵۸ ع کے درمیان ھی مین بحالیِ پنشن کی سلسلہ جنبانی شروع کردی تھی. اسلئے کہ نواب فردوس مکان کی بالواسطہ دعوتِ رامپور کے جواب مین صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کو ۲۵ مارچ سنہ ۵۸ ع کو لکھتے ھین :

« مین نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی. وھان سے صاحب کمشنر شہر کو وہ درخواست حوالہ ہوئی. صاحب کمشنر دہلی نے صاحب کلکٹر شہر سے کیفیت طلب کی ھے. پس اگر وہ کیفیت پنسن کی ھے تو یہان کی کالکٹری کا دفتر اگر نہین رہا نہ رھے . ریذیڈنٹی کے دفتر اور لفٹنٹ گورنری آگرہ اور نواب گورنر جنرل کلکتہ کے دفتر اس پنسن کی کیفیت سے خالی نہین ھین . اور اگر میری کیفیت مطلوب ھے ، تو میرا بیجرم اور بری اور الگ ہونا فساد سے از روی دفتر قلعہ و اظہار مخبرین ظاہر ھے . بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کالکٹر سے طلب کرکر چیف کمشنر کے ساتھ پنجاب کو گئے ھین . دیکھیے کب آوین، اور بعد ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین . » (۲)

مداحون مین نام

اس عرصہ مین میرزا صاحب نے مداحانِ حکومتِ انگلشیہ مین اپنا نام درج کراکے وزرای ملکۂ معظمہ کے دو سارٹیفکٹ حاصل کرلئے تھے . لیکن اسکے باوجود نومبر سنہ ۵۸ع تک پنشن جاری نہوئی، اور جب شہر مین یہ افواہ مشہور ہوئی کہ جنوری سنہ ۱۸۵۹ ع مین پنشندارون کو روپیہ ملیگا ، تو ۷ نومبر سنہ ۵۸ع کو میرزا صاحب نے از راہِ شکایت نواب فردوس مکان کو لکھا :

« قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے . گویا بن کھائے جینا ھے . کہتے ھین کہ جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیہ ملیگا .

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱-۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۰

دیکھئی کیا نیا گل کھلایگا . پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ھی ، کہ اب قلمرو ہندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ھی . مین پہلی سی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون . اور وزرای ملکۂ دارادربان کی دو سارتی فکٹ پا چکا ہون . » (۱)

اسکے جواب مین نوابصاحب نے لکھا کہ آپ رامپور تشریف لے آئیے. میرزا صاحب نے ۳ دسمبر کو جواباً تحریر کیا :

«میری حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھی ، مین وہان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ھی . اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن . سنا جاتا ھی ، اور یقین بھی آتا ھی ، کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی . جسکو روپیہ ملنا ھی اوسکو روپیہ ، جسکو جواب ملنا ھی اوسکو جواب ملجائی . » (۲)

عرضی کی روداد

جنوری سنہ ۵۹ ع پر دو مہینہ اور گزرگئے ، مگر ہنوز مقدمۂ پنشن فیصل نہوا . سرکار نے ۱۳ اپریل کو پھر دعوتِ آمدِ رامپور دی ، تو میرزا صاحب نے امیدِ وصولیابیِ پنشن کا گیت گاتے ہوے لکھا :

«مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ھی ، اور ہنوز صدرکو روانا نہین ہوئی . نواب گورنر جنرل لاڑد کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری کواغذ طلب کئی ، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئی . وہان سی کلکتہ کو بھیجی جائینگی . پھر وہان سی حکم منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا . » (۳)

راہ چارہ مسدود

جب مہینے پر مہینا گزرنے لگا ، اور پنشن کا تصفیہ نہوا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع کو مجبوراً لکھا :

«ابتک مین اپنی کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ہون یا گناہگار . مقبول ہون یا مردود . مانا کہ کوئی خیرخواہی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ہون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ہوئی جو دستور قدیم کو برہم ماری . بہر حال راہ چارہ مسدود اور دکھ موجود . عرفی خوب کہتا ھی :

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ زند بفرقم و گوید کہ ہان سری میخار . » (٤)

نواب فردوس مکان کی سفارش

نواب فردوس مکان اپنے استاد کی پریشانی سے کماحقہ واقف تھے . آپ نے از راہِ نوازش اکثر انگریز حکام سے اسلئے میرزا صاحب کی تعریف کی

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۵ (۲) ایضاً ، ص ١٦ (۳) ایضاً ، ص ۱۹ (٤) ایضاً ، ص ۲۲

کہ انکے سابقہ مدارج بحال ھوجائین ۔ اور جب میرزا صاحب کا یاسنامہ مورخۂ ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع مطالعہ فرمایا تو تسکینِ خاطر کیلئے لکھا :

« مشفقا! ھنگام ملاقات کی اکثر صاحبان ذیشان سی تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپکا عمل مین آیا ھی ۔ اللہ تعالی کی فضل اور قدر دانی سرکار دولتمدار سی یقین واثق ھی کہ جو مدارج شریف آپکو قدیم سی ھین، پیشگاہ گورنمنٹ سی بھی اوسی مطابق ظھور مین آویگا ۔ کسواسطی کہ اھالی سرکار ابد قرار قدردان و قـدر شناس ھین ۔ » (۱)

اقبال کی تائید

سرکار کی سفارش بارآور ھوئی ، اور پنشـنداروں کا نقشہ بعدِ صدور حکم صدر سے واپس آگیـا ۔ میرزا صاحب نے ۱۲ اپریل سـنہ ۶۰ ع کو ان الفـاظ مین سرکار کو اطلاع دی :

«عالم دو ھین ۔ ایک عالم شہادت ، ایک عالم غیب ۔ جسطرح عالم شہادت مـین آپ میری دستگیری کررھی ھین ، عالم غیب مین آپکا اقبال مجکو مـدد پہنچا رھا ھی ۔ تفصیل اس اجمال کی یہ کہ وہ نقشا پنسنداروں کا جو یہاں سی صدر کو گیـا تھا ، وہ اب صدر سی بعد صدور حکم آگیا ۔ حکم بہ نسبت ھر واحد کی مختلف ھی ۔ تقلیل بہت ھی ۔ سو روپیہ مہینی والیکو پچہتر بھی ھین اور پچیس بھی ھین اور دس بھی ھین ۔ اب فرمائیے میریواسطی کیا احتمال گزرتا ھی ۔ یاس کلی ھی ۔ لیکن واقعہ یہ ھوا ھی کہ سب سی پہلی میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم ۔ طرفہ یہ کہ میری نام کی ساتھ ایک انگریزی تحریر ھی ، کہ جسکی دیکھنی سی یہ معلوم ھوتا ھی کہ گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع ھی ۔ حکام کی عملہ مین اور وکلا اور اھل شہر مین یہ مشہور ھی کہ وہ تحریر ولایت سی آئی ھی ۔ بہر حال دو امر ھنوز مبہم ھین ۔ ایک اس انگریزی تحریر کا حال اور دوسری میری بھائی کی پنسن کی حقیقت ۔ سو یہ دونوں امر چند روز مین معلوم ھوجائینگی ۔ اور جو معلوم ھوگا وہ عرض کیا جائیگا ۔ » (۲)

خداساز بات

میرزا صاحب نے ۴ مئی سـنہ ۶۰ ع کو زرِ پنشن وصول کرلیا ۔ اھلِ دھلی نے اس اجرا کو نواب فردوس مکان کی سعی و کوشش کا نتیجـہ قرار دیا ۔ میرزا صاحب ان مراتب سے سب سے زیادہ آگاہ تھے ، اور جنوری سنہ ۶۰ ع مین رامپور آتے وقت بعض احباب کو یہ لکھ بھی چکے تھے کہ

(۱) مکاتیب ، ص ۲۳ ، حاشیہ نمبر ۲ (۲) ایضاً ، ص ۲۶

اِس سفر کا مقصد یہ ھے کہ نوابصاحب کے ذریعہ گورنمنٹ سے میری صفائی هوجائے. لیکن اسکے باوجود جب یوسف مرزا صاحب نے لکھا کہ خواجہ جان کی زبانی معلوم ہوا ھے کہ والیِ رامپور کی کوشش سے آپکی پنشن جاری ہوگئی، تو اسکے جواب مین میرزا صاحب نے اجرایِ پنشن کو مسبب الأسباب کی طرف منسوب کرتے ہوئے حقیقتِ حال کے اظہار سے اغماض کیا. فرماتے ھین:

«خواجہ جان جھوٹ بولتا ھو. والی رامپور کو اس پنسن کے اجرا مین کچھ دخل نہین. یہ کام خدا ساز ھو بعلی بن ابیطالب علیہ السلام.» (۱)

بحالی دربار و خلعت کی کوشش

اوپر عرض کیا جاچکا ھے، کہ میرزا صاحب گورنر جنرل کے دربار مین خلعتِ ھفت پارچہ اور سہ رقومِ جواھر لارڈ ھارڈنگ صاحب کے وقت تک حاصل کرتے رھے. لارڈ ڈلھوسی نے دلی آکر دربار نہین کیا. اسلئے سنہ ۱۸٤۸ ع سے غدر سنہ ۵۷ ع تک میرزا صاحب کو شرکتِ دربار اور حصولِ خلعت کا کوئی موقع میسر نہ آیا. غدر کے بعد بعذرِ اشتباہ پنشن بند ہوئی تو دربار و خلعت کی امید بھی جاتی رھی. لیکن اجرایِ پنشن کے بعد میرزا صاحب نے بحالیِ دربار کی درخواست کی، جسپر عرصہ تک تحقیقات ہوتی رھی.

گورنر کا دربار اور خلعت

سہ شنبہ ۳ مارچ سنہ ۱۸٦۳ ع کو[۲] سر رابرٹ منٹگمری لفٹنٹ گورنر پنجاب نے دلی مین دربار کیا. میرزا صاحب کو بھی شرکت کا حکم ملا. یہ اوس روز نہ گئے. دوسرے دن گورنر نے یاد کیا، تو خیامِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳۱

(۲) مولانا مہر نے «غالب» صفحۂ ۲۳۹ اور ۲٤۱ پر لکھا ھو کہ مارچ سنہ ۱۸٦۲ ع مین دربار و خلعت بحال ہوی. یہ رای درست نہین ھو. دراصل یہ مارچ سنہ ۱۸٦۳ ع کا واقعہ ھو. کیونکہ نواب فردوس مکان اور میرزا صاحب کی مراسلت کا ھر خط مورخہ ھی. اور جن خطون مین زیر بحث مسئلہ کا ذکر آیا ھو وہ سنہ ۱۸٦۲ ع کے نہین، بلکہ سنہ ۱۸٦۳ ع کے تحریر شدہ ھین. غالباً اردوی معلی کے مطبوعہ نسخہ کی غلطی طباعت سے مہر صاحب کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی. نیز اردوی معلی ص ۱۱۲ پر میرزا تفتہ کے نام کے مکتوب کی تاریخ ٤ فروری بھی غلط ھو. اسکو ٤ مارچ ہونا چاھیے.

گورنری مین حاضر ہوے. صاحب نے خلعت دیا اور فرمایا کہ گورنر جنرل بہادر کا دربار انبالے مین ہونیوالا ہے. آپ وہان بھی تشریف لیجائیے، اور دربار مین شریك ہوکر خلعتِ معمولی حاصل کیجیے. میرزا صاحب نے غالباً ٤ مارچ کو سرکار سے زادِ راہ کیلئے عطیہ کی درخواست کی. ١١ کو سرکار نے ٢٠٠ روپیہ بھیجے. ١٦ مارچ کو میرزا صاحب روپیہ کی رسید کیساتھ نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین :

«اب سنیئے اپنی دعاگو کی داستان. منگل ٣ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے خلعت عطا کیا، اور فرمایا کہ ہم تمہین مژدہ دیتے ہین کہ نواب گورنر جنرل بہادر نے اپنی دفتر مین تمھاری دربار اور خلعت کے بدستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا. مین نے عرض کیا کہ مین انبالے جاؤن؟ فرمایا البتہ انبالے جانا ہوگا.

بعد جناب نوابصاحب کے جانیکے شہر مین شہرت ہوئی کہ دلی کے لوگ انبالے جانے سے ممنوع ہین. گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا. آپ خط اپنا دے آیا. زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا. پھر خط کے جواب مین خط محررۂ ٧ مارچ آیا. چنانچہ لفافہ بلحاظ گرانی وزن رہنے دیتا ہون. اور خط بجنسہ حضرت کو بھیجتا ہون. کل سے ایک اور خبر اوڑی ہے کہ نصیب اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے. انبالے مین دربار نکرینگے، اور شملہ کو چلے جائینگے. اب مین دو وجہ سے بین السفر والسکون متردد ہون. پہلی وجہ خاص اور دوسری وجہ عام. دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا ہے، اور سو مہاجن کے ہان ڈاك اور خرچ راہ کیواسطے رہنے دیے ہین. تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا. جو حکم آئیگا، آپ سے عرض کرکے اوسکی تعمیل کرونگا.» (١)

گورنر جنرل کے دربار مین نجاسکے

نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کے عریضۂ مورخۂ ١٦ مارچ کے جواب مین کمشنر صاحب کے خط کا جسقدر مضمون دوہرایا ہے (٢) اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نے یہی لکھا تھا کہ آپ انبالے نجائین. اتفاقاً اسی زمانہ مین میرزا صاحب کے پھنسیان بھی نکل آئین. اسلئے مجبوراً خود انبالے جانیکے بجائے اپنا قصیدہ، جو معمولی نذر تھی، بطریقِ ڈاك بھیجکر شکریہ کے جوابی فرمان پر قناعت کرلی. اور ٤ اگست سنہ ١٨٦٣ع کو نواب فردوس مکان کو تحریر کیا :

---

(١) مکاتیب، ص ٣٥ (٢) ایضاً، ص ٣٧، حاشیہ نمبر ١

« جب انبالی میرا جانا نہوا تو مین نے قصیدۂ مدح، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا، بطریق ڈاک جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نواب معلی القاب کی نظر سے گزرانین۔ اور یہ دستور قدیم تھا کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکام ماتحت مجکو آجاتا۔ اب جو مین نے موافق معمول قصیدہ بھیجا، یقین ہی کہ مارچ یا اپریل کے مہینے مین وہ لفافہ یہان سے لشکر کو گیا۔ "صدائی بر نخاست"۔ نا امید ہوکر بیٹھرہا۔ بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسم تحریر خطوط نرہی تو دربار و خلعت کہان۔ ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاک مین آیا۔ وہی افشانی کاغذ۔ وہی القاب۔ جی چاھتا تھا کہ اصل خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین۔ مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا۔ نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون۔ »(۱)

لیکن اسکے بعد زندگی بھر میرزا صاحب کو گورنر جنرل کے دربار کی شرکت کا موقع نملا، اور یہ آرزو بھی دوسری بہت سی آرزوون کیساتھ پیوندِ خاک ہوگئی۔

گورنر کا دوسرا دربار اور خلعت

سر ڈانلڈ میکلوڈ گورنرِ پنجاب نے ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ع کو دلی مین دربار کیا۔ میرزا صاحب اس مین شریک اور «خلعتِ ہفت پارچہ وسہ رقمِ جواہر» سے مشرف ہوے۔ رامپور اس زمانہ مین نواب خلد آشیان کی زیرِ حکومت تھا۔ دربار کے دوسرے دن میرزا صاحب نے سرکار کو لکھا:

« حضرت کی توجہ باطنی، جو ہمیشہ میری مصلح حال اور افزایش عز و وقار کی کفیل ہی، بعد ادای شکر الہی، اوسکا سپاس بجا لاتا ہون۔ پیش از غدر گورمنٹ کی دربار مین ۷ پارچہ اور جیغہ، سرپیچ، مالای مروارید، تین رقمین جواہر کی مجکو ملتی تھین۔ بعد غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رہا، لیکن خلعت موقوف ہوگیا۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کا کل ۱۲ پر چار بجے دربار تھا۔ حکم سب درباردارون کو پہنچ گیا تھا۔ مین نواب مہدیعلیخانصاحب کو رخصت کرکے گھر آیا۔ دو گھنٹے کے بعد دربار مین گیا۔ خیال یہی کہ ملاقات ہوگی۔ ایک رباعی کاغذ مذہب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا۔ کلمات عنایت سنکر چلا آؤنگا۔ نہ مجھی کچھ احتمال۔ نہ صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم۔ باری بر وقت ملاقات تعظیم معمولی اور مصافحہ کرکے لاڑد صاحب نے کھڑے کھڑے جیغہ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا، اور فرمایا «یہ ہم نے آپکے واسطے رکھا تھا»۔ مالای مروارید میر منشی نے گلے مین ڈالدی۔ ... مین اس عطیہ کو آپکی بخشش معنوی سمجھتا ہون۔ »(۲)

یہ میرزا صاحب کا آخری دربار اور خلعت تھا۔ اسکے بعد فروری سنہ ۶۹ع تک کسی دربار کی شرکت کا ذکر نہین ملتا۔

---

(۱) مکاتیب، ص ۳۷ (۲) ایضاً، ص ۸۷

بہادر شاہِ ظفر سے تعلقات

تاریخ نویسی

دلی کے لال قلعه سے میرزا صاحب کے تعلقات ذاتی تھے. لیکن پہلے صرف مختلف تقریبون مین آمد و رفت رہا کرتی تھی. شاہِ ظفر کے عہد مین رشتۂ ملازمت بھی پیدا ہوگیا اور سلاطینِ تیموریه کی تاریخ نویسی سپرد ہوئی. نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین :

« پیوند تعلق با بہادر شاه جز آن نبود که از ہفت ہشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه..... می پرداختم . »[۱]

یه عریضه ۱٤ جنوری سنه ۱۸۵۸ ع کو لکھا گیا تھا. اس حساب سے اونکے تعلقِ خدمت کا آغاز سنه ۱۸٤۹ ع یا سنه ۱۸۵۰ ع سے ہونا چاہیے. خواجه حالی مرحوم نے اس واقعه کا سال متعین کرتے ہوے صرف سنه ہجری ۱۲٦٦ لکھا ہے[۲]، جو ۱۷ نومبر سنه ۱۸٤۹ ع سے شروع ہوکر ۵ نومبر سنه ۱۸۵۰ ع پر ختم ہوتا ہے. مولانا مہر فرماتے ہین که میرزا صاحب کو قلعه کی پہلی تنخواه جون سنه ۱۸۵۰ سے ملی[۳]. اس حساب سے میرزا صاحب کے تخمینی سنینِ تعلقِ قلعه مین سے سنه ۱۸۵۰ ع درست ہوگا.

اصلاح اشعار

میرزا صاحب کی ملازمت کو ٤ سال ہوے تھے که شیخ ابراهیم ذوق، استادِ شاہِ ظفر، کا انتقال ہوگیا. بادشاہ نے اصلاحِ اشعار کی خدمت بھی میرزا صاحب کے سپرد کردی. میرزا صاحب نے محولۂ بالا عریضه مین اسکا بھی ذکر کیا ہے. فرماتے ہین :

« و از دو سه سال باصلاح اشعار شہریار می پرداختم . »

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۲ (۲) یادگار غالب، ص ۳۳ (۳) غالب، ص ۱۳۹

اس تخمینه کی رو سے تعلقِ استادی سنه ۱۸۵٤ ع یا ۱۸۵۵ ع مین شروع هوا. خواجه صاحب نے یہان بھی سنه هجری ۱۲۷۱ پر اکتفا کی هے[1]، جو ۲٤ ستمبر سنه ۱۸۵٤ ع سے شروع هو کر ۱۳ ستمبر سنه ۱۸۵۵ ع پر ختم هوتا هے. قاموس المشاهیر سے معلوم هوتا هے که ذوق نے ۲٤ صفر سنه ۱۲۷۱ ھ کو انتقال کیا[2]، جو ۱٦ ماهِ اکتوبر سنه ۱۸۵٤ ع کے مطابق هے. لهذا سنه ۱۸۵٤ ع سالِ تعلقِ استادی هونا چاهیے.

خطاب شاهی

بہادر شاه نے میرزا صاحب کو «نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ» خطاب عطا فرمایا تھا. مکاتیب کے متن مین اس کا مذکور نہین. لیکن عریضهٔ اول مورخهٔ ۲۸ جنوری سنه ۵۷ ع کے آخر مین مہر کے اندر پورا منقوش هے. مہر مین سنه ۱۲٦۷ ھ سال کنده هے، جو سنه ۱۸۵۰ ع کے مطابق هے. اس سے معلوم هوتا هے که ملازمتِ شاهی کے موقع پر تقررِ تنخواه کیساتھ خطاب بھی عطا هوا تھا[3].

---

(۱) یادگار غالب، ص ۳۵ (۲) قاموس المشاهیر، ج ۱، ص ۲٤۷ (۳) یادگار غالب، ص ۲۳ سے بھی اسکی تایید هوتی هو. اسلئے سال ملازمت هی کو عطای خطاب کا سال شمار کرنا چاهیے.
ح ــ الف

تعلقاتِ رامپور

ریاستون سی تعلق کی نوعیت

میرزا صاحب کو اپنی عالی نسبی پر ہمیشہ فخر رہا ۔ وہ اوس زمانہ مین بھی، جبکہ سر پر مصائب کے بادل منڈلا رہے تھے ، اور ہر چہار طرف نفسی نفسی کا عالم تھا ، اپنی نسبی انفرادیت کے گیت گاتے رہے ، اور «زادشم و افراسیاب» کو نہ بھولے ۔

لیکن سنہ ۱۸۴۷ ع مین ایک ایسا روح فرسا واقعہ پیش آیا ، کہ کچھ عرصہ کیلئے اونکے ہوش پراگندہ ہوگئے ۔ اوس عہد کے روسا چوسر و شطرنج کے ذریعہ وقت گزاری کیا کرتے تھے ۔ میرزا صاحب کا خاندان بھی امارت کے ان لوازمات سے عاری نہ تھا ۔ اسلئے یہ بھی چوسر کے دلدادہ ہوگئے تھے ۔ مگر کھیل مین سرگرمی پیدا کرنے کیلئے بازی لگاکر کھیلا کرتے ۔ کوتوالِ شہر نے از راہِ عداوت جوے کا مقدمہ قائم کرکے مجسٹریٹ کی عدالت مین چالان کردیا ، اور ولیعہدِ ہندستان کی سفارش کے باوجود میرزا صاحب کو ٦ ماہ کی سزا ہوگئی ۔ تین مہینے کے بعد اوسی مجسٹریٹ کی رپورٹ پر انہین رہا کردیا گیا ۔ لیکن اس غیر شریفانہ برتاؤ سے انکی حسِ غیرت سخت مجروح ہوئی ، خود اپنی نظر مین شرافتِ خاندان پر دھبہ آگیا ، اور یہ اپنے آپکو روسای ہندوستان سے ملنے جلنے کے قابل شمار کرنے سے احتراز کرنے لگے ۔

سنہ ۱۸۵۲ ع مین ریاست جیپور سے اتفاقاً رابطہ پیدا ہوا ۔ میرزا تفتہ نے اسکی تفصیلات دریافت کرتے ہوے لکھا کہ میرا بھی خیال رہے ۔ اسکے جواب مین جمعہ دھم دسمبر سنہ مذکورہ کو میرزا صاحب نے لکھا :

«جیپور کا امر محض اتفاقی ہی ۔ بی قصد و بی فکر درپیش آیا ہی ۔ ہوسنا کانہ ادھر متوجہ ہوا ہون ۔ بوڑھا ہوگیا ہون ۔ بہرا ہوگیا ہون ۔ سرکار انگریزی مین بہت بڑا پایہ رکھتا تھا ۔ رئیسزادون مین گنا جاتا تھا ۔ پورا خلعت پاتا تھا ۔ اب بدنام ہوگیا ہون ۔ بہت بڑا دھبہ لگ گیا ہی ۔ کسی ریاست مین دخل نہین کرسکتا تھا ۔ مگر ہان استاد یا پیر یا مداح بنکر راہ و رسم پیدا کرون ۔ کچھ آپ فائدہ اوٹھاؤن ۔ کچھ اپنی کسی عزیز کو وہان داخل کردون ۔ دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہی ؟ » (۱)

چونکہ استاد یا پیر بنکر ملنے مین ان کا درجہ کم از کم والیِ ریاست کے مساوی ہوجانا یقینی تھا ، اور بصورتِ مداحی ممدوح سے مساوی برتاؤ کی آرزو نہین پیدا ہوتی ، اسلئے ان صورتون مین میرزا صاحب کو اپنے اخلاقی دھبے کے احساس کا خطرہ نہ تھا ، اور اب وہ ہر ریاست سے اسی قسم کے تعلقات کے خواہان تھے ۔

رامپور سی ابتدائی تعلق

نواب سید غلام محمد خان بہادر (نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ) کے صاحبزادے اپنے والدِ ماجد کی تخت سے دستبرداری کے بعد حکومتِ انگلشیہ کی زیرِ حمایت رامپور سے باہر اقامت گزین ہونے پر مجبور ہوے تھے ، اور سابقہ تعلقات کی بنا پر دارالسلطنتِ دھلی کو اپنا مستقر بنایا تھا ۔ میرزا صاحب جس زمانہ مین دلی تشریف لائے یہ خاندان وہان فروکش تھا ۔ چونکہ یہ حضرات صاحبِ علم و فضل تھے ، اسلئے انسے میرزا صاحب کے روابطِ خلوص و اتحاد پیدا ہوگئے ۔

ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے ان روابط کا تذکرہ کیا ھے ۔ فرماتے ہین :

« ہمدرین کنج ، کہ مسکن منست ، شنیدہ ام کہ والاشان زین العابدین خان بہادر بشہر آمدہ اند ۔ نیازمندی من با مرحومی نواب عبداللہ خان بہادر ، و مہرورزی من با اصغر علیخان مرحوم ، و محبت و خلت من با نواب عبدالرحمن خان بہادر مغفور کجا دیدہ اند ، و آن مدارج کی در نظر دارند ، کہ ایشان را در ضمیر میگزشت کہ گدای گوشہ نشین را باید دید ۔ » (۲)

نواب فردوس مکان کی شاگردی

نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے سنِ شعور مین قدم

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۱۳ (۲) مکاتیب ، ص ۱۳

نواب فردوس مكان كى تخت نشينى اور رشتۂ استادى كى تجديد

اس مراسلت كے پندرا سال بعد اپريل سنه ١٨٥٥ ع مين نواب جنت آرامگاه نے وفات پائى ، اور نواب سيد يوسف عليخان بهادر فردوس مكان تخت نشين هوے . ميرزا صاحب نے قديم رابطه كو مدِ نظر ركهتے هوے قطعۂ تاريخِ جلوس ارسال كيا.(١) ليكن معلوم هوتا هے كه دربارِ رامپور سے اسكا كوئى جواب نه گيا ، اور تقريباً دو سال تك تجديدِ تعلقات كى يه كوشش بارآور نهوئى .

حسنِ اتفاق سے مولانا فضل حق خيرآبادى رامپور مين فروكش تهے . اونهون نے حق دوستى ادا كيا ، اور وقتاً فوقتاً سركار كے روبرو ميرزا صاحب كى اسقدر تعريف و توصيف كى ، كه سركار انكے كلام كے مشتاق هوگئے . جب حالات سازگار نظر آئے ، تو مولانا نے ميرزا صاحب كو لكها كه سركار كى خدمتِ مبارك مين « نامۂ بندگى » اور قصيدۂ مدحيه ارسال كرين . مولانا كا نامۂ گرامى ميرزا صاحب كو ٢٧ جنورى سنه ١٨٥٧ ع كو موصول هوا . ٢٨ جنورى كو انهون نے بتعميلِ ارشاد نواب فردوس مكان كى خدمت مين پهلا عريضه ارسال كيا . اسكے جواب مين سركار نے ٥ فرورى كو اپنے كچه اشعار بغرضِ اصلاح بهيجے اور اونكے ساته تحرير فرمايا :

« نميقۂ انيقۂ بلاغت آگين مشعر رسيد خط مولويصاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با ديگر مراتب محبت و اشفاق بعبارت رنگين و دقيق در عين انتظار سرمه كش عيون وصول نشاط شمول گرديده ، باطلاع خيريتها سرمايۂ سرور نامحصور افزوده ، از مزيد شفقت و ايتلاف قلبى متصور شد . » (٢)

اس فرمان نے ميرزا صاحب مين نيا ولوله پيدا كيا ، اور انهون نے ١١ فرورى كو سركار كى مدح مين قصيدۂ مدحيه نظم كركے بذريعۂ ڈاك ارسال كيا . اسكى ايك نقل ميرزا صاحب نے مولانا كى خدمت مين بهى بهيجى تهى ، جو اونهين الور مين موصول هوئى . وهان سے ١٠ ماه اپريل كو مولانا نے سركار كو تحرير كيا :

« بعز عرض ميرساند ، كه خير سگال بافضال ايزد يهمال بصحت و اعتدال بالور رسيده ملاطفۂ

---

(١) ملاحظه هو مكاتيب غالب ، ص ٣ (٢) ايضاً ، ص ٤ ، حاشيه نمبر ١

مرزا صاحب مشفق نجم الدوله مرزا اسد الله خانصاحب متخلص بغالب مع قصیدۂ میمیه ، که در مدح حضور فیض معمور منظوم کرده اند ، از داکخانه یافت . مرزا صاحب موصوف در ثنا و ستایش موزونی طبع اقدس و توصیف غزلهائی ، که نزد شان شرف ارسال یافته بودند ، و شکر و سپاس عطای مبلغ پانصد روپیه ، که بدو دفعه بمرزا صاحب موصوف عنایت شدند ، اسهاب در تحریر فرموده اند . حالانکه طبع اقدس در علوم عقلیه و فنون حکمیه آنچنان دقیقه رس ، که عدیل آن در مملکت هندوستان ، که حال علمای آن تفصیلا معلوم است ، کمتر بلکه معدوم است . نظم شعر و فهم آن و ابداع معانی تازه و مضامین مبتکره و سرد الفاظ فصیحه و تراکیب بلیغه بحسب اوزان عروض نسبت بعلو طبع اقدس و بلندی افکار صایبه از ادنی مراتب است . مرزا صاحب ازین حال لاعلم اند . طبع عالی و فکر صایب در دقایق حکمیه و معضلات فلسفیه بجای میرسد ، که رسیدن افهام علام اعلام تا آن مقام معلوم الانتفاست . درین سخن هیچ مبالغۀ و اغراق نیست . حضور لامع النور بنفس نفیس امتحانات فرموده اند ، و تکریر امتحان هم سهل است . و نظر بهمت والا در جود و سخا بذل آلاف الوف را اقل قلیل توان پنداشت . مرزا صاحب حق سپاسگزاری ادا کرده اند . نظم قصیدۂ مدحیه در غایت بلاغت و انسجام است . غالباً شرف اندوز ملاحظۂ والا شده باشد . »(۱)

مولانا کی اس تحریر نے میرزا صاحب کے سابقہ تعلقات از سرِ نو استوار کردیئے ، اور ایك مخلص دوست کی کوشش سے میرزا صاحب کی یہ تجویز کہ «آیندہ ریاستون مین پیر یا اوستاد بنکر رسوخ حاصل کرنا چاھییے» ریاست رامپور مین کامیاب ہوگئی .

نواب فردوس مکان کا سال شاگردی

نواب فردوس مکان کے سالِ تلمذ کا تذکرہ میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین کیا ھے . لیکن تقریباً ھر خط مین اونکا بیان دوسرے خط سے مختلف ھے . مارچ سنه ٦٠ ع مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ھے کہ نواب فردوس مکان سنه ۵۵ ع مین میرے شاگرد ھوے . فرماتے ھین :

«سنه ۱۸۵۵ ع مین نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور ، که میری آشنای قدیم ھین ، اس سال یعنی سنه ۱۸۵۵ مین میری شاگرد ھوی . «ناظم» اونکو تخلص دیا گیا . بیس پچیس غزلین اردو کی بھیجتی . مین اصلاح دیکر بھیجدیتا . گاہ گاہ کچھ روپیه اودھر سی آتا رھتا . قلعه کی تنخواہ جاری . انگریزی پنسن کھلا ھوا . اونکی عطایا فتوح گنی جاتی تھی . جب وہ دونون تنخواھین جاتی رھین ، تو زندگی کا مدار اونکی عطیه پر رھا . بعد فتح دھلی وہ ھمیشه

(۱) مثل نمبر (۲۵۹) ، صیغۂ احباب ، عہد نواب فردوس مکان ، محکمۂ دارالانشا

میری مقدم کی خواهان رهتی تهی . مین عذر کرتا تها . جب جنوری سنه ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سی وه جواب پایا که جو اوپر لکهہ آیا هون ، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا .» (۱)

اسی ماه مین منشی هرگوپال تفته کو لکھتے هین :

«نواب یوسف علیخان بهادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چهه برس سی میری شاگرد هین . آگی گاه گاه کچهہ بهیجدیا کرتی تهی . اب جولائی سنه ۱۸۵۹ سی سو روپیه مهینا ماه بماه بهیجتی هین .» (۲)

اس تخمینه کی رو سے نواب فردوس مکان کا سالِ شاگردی سنه ٥٤ یا ٥٥ ع قرار پاتا ھے . لیکن ۳۰ جولائی سنه ۱۸٦٥ ع کو میان داد خان سیاح کو تحریر کیا ھے :

«ایك قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بهیجتی تهی ، اور سو روپیه مهینا ماه بماه بسبیل هنڈوی بهجواتی تهی .» (۳)

اس حساب سے نواب فردوس مکان کو سنه ٥۳ ع مین میرزا صاحب سے مشورهٔ سخن آغاز کرنا چاهیے . میرزا صاحب کے سوانح نگارون مین سے مولانا مهر نے سنه ٥٥ ع اختیار کیا ھے(٤) . غالباً اسکی وجه یه هوگی که بظاهر اول الذکر دونون سنه تخمینی اور یه واقعی ھے . لیکن فی الحقیقت یه سنه بهی تخمینی ھے ، اور میرزا صاحب کے دوسرے تخمینی اعداد و شمار کیطرح دو سال قبل کی تاریخ بتاتا ھے .

ابهی عرض کیا جا چکا ھے که میرزا صاحب نے ۲۸ جنوری سنه ٥٧ ع کو اپنا پهلا «نامهٔ بندگی» ارسال کیا تها ، اور اوس مین یه عرض کیا تها ، کہ سنه ٥٥ ع مین قطعهٔ تاریخِ جلوس کا ارسال سابقه تعلق کی بنا پر تها . اب یه عریضه مولانا فضل حق خیرآبادی کے ارشاد کی تعمیل مین لکهہ رها هون . اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ٥ فروری سنه ٥٧ ع کو گرامی نامه تحریر فرمایا . جسکا ضروری حصه اوپر نقل کیا جا چکا ھے . اس مین یه الفاظ ارادهٔ تلمذ پر دال هین :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۸۳ و عود ، ص ۱۳٦ . عود مین «پنسن کهلی هوئی» بصیغهٔ مونث هی .
(۲) اردوی معلی ، ص ٥٤ (۳) ایضاً ، ص ١٦ (٤) غالب ، مصنفهٔ مولانا مهر ، ص ۱٤۱

«مشفقا ! هرچند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود ، لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولویصاحب صدر الوصف دلم خواست ، که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود. چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید ، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده ، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت . چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند . » (۱)

میرزا صاحب نے ۱۲ فروری کو اس فرمان کے جواب مین عریضه نمبر ۳ تحریر کیا ، اور اوس مین غزلیات اور هنڈوی کے پهنچنے کی اطلاع کے بعد عرض کیا که

«اشعار خود بهنگام خویش خواهد رسید . »

نیز ۱۵ فروری کو اصلاح شده غزلون کے ساتھ جو عریضه بهیجا اوس مین تخلص کے متعلق لکھا :

«مین نهین چاهتا که آپکا اسم سامی اور نام نامی تخلص رهے . ناظم ، عالی ، انور ، شوکت ، نیسان ، ان مین سے جو پسند آوے وه رهنے دیجے . مگر یه نهین که خواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تخلص منظور هو تو بهت مبارك . » (۲)

سرکار نے یکم مارچ کو جواباً تحریر فرمایا :

« منجملهٔ الفاظ تخلص لفظ «ناظم» مطبوع طبع نیاز گشت . » (۳)

ان تصریحات سے واضح هوتا هے که نواب فردوس مکان ۵ فروری سنه ۵۷ ع کو میرزا صاحب کے شاگرد هوے ، ۱۵ فروری کو میرزا صاحب نے اونهین تخلص کیلئے چند الفاظ لکھے ، اور یکم مارچ سنه ۵۷ ع کو سرکار نے « ناظم » تخلص پسند آنے کی میرزا صاحب کو اطلاع تحریر فرمائی .

ایك غلط فهمی

منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم نے نواب فردوس مکان کے تذکره مین تحریر فرمایا هے :

«طبیعت ازل سے موزون پائی تهی . سخنگوئی کا ذوق ، اردو شعر فرمانے کا شوق تها . پہلے مومن خانصاحب دهلوی سے مشوره رها . پهر مرزا اسد الله خان غالب سے تلمذ هوا . آخر آخر بوضع

(۱) مکاتیب ، ص ٤ ، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً ، ص ۷ (۳) ایضاً ، ص ۸ ، حاشیه نمبر ۱

اوستادان لکھنو موزون فرمانی لگی . منشی مظفر علی صاحب کو ، جو آج لکھنو مین سحبان عصر یکتای دھر ھین ، کلام دکھانی لگی . » (۱)

جہانتك حکیم مومن خان مرحوم کی شاگردی کا تعلق ھے ، سرکار کے اس بیان کی موجودگی مین کہ « کاتب را اتفاقِ موزونیتِ یك مصرعہ ھم اتفاق نشدہ بود » اسکی کوئی گنجایش باقی نہین رھتی ، کہ ایك لمحہ کیلئے بھی امیر مینائی کے بیان کو تسلیم کیا جائے . اسلئے کہ اگر نواب فردوس مکان مومن سے اصلاح لے چکے ھوتے تو میرزا صاحب کو یہ کبھی تحریر نفرماتے ، کہ مجھے ابھی تك ایك مصرعہ موزون کرنیکا بھی اتفاق نہین ھوا ھے .

البتہ منشی مظفر علیصاحب اسیر لکھنوی کی شاگردی کا مسئلہ باقی رھتا ھے . اسکے متعلق عرض یہ ھے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی حیات مین انتقال فرمایا ھے ، اور جیسا کہ عریضہ نمبر ٤٤ بنام نواب خلد آشیان سے معلوم ھوتا ھے ، آخر وقت تك سرکار میرزا صاحب کے پاس اپنا کلام بھیجتے رھے . اس حالت مین یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی زندگی مین اور اونسے اصلاح لیتے ھوے اسیر لکھنوی سے کیون اور کب مشورۂ سخن کیا . غالباً امیر مرحوم کے پاس اس کا جواب صرف یہی ھوگا کہ نواب فردوس مکان کے آخری کلام مین لکھنوی اثر کا پایا جانا اس مدعا کے ثبوت کی اھم دلیل ھے .

مجھے اس خیال سے اتفاق ھے کہ سرکار کے آخری کلام مین لکھنویت پائی جاتی ھے . لیکن صرف وجودِ لکھنویت تلمذ کی دلیل نہین بن سکتا . خود امیر صاحب کے آخری کلام مین دھلویت پائی جاتی ھے . مگر اسوجہ سے کسی نے بھی اونھین مرزا داغ کا شاگرد تسلیم نہین کیا . میری ناقص رای مین امیر صاحب کو غلط فہمی ھوئی ھے . اور وہ اسطرح کہ سنہ ٦٤ع مین

(۱) انتخاب یادگار ، ص ۷۰

میرزا صاحب نے ضعفِ پیری اور غلبۂ امراض کے باعث سرکار سے استدعا کی تھی کہ مجھے اصلاح سے معاف رکھا جائے[1]. اس زمانہ مین دیگر درباری شعرا کیساتھ سرکار نے منشی اسیر سے بھی کسی وقت دو چار الفاظ مین مشورہ کرلیا ہوگا. امیر مینائی مرحوم نے اس مساویانہ مشورۂ سخن کو تلمذ سمجھکر دربارِ رامپور سے اپنے رشتۂ استادی کو قدیم بنایا ہے اور بس.

اس خیال کو مزید تقویت بہم پہنچتی ہے جب ہم دیکھتے ہین، کہ نواب فردوس مکان نے متعدد مقطعون مین میرزا غالب کی استادی کیطرف اشارہ کیا ہے، لیکن اسیر کا ذکر کہین نہین کیا. اگر وہ بھی استاد ہوتے تو اونکا مذکور بھی کسی نہ کسی جگہ ضرور آنا چاہیے تھا.

غدر اور میرزا صاحب کی خیرخواہی

میرزا صاحب کے جدید رشتۂ استادی کے قیام پر چند ماہ گزرے تھے، کہ غدر سنہ ۵۷ ع کے آثار پیدا ہونے لگے. میرزا صاحب نے اپنے محسن شاگرد کی خدمت مین کچھ خطوط لکھے، جو اونکی حسبِ ہدایت چاک کردیے گئے. اس ہدایت کی وجہ بجز اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آتی، کہ ان تحریرون کا مضمون سیاسیات سے متعلق تھا. اسلئے کہ جب آتشِ غدر بھڑك اوٹھی، اور نواب فردوس مکان کیلئے ناگزیر ہوگیا کہ اپنا رویہ متعین کرین، تو اونھون نے انتہائی ہوشمندانہ طریقِ کار اختیار کیا. دستنبو مین میرزا صاحب اس رویہ کے متعلق لکھتے ہین:

«چشم بد دور! فروزندۂ ہور، نواب یوسف علیخان بہادر فرمانروای رامپور، کہ از دیر باز دران سر زمین بمرزبانی و شاہ نشانی نیاگان خویش را جانشین است، و با جہانبان انگلند در مہرورزی و یکدلی استواری پیمانش بدان آئین است، کہ دست روزگار در ہزار سال بہزار گونہ کشاکش آنرا نیارد گسست، چار ناچار بفرستادن پیام خشك زبان ہمسایگان از گفتگو بست.» (۲)

یہ رویہ جسے میرزا صاحب نے «پیامِ خشك» سے تعبیر کیا ہے، اوسوقت تك

---

(۱) اردوی معلی، ص ٦٤

(۲) کلیات نثر فارسی، ص ۳۸۷

کامیاب نہین ھوسکتا تھا ، جبتك حالات کا صحیح علم اور اونکے پیدا ھونے کے واقعی اسباب قبل از وقت نہ معلوم ھوچکے ھون .

ترك مراسلت

غدر کیساتھ حکومتِ ہند کے سلسلۂ نامہ رسانی مین اختلال واقع ھوگیا . نیز دھلی سے خط و کتابت کرنے مین کاتب و مکتوب الیہ کیلئے لال قلعہ یا حکومتِ ہند کی نظر مین مشتبہ قرار پانے کا خطرہ تھا ، اسلئے قاصد کے ذریعہ «خیریت گوئی و عافیت جوئی» بھی سہل اور بیخطر نرھی تھی . ادھر نواب فردوس مکان روھیلکھنڈ کی بغاوت فروکرنے مین منہمك تھے . ان حالات کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرزا صاحب اور سرکار مین اگست سنہ ۵۷ ع سے جنوری سنہ ۵۸ ع تك مراسلت نہوسکی .

عریضہ نمبر ۷ مین میرزا صاحب اس ترکِ مراسلت کا شکوہ کرتے ھوے لکھتے ھین :

«در زمان چیرہ دستی کورنمکان سپاہ روسیاہ سر رشتۂ یام از هم گسست . ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست . درین روزگار ، کہ فرمان داوران دادگر روائی و سلسلۂ آمد شد نامہ رسائی یافت ، نامہ در یام روان داشتہ شد ، و نا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شد ، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد ، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشد .... بہ نگاشتن این نامہ زحمت اوقات ملازمان ازان رو روا داشتہ ام ، کہ اگر نفرستادن نامہ محض از روی احتیاط است هویدا گردد ، کہ در عنایت تفریط و در رعایت افراط است .» (۱)

میرزا صاحب کی مالی پریشانی اور تقرر وظیفہ

میرزا صاحب کو خزانۂ کلکٹری سے ساڑھے باسٹھ روپیہ ماھوار پنشن ملا کرتی تھی جسے غدر کے بعد تعلقِ قلعہ کے سبب سے گورنمنٹ نے مسدود کردیا . امن کے بعد میرزا صاحب نے بیگناھی ظاھر کی ، لیکن عرصہ تك شنوائی نہوئی . غدر سے قبل نواب فردوس مکان وقتاً فوقتاً عطیات بھیجتے رھتے تھے . چنانچہ میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو ان عطیات کے بارے مین لکھا ھے :

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ و ۱۴

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور، کہ میری آشنای قدیم هین، اس سال ... میری شاگرد هوی. ناظم اونکو تخلص دیا گیا. بیس پچیس غزلین اردو کی بهیجتی. مین اصلاح دیکر بهیجدیتا. گاه گاه کچهه روپیه اودهر سی آتا رهتا.» (۱)

لیکن ایامِ غدر مین وہ بهی امداد نکرسکے. بعدِ غدر متعدد بار دو سو ڈهائی سو روپیے نقد عطا کیے. مگر میرزا صاحب کو اوقات بسر کرنے کیلئے ماهوار امداد کی ضرورت تهی. لهذا انهون نے «یوسفِ رامپور» کے حضور مین ماهانه پرورش کی درخواست ارسال کی. سوءِ اتفاق سے مثل مین یه درخواست موجود نہین. البته عریضه نمبر ۱۳ مورخهٔ ۱۸ اپریل سنه ۵۹ ع مین ایك حسنِ طلب پر مشتمل نیازنامه کا ذکر هے. فرماتے هین :

«امی نیازنامه مین کچهه حسن طلب بهی تها. افسوس که ایسا خط ضروری نه پہنچی.» (۲)

چونکه اول الذکر عریضه سرکار کو موصول نهوا، اور دوسرے مین اوس حسنِ طلب کی تصریح نه تهی، اسلئے مجبوراً ۱۰ جولائی سنه ۵۹ ع کو میرزا صاحب نے ایك اور عریضه ارسال کیا. امثال مین یه عریضه بهی موجود نہین هے. لیکن سرکار کے جوابی فرمان مورخهٔ ۱٤ ذیحجه سنه ۱۲۷۵ ھ مطابق ۱٦ جولائی سنه ۵۹ ع سے اسکے مضمون پر روشنی پڑتی هے. سرکار نے ارشاد فرمایا هے :

«... سامی صحیفهٔ تلطف آگین مورخه دسوین اس مهینے جولائی سنه حال کا بیچ عین انتظار کے غازه آرای چهرهٔ وصول نشاط شمول کا هوا، اور اوپر مراتب مرقومه کے مطلع کیا. اور ان غزلون کی اصلاح سی مخلص کو کمال مسرت هوئی. اور بنظر آپکی زیرباری کے اس مهینه جولائی سی سو روپیه مهینا مقرر کیا گیا. اور دفتر مین نام آپکا مندرج کیا گیا. هر مهینه تنخواه مقرره پهونچیگی. یقین هو که آپ بهی محمول کمال محبت مین فرماوینگی. ....»

اس فرمان سے معلوم هوتا هے که اوس زمانه مین میرزا صاحب نے کسی وجه سے مراسلت کم کردی تهی، مگر سرکار اونکے خط کے منتظر تهے. جب ۱۰ جولائی کے عریضه مین اونهون نے اپنی زیرباری کا ذکر کیا، تو سرکار نے از راهِ پرورش سو روپیه ماهوار تنخواه مقرر فرمادی. سرکار کا روبکارِ تقررِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ و عود، ص ۱۳٦ (۲) مکاتیب ص ۱۹

وظیفہ ١٦ جولائی کو صادر ھوا، اور میرزا صاحب کو پہلی تنخواہ کی ہنڈوی ٢٨ ذیحجہ سنہ ۷۵ ھ مطابق ٣١ جولائی سنہ ٥٩ ع کو روانا کیگئی.

اپریل سنہ ٦٠ ع مین میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو جو خط لکھا ھے اوس مین بھی جولائی سنہ ٥٩ ع سے تنخواہ جاری ھونیکا ذکر ھے. فرماتے ھین:

«قرارداد یہ ھو کہ نوابصاحب جولائی سنہ ١٨٥٩ سے، کہ جسکو یہ دسوان مہینا ھو، سو روپیہ مجھی ماہ بماہ بھیجتی ھین.» (١)

ہنڈوی بھیجنے کا طریقہ

چونکہ میرزا صاحب رامپور مین فروکش نہ تھے، اسلئے اونہین ہر مہینے کی دسوین بارھوین تاریخ تک سو روپیہ کی ہنڈوی سرکار کے گرامی نامہ کیساتھ ملفوف بھیجی جاتی تھی. بعض عرایض مین میرزا صاحب نے لکھا ھے کہ پہلی دوسری تاریخ تک روپیہ بھیجدیا جایا کرے. سرکار نے اسکو منظور بھی فرما لیا ھے، اور دفتر کو حکم بھی ھو گیا ھے، لیکن بالعموم ان تاریخون کے بعد ھی روپیہ روانا کیا گیا. میرزا صاحب کے مکتوب مورخۂ ٣٠ جولائی سنہ ٦٥ ع بنام میان داد خان سیاح سے معلوم ھوتا ھے، کہ سرکار میرزا صاحب سے روپیہ کی رسید نہین لیتے تھے. میرزا صاحب لکھتے ھین:

«ایک قرن ١٢ برس سے فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی، اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتی تھی. اوس مغفور کی اندازہ دانی دیکھی کہ مجھسے کبھی اوس روپیہ کی رسید نہین لی. اپنی خط مین ہنڈوی بھیجا کرتی. مین خط کا جواب لکھ بھیجتا. اس ماھانہ کی علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتی رھتی. فتنہ و فساد کی دنون مین قلعہ کی آمد مفقود. انگریزی پنسن مسدود. یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رھا، تب میری اور میری متوسلون کی زیست ھوئی.» (٢)

اس مکتوب مین رسید سے میرزا صاحب کی مراد باضابطہ رسید ھوگی. ورنہ سرکار کے ہر فرمان مین روپیہ کی وصولیابی سے مطلع کرنے کی خواھش اور میرزا صاحب کے تمام ماھانہ عرایض مین روپیہ کی رسید کی اطلاع درج ھے.

---

(١) اردوی معلی، ص ١٦٢ و ٥٤ (٢) اردوی معلی، ص ١٦

مولانا مہر کا قیاس

میرزا صاحب کی تنخواہ کے تقرر کے سلسلہ مین مولانا مہر فرماتے ھین :

«غدر کے بعد جب قلعہ کی تنخواہ جاتی رھی ، اور خاندانی پنشن بند ھوگئی ، تو غالب نے ایک فارسی قصیدہ نواب یوسف علیخان کے پاس بھیجا ، جس مین گہری دوستانہ روابط کا ذکر کرتے ہوے نوابصاحب کے تغافل کا شکوہ کیا گیا تھا . ... اس قصیدہ پر نواب یوسف علی خان مرحوم نے سو روپیہ ماھوار کا وظیفہ غالب کیلئے مقرر فرمادیا. جو ماہ بماہ نواب صاحب خود غالب کو بھیجدیتے تھے .» (۱)

لیکن مجھے مولانا کی رای سے اتفاق نہین. اسلئے کہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے سرکار سے ترکِ مراسلت کا شکوہ کیا ھے. اگر یہ قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا لکھا ھوا ھوتا تو شکوہ نادرست تھا. کیونکہ سرکار کا وہ فرمان ، جو اطلاعِ تقررِ وظیفہ کے سلسلہ مین میرزا صاحب کو لکھا گیا تھا ، سرکار کیطرف سے شکوۂ ترکِ مراسلت پر مشتمل ھے. دوسرے اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے گورنمنٹ کیطرف سے بریلی کا علاقہ عطا ھونے کی مبارکباد تحریر کی ھے. یہ علاقہ پرگنۂ کاشی پور ضلعِ مرادآباد عطا کردۂ اپریل سنہ ۶۰ ع کے عوض مین سرکار کو ملا تھا. اگر میرزا صاحب کا قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا ھوتا تو اوس مین توقیعِ بریلی کا مذکور نہونا چاھئے تھا.

مولانا مہر کے اس قیاس کی وجہ خود اونکے الفاظ سے یہ معلوم ھوتی ھے ، کہ اس مین میرزا صاحب نے اپنی تنخواہ کے تقرر کی درخواست کی ھے. اگر قصیدہ تقررِ تنخواہ کے بعد لکھا گیا ھوتا ، تو اس مین عنایت کا شکریہ ادا کیا جاتا. مولانا کے الفاظ یہ ھین :

«اسکے بعد نواب صاحب کو توقیع بریلی کی مبارکباد دیتے ھین اور فرماتے ھین کہ مین مفتی یا قاضی یا شحنہ یا عامل کے عہدے کا طلبگار نہین ، بلکہ صرف یہ چاھتا ھون کہ میرا حصہ مجھے ماہ بماہ پہنچتا رھے .» (۲)

حالانکہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے صرف سالانہ امداد کی درخواست

---

(۱) غالب ، ص ۱۴۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۴۲

ی — مکاتیب غالب

کی ہے جو تقررِ تنخواہ کے بعــد بھی ہوسکتی تھی ۔ اسلئے اس کو تقررِ تنخواہ کی بنا قرار دینا مناسب نہین ۔ میرزا صاحب کا قصیدہ حسب ذیل ہے:

«چون نیست مرا شربت آبی ز تو حاصل   دانم که تو دریائی و من سبزهٔ ساحل
در بادیه بر گور غریبان ز چه سوزد   آن شمع فروزان که بود در خور محفل
زان خسرو خوبان چه قدر چشم وفا بود   صد حیف که شد نقش امیدم همه باطل
افسانهٔ غم گر بسرایم نبود عیب   با دوست که پیوسته همی برد غم از دل
میگویم و همدم زندم طعنه که «تن زن   چون می ندهد داد، ز فریاد چه حاصل؟»
از طعنه شدم خسته دل و از ره تیمار   دل گفت که هان شیوهٔ عشاق فروهل
تا کس نبرد ظن که بشاهد بودم روی   حاشا که حکایت کنم از لیلی و محمل
شاهد بود آن دوست که اندر غزل او را   خوانند ستمگارهٔ و خونخوارهٔ و قاتل
من نالم ازان دوست که در عالم انصاف   شایان بودش گویم اگر خسرو عادل
او خسرو خوبان بود و بنده گدایش   او قلزم و عمان بود و من خس ساحل
گر خواجه همانست و گر دوست همانست   مائیم و یقینی که بوحدت شده کامل
خود هرچه سرودم همه با اوست کزین پیش   امیدگهم بود بهر وادی و منزل
یا رب چه شد اینك که نگیرد خبر از من   بربسته برویم در ارسال رسائل
ای «یوسف» ثانی که بود در همه عالم   مشتاق جمال تو، چه دیوانه چه عاقل
گر نام تو در بحر نگنجید زیان نیست   شد نام نظیر تو و هم نام تو داخل
تا نزد تو چون آیم و دور از تو چه سازم   ماندن ز تو دشوار و رسیدن بتو مشکل
ای کاش بکوی تو چنین روی نمودی   زیسان که فرو رفته مرا پای درین گل
چونست که گاهی نکنی روی بدین سوی   از چیست که هرگز ندهی وایه به سائل
گر جان دهم از غصه تو دانی که بگیتی   حرفی غلط از صفحهٔ هستی شده زائل
خواهی که مرا بنگری از دور بفرمای   تا نزد تو آرند یکی طائر بسمل
از صنعت استاد ازل دان که ز هر سوی   چون قبله نما سوی تو ام ساخته مائل
«غالب» بسخن نام من آمد ازل آورد   دانی که درین شیوه نیم عامی و جاهل
در فن سخن دم مزن از عرفی و طالب   این آیهٔ خاصست که بر من شده نازل
من گنجم و گردون به گل اندوه درم را   می بین، در گنج ارچه کشودن شده مشکل
خود در خور ویرانه بود گنج گرانمند   غم نیست گر آبادی دهلی شده زائل
هاروت فسون نفس گرم چه داند   اعجاز ز دهلی بود و سحر ز بابل
آنرا که صریر قلمم هوش رباید   دیگر نبرد ذوق ز آواز عنادل
توقیع «بریلی» بتو فرخنده که من نیز   بستم بفره مندی خویش از کرمت دل
حاشا که ستانم رقم قاضی و مفتی   حاشا که پزیرم عمل شحنهٔ و عامل

بفرست خردمند کسان را بحکومت — در جیب گدا ریز قلیلی ز مداخل
هر سال ازان شهر بمن وایه روان دار — کز بهر همین گشته در اقطاع تو شامل
امید که لب تشنگی من نه پسندی — زان رشحه که بر صفحه فشانی ز انامل
امید که بپزیری و بر من نکنی قهر — نپزیرم اگر معذرت فرط مشاغل
امید که آن شیوه نورزی که نگویم — کز درد دلم فارغ و از من شده غافل
ای رای تو در روشنی از مهر فزون تر — ای روی تو در حسن دو چند از مه کامل
تا مهر بیك سال کند دائره را دور — تا ماه بیك ماه کند قطع منازل
باشی بسپهر شرف آن ماه که باشد — در نور به خرشید جهانتاب مقابل» (۱)

اصلاح مین تاخیر

میرزا صاحب کی طرف سے نواب فردوس مکان کے کلام پر اصلاح دینے مین تاخیر بھی ہوجاتی تھی. چنانچه متعدد فرامین مین تعجیل کا تقاضا اور بعض مین تاخیر کا شکوه نظر آتا ھے. اس کا سبب میرزا صاحب کی علالتِ طبع تھی. ۲۰ نومبر سنه ٦١ع کے ایك مکتوب بنام میان داد خان سیاح مین میرزا صاحب نے لکھا ھے:

«اندنون ضعف دماغ، دوران سر مین ایسا مبتلا هون که والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ھوا ھی. دیکھنے کی بھی نوبت نہین آئی. تمھاری بھیجی ھوئی غزلین سب محفوظ دھری ھوئی ھین. خاطر جمع رکھو. جب نوابصاحب کی غزلین دیکھونگا، تو یه بھی دیکھی جائینگی.» (۲)

ایکبار تفته کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ھوئی. اونہون نے تقاضائی خط لکھا. اسپر ۱٤ اکتوبر سنه ٦۲ع کو میرزا صاحب نے تحریر فرمایا ھے:

«بھائی! تم سچ کہتے ھو که بہت مسودے اصلاح کیواسطے فراھم ھوے ھین. مگر یه نه سمجھنا که تمھاری ھی قصائد پڑی ھین. نوابصاحب کی غزلین بھی اسیطرح دھری ھوئی ھین. برسات کا حال تمھین بھی معلوم ھی .... اب نجات ھوئی ھی. نوابصاحب کی غزلین اور تمھاری قصائد دیکھی جائینگی. .... مین ناتوان بہت ھوگیا ھون. گویا صاحب فراش ھون. کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اوٹھ بیٹھتا ھون. ورنه پڑا رهتا ھون. لیٹے لیٹے خط لکھتا ھون. لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ھون. الله! الله! الله!» (۳)

اس جواب پر ایك ماه گزر گیا، لیکن هنوز تفته کو اصلاح شده قصائد نه ملے. اونہون نے پھر شکایت آمیز خط لکھا. اسکے جواب مین ۲۷ نومبر سنه ٦۲ع

---

(۱) کلیات نظم فارسی، ص ۳۲۷ طبع لکھنو سنه ۱۸٦۳ع (۲) اردوی معلی، ص ۲۷ (۳) ایضاً، ص ۹٤

کو میرزا صاحب نے معذرت کرتے ہوئے نوابصاحب کی غزلون پر اصلاح ندینے کا پھر ذکر کیا ۔ فرماتے ہین :

« مرزا تفتہ ! جو کچھ تمنے لکھا یہ بیدردی ہو اور بدگمانی ۔ معاذ اللہ ! تم سے اور آزردگی ۔ مجکو اسپر ناز ہو کہ مین ہندوستان مین ایک دوست صادق الولا رکھتا ہون ، جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہو .... بھائی مجھ مین کچھ اب باقی نہین ہو ۔ برسات کی مصیبت گزر گئی ، لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی ۔ تمام دن پڑا رہتا ہون ۔ بیٹھ نہین سکتا ۔ اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون ... لالہ بالمکند بیصبر کا ایک پارسل ہو کہ اوسکو بہت دن ہوی ، آجتک سرنامہ بھی نہین کھولا ۔ نوابصاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہین ۔

ضعف نے غالب نکما کردیا ورنہ ہم بھی آدمی تھی کام کے » (۱)

مگر وظیفہ جاری

لیکن اس تاخیر کے باوجود نواب فردوس مکان وظیفہ برابر دیتے رہے ۔ حتی کہ ایکبار میرزا صاحب نے اصلاح سے انکار کردیا ۔ اسپر بھی سرکار نے از راہِ قدردانی وظیفہ بند نکیا ۔ سرکار کی اس مہربانی و پرورش کا ایک خط مین میرزا صاحب نے ذکر کیا ہے ۔ واقعہ یہ درپیش آیا کہ ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی ۔ اونہون نے تقاضا کیا ۔ میرزا صاحب نے عذرِ ضعف کیا ، جسے تفتہ نے باور نکیا ۔ اسپر میرزا صاحب نے تحریر فرمایا :

« میرا عجب حال ہو ۔ حیران ہون کہ تمہین میرا کلام کیون باور نہین آتا ۔ ... سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہوگیا ۔ ... رئیس رامپور سو روپیہ مہینا دیتی ہین ۔ سال گزشتہ اونکو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم حواس کا کام ہو ، اور مین اپنی مین حواس نہین پاتا ۔ متوقع ہون کہ اس خدمت سے معاف رہون ۔ جو کچھ مجھی آپ کی سرکار سے ملتا ہو ، عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجئی ، تو مین سکھ لمبر سہی ، ورنہ خیرات خوار سہی ۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہو تو جو آپکی مرضی ہو وہی میری قسمت ہو ۔ برس دن سے اونکا کلام نہین آتا ۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی ۔ اب دیکھیئی آگی کیا ہوتا ہو ۔ آجتک نوابصاحب از راہ جوانمردی دیی جاتی ہین ۔ » (۲)

یہ خط میرزا صاحب نے ۱۴ رجب کو لکھا ہے ۔ اسکے آخر مین سنہ درج نہین ، لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۱۴ دسمبر سنہ ۱۸۶۴ ع

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۹ و ۱۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۶۳ و ۶۴

تاریخِ کتابت ہوگی ۔ اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے نومبر کی تنخواہ موصول ہونے کی اطلاع دی ہے ۔ لہذا خط لکھتے وقت دسمبر کا مہینا ہونا چاہیے ۔ اور جیسا کہ خود میرزا صاحب کے عریضہ نمبر ۳۹ سے ، جو اسی ماہِ نومبر کی تنخواہ کی رسید ہے ، معلوم ہوتا ہے ، رجب اور دسمبر سنہ ۱۲۸۱ ھ مین ایکساتھ آئے تھے ، اور اتفاق یہ کہ دونون مہینون کا آغاز بھی ایك دن ہوا تھا ۔

اس خط مین میرزا صاحب نے اوس عریضہ کا مضمون دوہرایا ہے جو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کیا تھا ۔ وہ عریضہ فائل مین موجود نہین ۔ لیکن امثلہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ « برسدن سے اونکا کلام نہین آتا » حقیقی عذر ہے ۔ کیونکہ اس ایکسال کے عرصہ مین ، جو کم از کم دسمبر سنہ ٦٣ ع سے دسمبر سنہ ٦٤ ع تك پھیلا ہوا ہے ، نواب فردوس مکان نے تقریباً ہر ماہ خط بھیجا ہے ۔ لیکن کسی مین اشعار کے ارسال کی اطلاع یا مرسلہ کلام کی واپسی کا تقاضا درج نہین ہے ۔ اونکا آخری کلام وہ واسوخت تھا جو میرزا صاحب نے آخرِ اکتوبر سنہ ٦٣ ع مین واپس بھیجا اور یہان ۲۹ اکتوبر سنہ مذکور مطابق ۱۵ جمادی الثانیہ سنہ ۸۱ ھ کو موصول ہوا ۔ اسکے بعد اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین سرکار سرطان کے عارضہ مین مبتلا ہوگئے ، اور غالباً سنہ ٦٥ ع کے شروع مین محرم سنہ ۸۲ ھ کی مجالس کے لئے صرف ایك سلام لکھکر بھیج سکے ، جو اونکے انتقال کے بعد میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی خدمت مین واپس ارسال کیا ۔ (۱)

رامپور کا پہلا سفر ، اور سرکار کی تین دعوتنامے

نواب فردوس مکان کو میرزا صاحب کا شاگرد ہوے چند ماہ گزرے تھے کہ ہنگامۂ غدر برپا ہوگیا ، اور کچھ عرصہ تك باہم مراسلت

(۱) مکاتیب ، ص ۵۱

بند رهی. لیکن مملکتِ هند مین امن و امان قائم هو تے هی سرکار نے میرزا صاحب کو رامپور تشریف لانے کی دعوت دی. نوابصاحب کا پهلا دعوتنامه مثل مین موجود نهین. لیکن مکتوب بنام صاحبزاده سید زین العابدین خان بهادر مورخهٔ ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع مین میرزا صاحب نے اپنے رامپور نآنیکے وجوه تحریر کیئے هین. اسلئے یقیناً پهلی دعوت ابتدایِ سال سنه ۵۸ ع مین دیگئی هوگی. خود میرزا صاحب کے الفاظ «بعدِ فتح دهلی وه همیشه میرے مقدم کے خواهان رهتے تهے. مین عذر کرتا تها» سے بهی یهی ثابت هوتا هے.
۲۵ نومبر سنه مذکور کو سرکار نے پهر تحریر فرمایا:

«مشفقا! جو که مخلص کو اشتیاق معانقه اور مکالمه اپ کا بدرجهٔ کمال هی، اور اب تشریف آوری آپ کی ابجگه مناسب هی، اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی، که آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیے.» (۱)

اس کے بعد ۱۳ ماهِ اپریل سنه ۵۹ ع کو سه باره تحریر فرمایا:

«حال تشریف آوری آپ کا اسطرف کو ابهی تك سامعه نواز نهین هوا. اور دل صفامنزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا هی. اسواسطی حواله خامهٔ اتحاد نگار کی هوتا هی، که آپ براه عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی، که کبتك ممکن الوقوع هی، مطلع اور مطمئن فرمائیے.» (۲)

میرزا صاحب کا عذر

میرزاصاحب مطلعِ سیاست صاف هوجانیکے بعد اپنی انگریزی پنشن کے اجرا کی سعی مین مصروف تهے. حکامِ انگریزی کی معدلت گستری و انصاف پژوهی کے بدل معترف تهے، اور اپنے آپ کو جرمِ بیوفائی و غداری سے قطعاً بری پاتے تهے، اسلئے حکام کی هر دفتری حرکت اونکی امید کو پیامِ کامیابی نظر آتی تهی. وه روزانه اس یقین کیساتھ بیدار هوتے، که آج پنشن کی اجرا کا حکم هوجائیگا، اور مین شام تك اپنے قرضه کے بار سے سبك دوش هو سکونگا. بسا اوقات اون سے یه موهوم خوشی ضبط نهوسکی هے، اور احباب کو کامیابی کی منزل قریب آجانے کی اطلاعین تك دیدی هین. [۳]

---

(۱) مکاتیب، ص ۱٦، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً، ص ۱۹، حاشیه نمبر ۱
(۳) اردوی معلی اور عود مین اس مضمون کی متعدد خطوط موجود هین.

ایسی حالت مین کسطرح ممکن تھا کہ وہ دلی سے باھر چلے جاتے. چنانچہ یہی امروز و فردا دلی چھوڑ کر رامپور آنے سے مانع رھے، اور انھون نے ھر دعوت نامہ کے جواب مین یہی عذر کیا کہ پنشن کے وصول کا زمانہ قریب آگیا ھے. اسکو ادھورا چھوڑکر نہین آسکتا. اس سلسلہ مین صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کو تحریر کرتے ھین:

«جناب نوابصاحب میری محسن اور میری قدردان اور میری امیدگاہ ھین. مین اگر رامپور نآؤنگا تو کہان جاؤنگا. یہ جو آپ کہتی ھین کہ تجکو آنی مین تردد کیا ھی، تردد کچھ نہین توقف ھی. وجہ توقف کی یہ کہ مین نی اپنی پنسن کی باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی. وھان سی صاحب کمشنر شہر کی وہ درخواست حوالہ ھوئی. صاحب کمشنر دھلی نی صاحب کلکٹر شہر سی کیفیت طلب کی ھی. .... بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سی طلب کر کر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئی ھین. دیکھیی کب آوین، اور بعد ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین. مگر تا صدور حکم مین یہان سی کہین جا نہین سکتا. ھان بعد ملنی حکم کی، خواھی دلخواہ ھو خواھی مخالف مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤنگا.» (۱)

نواب فردوس مکان کے دعوتنامہ مورخۂ ۲۵ نومبر سنہ ۵۸ع کے جواب مین اسی عذر کا اعادہ کیا ھے. تحریر کرتے ھین:

«میری حاضر ھونی کو جو ارشاد ھوتا ھی، مین وھان نہ آؤنگا، تو اور کہان جاؤنگا. پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ھی. اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا ھی اور یقین بھی آتا ھی کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی. جسکو روپیہ ملنا ھی اوسکو روپیہ، جسکو جواب ملنا ھو اوسکو جواب ملجائی.» (۲)

لیکن میرزا صاحب کے علی الرغم جنوری سنہ ۵۹ع بھی بیگانہوار گزر گیا، تو انھون نے اپنی صادق الاعتقادی مین اور وسعت دے لی، اور جب سرکار نے ۱۳ ماہِ اپریل سنہ مذکور کو تیسری بار آمدِ رامپور کی دعوت دی تو اسکے جواب مین لکھا:

«پہلی خط مین یہ عرض کیا ھی، کہ مجموع پنسنداروں کی مثل مرتب ھی، اور ھنوز صدر کو روانا نہین ھوئی. نواب گورنر جنرل لاڑد کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری پنسن کی کواغذ طلب کیئی، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ھوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ھوئی. وھان سی کلکتہ کو بھیجی جائین گی. پھر وھان سی حکم منظوری پنجاب

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۱٦

ہوتا ہوا یہان آئیگا، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا. آج روپیہ ملا، کل مین نے آپ سے سواری اور باربرداری مانگی. آج سواری اور باربرداری پہنچی، اور کل مین نے رامپور کی راہ لی.» (۱)

چوتھی دعوت

آخر کار سال ۵۹ع بھی ختم ہونے کے قریب آ گیا، مگر پنشن کا معاملہ ہنوز لیت و لعل مین پڑا رہا. سرکار نے ۱٦ دسمبر سنہ ۵۹ع کو پھر ارقام فرمایا:

«سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کی متکلف ہوا ہون. لیکن ابتک آپنی سرور ملاقات بہجت آیات سے مسرور نہین فرمایا. اب لازم اشفاق کا یہ ہے کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین، اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین.» (۲)

میرزا صاحب اس عرصہ مین نواب فردوس مکان کے اخلاص و اعانت کے بدل معترف ہوچکے تھے، اور یہ عزم کر کے، کہ مقدمۂ پنشن کے منفصل ہوتے ہی رامپور روانا ہوجائینگے، یوسف مرزا کو لکھا تھا:

«مین تو پنسن کی باب مین حکم اخیر سن لون. پھر رامپور چلا جاؤنگا. جمادی الاول سے ذی الحجہ تک ۸ مہینے، اور پھر محرم سے سنہ ۱۲۷۷ سال شروع ہوگا. اس سال کے دو چار حد دس گیارہ مہینے غرض کہ اونیس بیس مہینے ہر طرح بسر کرتے ہین. اسمین رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم مین ہے وہ پہنچ جائے. اور پھر «علی علی» کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤن. جسم رامپور مین اور روح عالم نور مین. یاعلی! یاعلی! یاعلی!.» (۳)

میرزا صاحب کا عزم سفر اور اوسکا مقصد

جب آغازِ سنہ ۱۸٦۰ع مین گورنمنٹ نے مقدمۂ پنشن کا فیصلہ میرزا صاحب کی خواہش اور امید کے خلاف صادر کیا، تو انھون نے حسبِ وعدہ سفرِ رامپور کی تیاری کی. اس سلسلہ مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

«بعد فتح دھلی وہ (نواب فردوس مکان) ہمیشہ میری مقدم کی خواہان رہتی تھی. مین عذر کرتا تھا. جب جنوری سنہ ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سے وہ جواب پایا، کہ جو اوپر لکھ آیا ہون. تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.» (٤)

نواب فردوس مکان ایامِ غدر مین گورنمنٹ کے وفادار اور معاون رہے تھے.

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۹ (۲) ایضاً، ص ۲۵، حاشیہ نمبر ۴ (۳) اردوی معلی، ص ۳٤۵
(٤) ایضاً، ص ۲۸۳

بنا برین برٹش حکام کی نظر مین اونکی بڑی عزت و وقعت تھی . میرزا صاحب سے بھی اونکے تعلقات بیحد پرخلوص تھے . اسلئے مقدمه خلاف فیصل ہونیکے بعد میرزا صاحب نے مناسب جانا که رامپور جائین اور سرکار سے زبانی عرض کرین که اپنے توسط سے گورنمنٹ سے میرے معامله کو صاف فرمادیجے . منشی شیونراین اکبرآبادی کو ۳ مارچ سنه ٦٠ ع کو رامپور سے لکھا ھے:

«مین حسب الطلب نوابصاحب کی دوستانه یہان آیا ہون، اور اپنی صفائی گورمنٹ سی بذریعه انکی چاھتا ہون . دیکھون کیا ہوتا ھی .» (۱)

اسکے علاوه ایك اور واقعه ، جو قیامِ رامپور کے زمانه مین پیش آیا ، اس امر پر شاھد ھے که سفرِ رامپور سے میرزا صاحب کا مقصد «گورنمنٹ سے اپنی صفائی» تھی . ١٤ فروری سنۂ مذکوره کو حکیم غلام نجف خان کو اس واقعه کے متعلق تحریر کیا ھے:

«یہان کا یه حال ھی که نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگره مرادآباد آیا چاھتی ھین . مراد آباد یہان سی باره کوس ھی . نوابصاحب دوری کو اپنی ملك کی گئی ھین . دو چار دن مین پھر آئینگی . اگر اونکی ملاقات کو مراد آباد جائینگی ، مین بھی ساتھ جاؤنگا . اگرچه گورنر غرب و شمال کو دلی سی کچھ علاقه نہین ، مگر دیکھون کیا گفتگو درمیان آتی ھی .» (۲)

اگر میرزا صاحب کے پیشِ نظر گورنمنٹ سے صفائی نہوتی تو یه جانتے ہوے که یو-پی کے گورنر کو دلی سے کچھ واسطه نہین سرکار کیساتھ مرادآباد جانیکا تہیا نکرتے .

دلی سی روانگی

میرزا صاحب نے اراده کیا که آخرِ جمادی الثانیه مین دلی روانا ہون ، اور رجب المرجب کا چاند رامپور آکر دیکھین . حسین مرزا صاحب کو سه شنبه ۳۱ دسمبر سنه ۵۹ ع کو لکھتے ھین:

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا . جب تم لکھتی ہو که «لله تم وہان جاؤ!» تو مجکو ھنسی آتی ہو . مین یقین کرتا ہون که ھلال ماه رجب المرجب رامپور مین دیکھون .» (۳)

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۸۰ (۲) ایضاً ، ص ۲۲۹ (۳) ایضاً ، ص ۳۲۹

اس خط کی تحریر سے ۱۹ دن کے بعد میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے. دلی سے روانگی کی تاریخ کا ذکر متعدد خطوط مین پایا جاتا ہے. مثلاً خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو مجملاً لکھدیا ہے کہ

«جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ہون تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.» (۱)

رامپور سے واپس جا کر منشی شیونراین کو مہینے کیساتھ تاریخ بھی لکھی ہے. فرماتے ہین:

«۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ کتاب اور دونون عرضیان ولایت کو روانہ کرکی رامپور گیا ہون.» (۲)

لیکن آخرِ عمر مین میرزا صاحب کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، اسلئے اونھین صحیح تاریخ یاد نہین رہی. در اصل وہ ۱۹ جنوری سنہ ۶۰ ع کو دلی سے روانا ہوے تھے. چنانچہ ۲۱ جنوری کو میرٹھ پہنچکر مرزا تفتہ کو لکھا ہے:

«بھائی! مین نی دلی کو چھوڑا، اور رامپور کو چلا. پنجشنبہ ۱۹ کو مرادنگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا. آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفی خان کی کہنی سی مقام کیا. یہان سی یہ خط تمکو لکھکر بھیجا. کل شاہجہان پور پرسون گڈھ مکٹیشر رہونگا. پھر مرادآباد ہوتا ہوا رامپور جاؤنگا.» (۳)

اسی تاریخ کو حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

«میان! مین تم سی رخصت ہوکر اوسدن مراد نگر مین رہا. دوسری دن، یعنی جمعہ کو، میرٹھ پہنچا. نواب مصطفی خان نی ایکدن رکھ لیا. آج شنبہ ۲۱ جنوری یہان مقام ہی. نو بج گئی ہین. بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہون. مفت کا کھانا ہی. خوب پیٹ بھر کر کھاؤن گا. کل شاہجہانپور، پرسون گڈھ مکٹیشر، رہونگا. مرادآباد سی پھر تمکو خط لکھونگا.» (٤)

ان تمام تحریرون سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعرات کے دن صبح کیوقت ۱۹ جنوری سنہ ۶۰ ع کو میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے.

اخفای حال

روانگی سے پہلے میرزا صاحب نے کسی مصلحت کے ماتحت مختلف اصحاب سے مختلف مقامات کے سفر کا اظہار کیا تھا. لیکن میرٹھ پہنچکر اخفا

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً، ص ۳۸۲ (۳) ایضاً، ص ۸٦ (٤) ایضاً، ص ۲۳۲

کی ضرورت نہ سمجھی ، اور وهین سے حکیم غلام نجف خان کو لکھا:

« هان بهائی! مین از روی مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہ آیا هون. اب جو شخص تم سے پوچھا کرے اوس سے پردہ نکرنا اور صاف کہدینا کہ رامپور کو گیا هے . یعنی سب کو معلوم هو جائے ، اور کوئی تذبذب مین نرهے . » (۱)

اس مکتوب مین میرزا صاحب نے اوس مصلحت کو ظاهر نہین کیا ، جو مقامِ سفر کے اخفا کی بنا تهی . لیکن قیاس یہ چاهتا هے کہ کسی سیاسی مصلحت سے ایسا کیا هوگا . جو کم از کم یہ هوسکتی هے کہ اوسوقت تک گورنمنٹ نے میرزا صاحب کی بریت تسلیم نہین کی تهی ، اور انهین غدر کے بعد سفر کا پہلا اتفاق تها ، اسلئے یہ خطرہ لاحق هوا هوگا کہ کہین رامپور جانے سے روك ندیا جاؤن ، یا یہ کہ کوئی حاسد سرکار کو یہ نہ لکھدے کہ میرزا صاحب گورنمنٹ کی نظر مین ابهی مشتبہ هین ، انهین اپنی ریاست مین نہ آنے دیجے .

منازل سفر

۱۹ جنوری کی صبح کو دلی سے روانا هوکر میرزا صاحب نے شام کو مرادنگر مین قیام کیا . دوسرے دن جمعہ کو میرٹھ پہنچے . وهان ایکدن نواب مصطفی خان بهادر شیفتہ کے هان ٹہر کر اتوار کو شاهجهانپور اور پیر کو گڑھ مکٹیسر مین اوترے . یہان سے مرادآباد تك کی منازل کا پتہ نہین ، جو منگل اور بدھ دو دن مین طے کیگئی هونگی . لیکن یہ یقینی هے کہ آخری منزل مرادآباد تهی . یہ تمام تفصیل مرزا تفتہ اور حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکاتیب مین ابهی گزر چکی هے .

رفقای سفر

اس سفر مین زین‌العابدین خان عارف مرحوم کے دونون لڑکے ، باقر علیخان اور حسین علیخان ، عنایت اللہ خادم ، اور ایك دو اور ملازم میرزا صاحب کے همرکاب تهے . لڑکون کا ذکر متعدد خطوط مین کیا گیا هے . یہان صرف اوس خط کا اقتباس کافی هوگا ، جس مین تمام همراهیون

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۳۳

کا ذکر ہے۔ میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھتے ہین:

«لڑکی بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہان ایک عنایت‌اللہ دو دن سی کچھ بیمار ہو۔ خیر اچھا ہوجائیگا۔» (۱)

ورود رامپور کی تاریخ

غالباً میرزا صاحب جمعرات کے دن مرادآباد پہنچے، اور وہان رات کو آرام کرکے دوسرے دن جمعہ کو رامپور وارد ہوے۔ جمعہ ۳ فروری کو رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

«آج تک، کہ جمعہ آٹھوان دن میری پہنچی کو ہی، کچھ کلام نہین ہوا۔» (۲)

اس سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے، کہ میرزا صاحب جمعہ کے دن رامپور پہنچے۔ لیکن مرزا تفتہ اور حکیم غلام نجف خان کو میرٹھ سے جو خطوط لکھے ہین اون مین میرزا صاحب نے جمعہ کو ۲۰ اور شنبہ کو ۲۱ جنوری تاریخ تحریر کی ہے۔ اس حساب سے جس جمعہ کو میرزا صاحب نے سر زمینِ رامپور پر قدم رکھا، ۲۷ جنوری سنہ ٦۰ع تاریخِ انگریزی ہونی چاہیے۔

قیامگاہ

رامپور پہنچکر میرزا صاحب نے سرکار کی خاص کوٹھی مین قیام کیا۔ لیکن لڑکے میرزا صاحب کیساتھ آئے تھے، اسلئے یہان چار دن گزارنے کے بعد از روی احتیاط جداگانہ مکان کی خواہش کی۔ سرکار نے ایک مکان، جو تین چار حویلیون پر مشتمل تھا، قیام کیلئے عطا فرمایا۔ میرزا صاحب نے تفتہ کے پتہ کے استفسار پر جو خط لکھا ہے اوس مین فرماتے ہین:

«پہلی یہ تو بتاؤ کہ رامپور مین مجھی کون نہین جانتا۔ کہان مولوی وجیہ الزمان صاحب کہان مین۔ اونکا مسکن میری مسکن سی دور۔ پھر در دولت رئیس کہان اور مین کہان۔ چار دن والی شہر نی اپنی کوٹھی مین اوتارا۔ مین نی مکان جداگانہ مانگا۔ دو تین حویلیان برابر برابر مجکو عطا ہوئین۔ اب اس مین رہتا ہون۔ بحسب اتفاق ڈاک گھر مسکن کی پاس ہو۔ ڈاک منشی آشنا ہوگیا ہو۔ برابر دلی سی خط چلی آتی ہین۔ صرف رامپور کا نام اور میرا نام۔ محلہ کی اور

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً، ص ۲۲۸

عرف کی حاجت نہین۔ بلکہ در دولت اور مولویصاحب کی نشان سی شاید خط تلف ہوجاؤ۔» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے:

«مکان کا پتہ ضرور نہین۔ ڈاك گھر میری گھر کی پاس۔ ڈاك منشی میرا آشنا۔ ..... ایك مکان، کہ وہ تین چار مکانون پر مشتمل ہو، رہنی کو ملا ہی۔» (۲)

میر مہدی کو تحریر کیا ہے:

«تمھارا خط پہنچا۔ تردد عبث۔ میرا مکان ڈاك گھر کی قریب اور ڈاك منشی میرا دوست ہی۔» (۳)

مکان کی تحقیق

حقیر عرشی نے بزرگانِ شہر سے تحقیق کی کہ اوس زمانہ مین ڈاکخانہ کس محلہ مین تھا، تو معلوم ہوا کہ محلۂ راجدوارہ کی اوس شاہراہ پر، جو خاص باغ پیلس کو جاتی ہے، مولوی محمد یحیی صاحب وکیل کے مکان مین ڈاکخانہ واقع تھا، اور میرزا صاحب نے اوسکے متصل مکان مین قیام کیا تھا۔ اس مکان مین آجکل ایك آہنگر مقیم ہے۔ چونکہ یہ مکان اردو ادب کے نیرِ رخشان کا فرودگاہ رہچکا ہے، اسلئے عالیمرتبت صاحب چیف منسٹر بہادر کے حسب الحکم اسپر پتھر کا کتبہ لگایا جا رہا ہے۔

مہانداری

میرزا صاحب کیلئے ابتداءً سرکاری باورچیخانہ سے کھانا آتا رہا۔ چنانچہ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

«کھانا دونون وقت سرکار سی آتا ہی، اور وہ سب کو کافی ہوتا ہو۔ غذا میری بھی خلاف طبع نہین۔» (۲)

میر مہدی کے خط مین بھی سرکاری مہانداری کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین:

«یہان کا حال سبطرح خوب ہو، اور صحت مرغوب ہو۔ اسوقت تك مہمان ہون۔» (۳)

لیکن چند دن کے بعد کھانے کے سو روپیہ ماہوار مقرر کردیے گئے۔ دلی جا کر میرزا صاحب نے میر مہدی کو لکھا ہے:

«اب جو مین وہان گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا۔ یعنی رامپور رہون تو دو سو روپیہ مہینا پاؤن، اور دلی رہون تو سو روپیہ۔» (٤)

---

(۱) اردوی معلی، لاہور ایڈیشن، ص ۳۷۱ (۲) ایضاً، ص ۲۲۸

(۳) ایضاً، ص ۱٦۹ (٤) ایضاً، ص ۱٦۲

آب و ہوای رامپور

رامپور کی آب و ہوا میرزا صاحب کے مزاج کے موافق ثابت ہوئی. آمدِ رامپور کے ۸ دن بعد حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے:

« پانی کا شکر کس منہہ سی ادا کرون . ایك دریا ھی کوسی . سبحان اللہ! اتنا میٹھا پانی کہ پینی والا گمان کری کہ یہ پھیکا شربت صاف ھی . سبك ، گوارا ، ھاضم ، سریع النفوذ . اس آٹھہ دن مین قبض وانقباض کی صدمی سی محفوظ ہون . صبح کو بھوك خوب لگتی ھی . لڑکی بھی تندرست . آدمی بھی توانا . مگر ھان ایك عنایت اللہ دو دن سی کچھہ بیمار ھی . خیر اچھا ھوجائیگا . » (۱)

رامپور ھی سے میر مہدی مجروح کو تحریر کیا ھے:

« یہ رامپور ھی . دارالسرور ھی . جو لطف یہان ھی وہ اور کہان ھی . پانی سبحان اللہ! شہر سی تین سو قدم پر ایك دریا ھی ، اور کوسی اوسکا نام ھی . بی شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اوس مین ملی ھی . خیر اگر یون بھی ھی ، تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ھی . اتنا شیرین کہان ھوگا . » (۲)

ملاقات اور تعظیم و توقیر

نواب فردوس مکان کا اخلاق میرزا صاحب کی امید کے مطابق ثابت ھوا . سرکار نے بر وقتِ ملاقات احباب کیطرح معانقه کیا ، اور احباب مین تعظیم وتوقیر کی جو رسم ھے اوسکو ملحوظ رکھا . میرزا صاحب نے خود نذر پیش کرنے کے عوض دونون لڑکون سے نذر دلوائی . سرکار کے اس برتاؤ کے بارے مین میرزا صاحب میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین:

« تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقه فروگزاشت نہین ھی . » (۳)

بعد ازان دلی جاکر لکھا ھے:

« ملاقات بھی دوستانه رھی . معانقه و تعظیم جسطرح احباب مین رسم ھی . وہ صورت ملاقات کی ھی . لڑکون سی مین نی نذر دلوادی تھی . بس . » (۳)

اسی سلسله مین رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو تحریر کیا ھے:

« اب میرا حال سنو . تعظیم وتوقیر بہت . ملاقاتین تین ھوئی ھین . » (۱)

ابھی گفتگو نہین ھوئی

اگرچه نواب فردوس مکان نے جولائی سنه ۵۹ع سے میرزا صاحب کو سو

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً ، ص ۱٦۹ (۳) ایضاً ، ص ۱٦۲

روپیہ ماھوار بطورِ امداد عطا فرمانا شروع کردیے تھے، جو انھین بذریعۂ ہنڈوی ماہ بماہ ارسال ھوا کرتے، لیکن جب میرزا صاحب رامپور تشریف لائے، اور چند روز تك خدمت اور معاوضہ کے بارے مین سرکار سے بالمشافہہ گفتگو نہین ھوئی، تو انھین مختلف خطرات پیدا ھوئے. خدمت اور درماھہ کے خطرہ کو حکیم غلام نجف کے نام کے مکتوب مین اسطرح ظاھر کیا ھے:

« ھنوز کچھ گفتگو درمیان نہین آئی . مین خود اون سی ابتدا نکرونگا . وہ بھی مجھسی بالمشافہہ نہ کہین گی . مگر بواسطۂ کارپردازان سرکار دیکھون کیا کہتی ھین ، اور کیا مقرر کرتی ھین . » (۱)

یہ خط ۳ فروری کو لکھا گیا تھا. اسکے بعد ۱٤ فروری کو پھر لکھتے ھین:

« یہان کا رنگ نوابصاحب کی آنی پر جو ھوگا، اورجو قرار پائیگا، وہ مفصل تمکو لکھونگا . » (۲)

میر مہدی مجروح کو بھی دبے الفاظ مین لکھا ھے:

« اسوقت تك مہمان ھون. دیکھون کیا ھوتا ھی . » (۳)

رامپور کی اقامت کے خطرہ کو مرزا تفتہ کے خط مین ظاھر کیا ھے. فرماتے ھین:

« دوسری بات جو تم نی لکھی ھی وہ بھی مطابق واقع و مناسب حال نہین . اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلالونگا . » (٤)

۱٤ فروری کو مرزا تفتہ کے خط کے جواب مین پھر لکھا ھے:

« میری جان! آخر لڑکی ھو . بات کو نہ سمجھی . مین اور تفتہ کا اپنی پاس ھونا غنیمت نجانون. مین نی یہ لکھا تھا کہ بشرط اقامت بلالونگا . اور پھر لکھتا ھون کہ اگر میری اقامت یہان کی ٹھہری تو بی تمھاری نرھونگا . نہ رھونگا . زنہار نرھونگا . » (۵)

سہ بارہ یکم مارچ کو تحریر کرتے ھین:

« بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مراد آباد اور وھان سی رامپور آئین گی . بعد اونکی جانیکی کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھریگا . منظور مجکو یہ ھی کہ اگر یہان رھنا ھوا تو فوراً تمکو بلالونگا . » (٦)

تعین خدمت و اقامت

لیکن معلوم ھوتا ھے کہ آخرِ کار یہی طے پایا کہ میرزا صاحب رامپور کی اقامت اختیار کرنے پر مجبور نہین ھین. جہان مزاج چاھے رھین. سرکار

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۲۳۰ (۳) ایضاً، ص ۱۶۹
(٤) ایضاً ، لاھور ایڈیشن، ص ۳۷۲ (۵) ایضاً، ص ۷۳ (٦) ایضاً، ص ۸٦

کے کلام پر اصلاح دیدیا کریں. البتہ رامپور آکر رھینگے تو دعوت کے سو روپیے ماھوار مزید عطا ھونگے، اور دلی رھینگے تو صرف سو روپیہ تنخواہ ملیگی. اس تصفیہ کے متعلق میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو لکھا ھے:

«قرار داد یہ ھو کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی، کہ جسکو یہ دسوان مہینا ھی، سو روپیہ مجھی ماہ بماہ بھیجتی ھین. اب جو مین وھان گیا، تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا. یعنی رامپور رھون تو دو سو روپیہ مہینا پاؤن، اور دلی رھون تو سو روپیہ. بھائی سو دو سو مین کلام نہین. کلام اس مین ھو کہ نوابصاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتی ھین. ... بہر حال غنیمت ھو. رزق کی اچھی طرح ملنی کا شکر چاھئی. کمی کا شکوہ کیا.» (۱)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے:

«وہ سو روپیہ مہینا یہان رھون وھان رھون خدا کی ھان سی میرا مقرر ھو.» (۲)

قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو بھی یہی لکھا ھے کہ

«حق تعالی والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھی. اونکا عطیہ ماہ بماہ مجکو پہنچتا ھو. کرم گستری اور استاد پروری کر رھی ھین. میری رنج سفر اوٹھانی کی اور رامپور جانیکی حاجت نہین.» (۳)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو قدرے تفصیل سے لکھتے ھین:

«واہ کیا کہنا ھی. رامپور کی علاقہ کو گاؤ شنگ اور مجکو بیل، یا اوس پیوند کی طعنہ کو تازیانہ اور مجکو گھوڑا بنایا. وہ علاقہ اور وہ پیوند لوھارو کی سفر کا مانع و مزاحم کیون ھو. رئیس کیطرف سی بطریق وکیل محکمۂ کمشنری مین معین نہین ھون. جسطرح امرا واسطی فقرا کی وجہ معاش مقرر کردیتی ھین اسیطرح اس سرکار سی میری واسطی مقرر ھی. ھان فقیر سی دعای خیر اور مجھ سی اصلاح نظم مطلوب ھو. چاھون دلی رھون چاھون اکبرآباد. چاھون لاھور چاھون لوھارو.» (٤)

لڑکون کی شرارت

رامپور کی آب و ھوا کی موافقتِ مزاج اور سرکار کی تعظیم و توقیر کے باعث میرزا صاحب زیادہ عرصہ قیام کرنا چاھتے تھے. لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ تھے. میرزا صاحب نے انکا دل بہلنے کے خیال سے طفلانہ کھیل کود کے تمام لوازمات مہیا کردیئے تھے. اسپر بھی یہ برابر انکے

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۶۲ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۲۱۱
(٤) ایضاً، ص ٤۰۳

سکون و آرام مین خلل ڈالتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۴ فروری کو میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ھین :

« لڑکے دونون اچھی طرح ھین ۔ کبھی میرا دل بہلاتے ھین ۔ کبھی مجکو ستاتے ھین ۔ بکریان ، کبوتر ، بٹیرین ، تکل ، کنکوا سب سامان درست ھے ۔ » (۱)

اپنے ارادۂ قیام اور انکی شرارت کے متعلق یوسف مرزا صاحب کو تحریر کرتے ھین :

« مجکو لڑکون نے بہت تنگ کیا ۔ ورنہ چند روز اور رامپور مین رھتا ۔ » (۲)

میر مہدی مجروح کو لکھا ھے :

« لڑکون کو ساتھ لیگیا تھا ۔ وھان اونھون نے میرا ناک مین دم کردیا ۔ تنہا بھیجدینے مین وھم آیا ، کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ھو تو بدنامی عمر بھر رھے ۔ اس سبب سے جلد چلا آیا ۔ ورنہ گرمی برسات وھان کاٹتا ۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا ، اور بہت دنون تک یہان نہ آؤنگا ۔ » (۳)

دلی کو واپسی

لڑکون کی شرارت سے تنگ آکر میرزا صاحب نے برسات تک کے ارادۂ قیامِ رامپور کو فسخ کردیا ۔ سرکار نے ھرچند روکا اور آمون کا لالچ دیا ، لیکن میرزا صاحب نہ روکے اور آخرِ مارچ مطابق آخرِ شعبان مین دلی کو روانا ھوگئے ۔ رامپور سے روانگی کی تاریخ بھی میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین تحریر کی ھے ۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے ھین :

« سال گزشتہ اندنون مین مین رامپور تھا ۔ مارچ سنہ ۶۰ ع مین یہان آگیا ھون ۔ » (٤)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین :

« میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ھون ، تو کیا کھون کہ یہان کے لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتے ھین ۔ » (۵)

میر مہدی مجروح کو تحریر کرتے ھین :

« میر مہدی ! تم میری عادات کو بھول گئے ۔ ماہ مبارک رمضان مین کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ھوئی ھے ۔ مین اس مہینے مین رامپور کیونکر رھتا ۔ نوابصاحب مانع رھے ، اور بہت منع

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً ، ص ۳۴۹ (۳) ایضاً ، ص ۱۶۱
(٤) ایضاً ، ص ۲۱۱ ، و عودہ ، ص ۱۶۶ (۵) اردوی معلی ، ص ٥٤

کرتی رهو . برسات کی آمون کا لالچ دیتی رهو . مگر بهائی مین ایسی انداز سی چلا که چاند رات کی دن یہان آپہنچا . یکشنبه کو غرۂ ماه مقدس هوا . » (۱)

میر غلام حسنین قدر بلگرامی کو سه شنبه ۱۳ مارچ سنه ٦۰ ع کو لکھا ھے :

« اب جو خط بهیجیی دلی کو بهیجیو گا ، که مین اس مهینی مین اودهر کو جاؤنگا . رویت ماه صیام اغلب هی که دلی هی مین هو . » (۲)

ان خطوط سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ھے کہ میرزا صاحب آخرِ شعبان سنه ۱۲۷٦ ھ مطابق آخرِ مارچ سنه ۱۸٦۰ ع مین رامپور سے روانا ھو کر ۳۰ شعبان کو دلی پہنچے ، اور وہان پہنچکر رمضان المقدس کا چاند دیکھا . لیکن انگریزی و ھجری تاریخین ابھی متعین نہین ھوئی ھین . انگریزی تاریخ کے بارے مین منشی شیونراین کو رامپور سے لکھتے ھین :

« اب مین شنبه کی دن ۱۷ مارچ کو دلی روانا هونگا . » (۳)

یوسف مرزا صاحب کو ۹ رمضان مطابق ۲ ماهِ اپریل کو ھجری تاریخ کے متعلق تحریر کیا ھے :

« مین ۲۳ شعبان کو رامپور سی چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پهنچا . اوسی دن چاند هوا . » (٤)

میرزا صاحب نے اس خط مین رمضان کی نوین تاریخ کو اپریل کی دوسری تاریخ کے مطابق لکھا ھے ، اور یہ بھی بتایا ھے کہ اوس سال رمضان کا چاند ۳۰ کا ھوا تھا . اس حساب سے ۲۳ شعبان سنه ۱۲۷٦ ھ ۱۷ مارچ سنه ۱۸٦۰ ع کے مطابق ، اور ۳۰ شعبان سنۂ مذکورہ ۲٤ مارچ سنه ٦۰ ع کے مطابق ھوگی . لہذا میرزا صاحب کی رامپور سے روانگی کی تاریخ ۲۳ شعبان سنه ۷٦ ھ مطابق ۱۷ مارچ سنه ٦۰ ع اور دلی مین ورود کی تاریخ ۳۰ شعبان سنه ۷٦ ھ مطابق ۲٤ مارچ سنه ٦۰ ع قرار پاتی ھے .

کل مدت قیام

میرزا صاحب کے بعض خطوط مین رامپور کے قیام کی کل مدت کا بھی

(۱) اردوی معلی ، ص ۱٦۱ (۲) ایضاً ، ص ٤۰٦ ، لاهور ایڈیشن
(۳) اردوی معلی ، ص ۳۸۰ (٤) ایضاً ، ص ۳٤۸

ذکر آیا ہے ۔ لیکن وہ تخمینی ہے ۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین :

« مین آخر جنوری مین رامپور گیا ۔ چھہ سات ہفتہ وہان رہکر دلی آیا ۔ » (۱)

مرزا تفتہ کو لکھتے ہین :

« نواب یوسف علیخان بہادر ... بلاتی رہتی تھی ۔ اب مین گیا ۔ دو مہینے رہکر چلا آیا ۔ » (۲)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو تحریر فرماتے ہین :

« سال گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زندان مین چھوڑ مع دونون ہتکڑیون کے بھاگا ۔ میرٹھ ، مرادآباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا ۔ کچھ دن کم دو مہینے وہان رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا ۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگونگا ۔ » (۳)

ان خطوط مین « چھہ سات ہفتے ، کچھ دن کم دو مہینے » اور « دو ماہ » تین مختلف بیان ملتے ہین ۔ ان مین سے « کچھ دن کم دو مہینے » صحیح ہے ، اسلئے کہ میرزا صاحب ایك ماہ بیس یوم رامپور مین رہے تھے ۔

رامپور مین عدیم الفرصتی

قیامِ رامپور کے زمانہ مین میرزا صاحب اسقدر عدیم الفرصت رہے ، کہ اکثر احباب کے محبت نامون کا بر وقت جواب تك نہ دیسکے ۔ ایك خط مین اسکی وجہ تحریر فرماتے ہین :

« از بسکہ یہان کے حضرات مہربانی فرماتے ہین اور ہر وقت آتے ہین ، فرصت مشاہدۂ اوراق نہین ملی ۔ » (٤)

واپسی پر دلی مین چہمیگوئیان

میرزا صاحب نے دلی سے روانا ہوتے وقت اپنا صحیح ارادۂ سفر ظاہر نہین کیا تھا ۔ جب یہ رامپور سے واپس دلی پہنچے تو حساد نے اس اخفا کا انتقام لیا ، اور شہر مین واپسی پر خوب رای زنی کیگئی ۔ میرزا صاحب کو اس رای زنی سے سخت ذہنی اذیت پہنچی ، اور اونہون نے شکایت آمیز لہجے مین مرزا تفتہ کو لکھا :

« میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ہون تو کیا کہون کہ

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً ، ص ٥٤
(۳) ایضاً ، ص ٤۰۰ ، و عود ، ص ۷۰ (٤) اردوی معلی ، ص ۷۳

یہانکو لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتی ہین ۔ ایک گروہ کا قول یہ ہی کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا ، اور وہان گیا تھا ۔ اگر نواب نی کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ چار ہزار روپیہ سی کم ندیا ہوگا ۔ ایک جماعت کہتی ہی کہ نوکری کو گئی تھی مگر نوکر نرکھا ۔ ایک فرقہ کہتا ہی کہ نواب نی نوکو رکھ لیا تھا ۔ دو سو روپیہ مہینا کردیا تھا ۔ لفٹنٹ گورنر الہ آباد جو رامپور آئی ، اور اونکو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا ، تو اونہون نی نوابصاحب سی کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتی ہو تو اسکو جواب دو ۔ نواب نی برطرف کردیا ۔ ، (۱)

یہ تو اربابِ دھلی کی آرا تھین ۔ لیکن انکی نقل کے بعد میرزا صاحب نے تفتہ کو اصلِ حقیقت بتائی ہے ۔ فرماتے ہین :

« یہ تو سب سن لیا ۔ اب تم اصل حقیقت سنو ۔ نواب یوسف علی خان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھ برس سی میری شاگرد ہین ۔ آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی ۔ اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین ۔ بلاتی رہتی تھی ۔ اب مین گیا ۔ دو مہینی رہ کر چلا آیا ۔ بشرط حیات بعد برسات کی پھر جاؤنگا ۔ وہ سو روپیہ مہینا ، یہان رہون وہان رہون ، خدا کی ہان سی میرا مقرر ہی ۔ » (۱)

نواب فردوس مکان کی علالت اور میرزا صاحب کا تردد

ماہِ اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین نواب فردوس مکان عارضۂ سرطان مین مبتلا ہوے ۔ میرزا صاحب کو کسی ذریعہ سے اسکی اطلاع ملی ، تو انہین اپنے سخی داتا شاگرد کی علالت سے سخت تردد لاحق ہوا ۔ چونکہ نوابصاحب مرزا صاحب کے پورے خاندان کے مربی تھے اسلئے میرزا صاحب کی بی بی اور حسین علیخان بھی پریشانی کا شکار ہونے سے نہ بچے ۔ مگر اسوقت تک میرزا صاحب کو یہ معلوم نہو سکا تھا کہ سرکار کو مرض کیا لاحق ہوا ہے ۔ اس امر کی تحقیق کیلئے اونہون نے ۸ نومبر سنہ ٦٤ع کو انتہائی احتیاط کیساتھ تحریر کیا :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارک کا حال خارج سی مسموع ہوا ہی ، عالم الغیب گواہ ہی ، کہ مجھپر اور میری بی بی پر اور میری فرزند حسین علیخان پر کیا گزر رہی ہی ۔ ایکدن رات میری گھر مین روٹی نہین پکی ۔ سب نی فاقہ کیا ۔ باری وہ خبر وحشت اثر غلط نکلی ۔ حواس ٹھکانی ہوی ۔ " بالکل اطمینان جب ہوگا ، کہ آپکی غسل صحت کی نوید سنونگا ، "

(۱) اردوی معلی ، ص ٥٤

اور قطعۂ تاریخ غسل صحت لکھکر بھیجونگا ۔ فی الحال اتنا چاهتا هون که اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقت مرض سی آگہی حاصل هو ۔ » (۱)

۱۲ نومبر کو سرکار کا نامۂ مبارك میرزا صاحب کو موصول هوا ۔ غالباً اوسمین نوعیت و کیفیتِ مرض کا ذکر نه تها ، جس سے کسیقدر اطمینان هوا ۔ لیکن ابهی تشویش رفع نہوئی تهی ، اسلئے اسکے جواب مین ۱۳ نومبر کو میرزا صاحب نے پهر لکها :

«ابتدای یکم نومبر سی ۱۱ تك عرض نہین کر سکتا که لیل و نهار مجهپر کیسی گزری هین ۔ ''راه دور ۔ مین رنجور ۔ معهذا بیمقدور'' ۔ اگر دلی سی رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی هوتی ، تو مین یہان ایك دم نه ٹهرتا ، اور خدمت مین حاضر هوتا ۔ تاز برقی بهی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل هو ۔ نا چار از راه اضطرار ۸ ماه حال یعنی نومبر کو عریضه روانا کیا ۔ خدا کی عنایت اور مرشدکامل یعنی حضرت کی هدایت نی اوس خط کی جواب آنیکی مدت سی پہلی مجهی گرداب اضطراب سی نکالا ۔ کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامه آگیا ۔ گویا میری جان بچ گئی ۔ بلکه ایك اور نئی جان میری بدن مین آگئی ۔ اب استدعا یه هی که حال ناسازی مزاج اقدس مفصل معلوم هو ۔» (۲)

اس عریضه کے جواب مین ۱۹ نومبر کو سرکار نے تحریر فرمایا که « پهوڑا نکل آیا تها ، لیکن اب بحمد الله افاقه هے » ۔ میرزا صاحب اس خبر سے بیحد مسرور هوے ، اور ۲۷ نومبر کو اسکے جواب مین لکها :

«کس زبان سی کہون ، اور کس قلم سی لکھون که یه هفته عشره کس تردد وتشویش می بسر هوا هی ۔ هر روز شام تك جانب در نگران رهتا ، که ڈاك کا هرکاره آئی ، اور حضرت کا نوازشنامه لائی'' ۔ باری خدا کی مہربانی هوئی ، از سر نو میری زندگانی هوئی'' ، که کل چار گهڑی رات گئی ڈاك کی هرکاره نی وه عطوفت نامۂ عالی دیا ، ''جسکو پڑهکر روح تازه رگ و پی مین دوڑ گئی'' ۔ نیند کسکی ؟ سونا کسکا ؟ روشنی کی سامنی بیٹها ، اور اشعار تهنیت لکهنی لگا'' ۔ سات شعر مع مادۂ حصول صحت جب لکهہ لئی تب سویا ۔» (۳)

غسل صحت کی تهنیت

سرکار کے خط سے صحت و افاقتِ مرض کی اطلاع ملگئی ، لیکن یه معلوم نہوسکا که غسل صحت هوچکا هے یا نہین ۔ اور بصورتِ دیگر کونسی تاریخ اس تقریبِ سعید کیلئے مقرر هوئی هے ۔ اس تحقیق کیلئے میرزا صاحب

(۱) مکاتیب ، ص ۴۰ (۲) ایضاً ، ص ۴۱ (۳) ایضاً ، ص ۴۲ ۔ قطعۂ تاریخ غسل حاشیۂ صفحۂ مذکور پر درج هی ۔

نے منشی سیلچند میر منشی کو ۲۵ دسمبر کو لکھا:

«اگرچہ از روی خطوط حضور صحت و عافیت حضور معلوم ہوتی ہو۔ لیکن یہ کہین سی نہین سنا کہ غسل صحت کیا، یا کسدن کرینگو۔ آپ سی یہ فقیر کا سوال ہو، کہ مجکو لکھیے کہ حضرت غسل کسدن فرمائینگی۔ اور اگر موافق میری آرزو کی نہاچکی ہون تو غسل کی تاریخ سی اطلاع دیجی۔» (۱)

میر منشی صاحب نے جواباً لکھا کہ ابھی غسلِ صحت نہین فرمایا ہے۔ غالباً رمضانِ مبارك مین یہ تقریب عمل مین آئیگی۔ میرزا صاحب کو ۱٤ جنوری سے قبل سرکار کا نامۂ صحت ملچکا تھا۔ نیز وہ اس عرصہ مین قصیدۂ تہنیت بھی ارسال کرچکے تھے۔ اسلئے التواءِ تاریخ غسل پر ۱۹ جنوری سنہ ۱۸٦۵ ع کو پھر میر منشی صاحب کو لکھا:

«یہ جو مین نی قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہو، منشا اسکا یہ ہو کہ شاہ کبیر الدین صاحب رامپور سی آئی، اور اونہون نی کہا کہ نوابصاحب جمعہ کی دن ساتوین تاریخ شعبان کو نہائینگی۔ اب تمھاری تحریر سی معلوم ہوا، کہ ماہ آیندہ یعنی (رمضان) مین نہائینگی۔ خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سی گزریگا۔ اگر موقع پاؤ تو حضور مین یہ ماجرا عرض کردینا کہ مین نی بموجب روایت شاہ کبیر الدین کی اسکی ارسال مین جلدی کی ہو۔» (۲)

غسلِ صحت کا جشن ماہِ عید مین منایا جانا تجویز ہوا۔ لیکن ابھی مرض قدرے باقی تھا، اور رامپور سے جسقدر سرکاری تحریرین جاتی تھین اون مین مزاج کی کیفیت کا مذکور نہین ہوتا تھا۔ اسلئے میرزا صاحب نے ۱٤ مارچ سنہ ٦۵ ع کو میر منشی صاحب سے پھر استفسار کیا:

«منشی صاحب! عجب اتفاق ہو کہ حضور اپنی خط مین اپنی مزاج مبارك کا حال کچھ نہین لکھتی، اور میرا دھیان لگا ہوا ہو۔ خدا کیواسطی! تم مفصل حال لکھو کہ کیا عارضہ باقی ہو، اور صورت کیا ہو۔ دربار بدستور ہوتا ہو یا نہین؟» (۳)

میر منشی صاحب کا جواب مثل مین موجود نہین۔ اسلئے نہین کہا جاسکتا کہ اونھون نے مرض کے متعلق کیا لکھا۔ لیکن ۲۳ شوال سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۲ مارچ سنہ ۱۸٦۵ ع کو میرزا صاحب نے اپنا فارسی تہنیت نامہ ارسال کیا ہے،

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱۲ (۲) ایضاً، ص ۱۱۳۔ قصیدۂ تہنیت ص ٤٦ کی حاشیہ مین مندرج ہو۔
(۳) ایضاً، ص ۱۱٤

جو صفحہ ٤٤ تا ٤٧ پر درج ھے۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ تاریخِ مذکورہ تک میرزا صاحب کو صحت کی اطلاع تھی۔

عود مرض اور وفات

لیکن مادۂ مرض کا بالکلیہ استیصال نہین ہوا تھا۔ کسی معمولی بے احتیاطی نے مادہ کو دو بارہ چھیڑ دیا، اور سرکار پر از سرِ نو مرض کا حملہ ھوگیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ اطبا مجبور ھوگئے، اور حالت روز بروز خراب ھوتی چلی گئی، تا آنکہ یوم جمعہ ٢٤ ذیقعدہ سنہ ١٢٨١ ھ مطابق ٢١ اپریل سنہ ١٨٦٥ ع کو نواب فردوس مکان رھگرای عالم بقا ھوئے، اور میرزا صاحب کے ھان قیامتِ صغری کا منظر نظر آنے لگا۔

خلد آشیان کی تخت نشینی اور میرزا صاحب کا وظیفہ

نواب فردوس مکان طاب ثراہ کے بعد نواب خلد آشیان نے مسندِ آبائی پر قدم رنجہ فرمایا۔ میرزا صاحب کا تعلق نواب فردوس مکان کی ذات سے تھا، اسلئے دورِ جدید مین اسکے ختم ھوجانیکا خطرہ تھا۔ اس خطرہ کا میرزا صاحب کو احساس ھوا اور اونھون نے فوراً تہنیت نامہ لکھا۔ سوءِ اتفاق سے یہ مکتوب مثل مین موجود نہین۔ لیکن نواب خلد آشیان نے یکم مئی سنہ ٦٥ ع کو اس کے جواب مین تحریر فرمایا:

« مشفقا! آنچہ مشاھرۂ آن کرمفرما از عہد نوابصاحب و قبلہ فردوس مکان مقرر است انشاء اللہ تعالی بدستور جاری ماندہ، حسب ضابطہ بسامی خدمت رسیدہ خواھد ماند۔ » (١)

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب نے تہنیت کیساتھ اپنے وظیفہ کے متعلق بھی کوئی درخواست کی تھی۔ یہ خواھش معرضِ قبول تک پہنچی، اور وظیفہ بدستور جاری رھا۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے ٣٠ جولائی کو میان داد خان سیاح کو لکھا ھے کہ

« اپریل کا روپیہ رئیس حال سے مین نے پایا۔ » (٢)

---

(١) مکاتیب، ص ٤٩، حاشیہ نمبر ١ (٢) اردوی معلی، ص ١٧

لیکن اس مکتوب سے ۲۴ روز قبل خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو قدرے تفصیلاً تحریر فرمایا تھا:

«والی رامپور کو خدا سلامت رکھی۔ اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ گزشتہ کا روپیہ خدا چاھی تو آجائو۔ آج جمعہ ۷ جولائی ھی۔ معمول یہ ھی کہ دسوین بارھوین کو رئیس کا خط مع ھنڈوی آیا کرتا ھی۔» (۱)

تہنیت نامہ کا امید افزا جواب پا کر میرزا صاحب نے قصیدۂ تہنیت ارسال کیا۔ یہ قصیدہ بھی مثل مین موجود نہین۔ لیکن مین نے عودِ ھندی سے عریضہ نمبر ٤٤ کے حاشیہ مین نقل کردیا ھے۔ اس قصیدہ کی پزیرائی موافقِ امید ھوئی، تو میرزا صاحب کو بڑھاپے کی تمام مجبوریون کے باوجود سفرِ رامپور کیلئے آمادہ ھونا پڑا۔

نواب خلد آشیان کا دعوتنامہ

میرزا صاحب نے اپنے ارادۂ سفر کی اطلاع میرزا داغ کو دی۔ اونھون نے کسی مناسب موقع پر سرکار کے حضور مین ذکر کیا۔ سرکار نے ۱۱ جون سنہ ٦٥ ع کو قصیدہ کی وصولیابی کے تذکار کے بعد تحریر فرمایا:

«درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشتہ موجب کمال مسرتہاست۔ چراکہ راقم نیز متمنی ملاقات شریف است۔ او تعالی شب یلدای فراق را بزودی ھرچہ تمامتر باَیام وصال مبدل گرداند۔» (۲)

اس دعوت کے بعد میرزا صاحب نے تقریباً چار ماہ توقف کیا۔ غالباً اسکی وجہ یہ ھوگی کہ سرکار نے جشنِ تخت نشینی کیلئے دسمبر کا پہلا ھفتہ مقرر فرمایا تھا۔ میرزا صاحب نے اسی زمانے کو سفر کیلئے زیادہ مناسب خیال کیا۔ لیکن سرکار کے جواب مین یہ لکھا، کہ

«حضرت کی خدمت مین نہ آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا۔ وہ آگ برسرھی ھو کہ طیور کی پر جل رھی ھین۔ بعد آگ کی پانی برسیگا۔ سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر۔ آفتاب میزان مین آیا، اور ھنگامۂ آتش و آب رفع ھوا، اور مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا۔ انشاء اللہ العلی العظیم۔» (۳)

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۰ (۲) مکاتیب، ص ٥۱، بقیۂ حاشیہ۔ (۳) ایضاً، ص ٥٤

« ھنگامۂ آتش وآب » کے ختم ھوجانیکے انتظار مین میرزا صاحب کو تقریباً چار ماہ توقف کرنا پڑا ، اور ماہِ اکتوبر سنہ ۶۵ع مین « احرامِ بیت المعمورِ رامپور » باندھنے کی نوبت آئی ۔

سفر کی غرض

میرزا صاحب کے اس سفر کی غرض وغایت نواب فردوس مکان (طاب ثراہ) کے انتقال کی تعزیت اور نواب خلد آشـیان کی مسند نشینی کی تہنیت تھی ۔ مولوی عبدالرزاق شاکر کو سفر کی اطلاع دیتے ھوے لکھا ھے :

«قبلہ وکعبہ ! فقیر پا در رکاب ھو ۔ سہ شنبہ چار شنبہ ان دونون دنون مین سی ایك دن عازم رامپور ھونگا ۔ تقریب وھان جانی کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت ۔ دو چار مہینی وھان رھنا ھوگا ۔ » (۱)

قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا تھا :

«پیر و مرشد ! نوابصاحب کا وظیفہ خوار ، گویا اس در کا فقیر تکیہ‌دار ھون ۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطی رامپور آیا ۔ » (۲)

لیکن اس تعزیت وتہنیت کی تہ مین جو غرض پنہـان تھی اوسکا اظہار مرزا تفتہ کے خط مین کیا ھے ۔ فرماتے ھین :

« مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنی نہین آیا ۔ بھیك مانگنی آیا ھون ۔»(۳)

تاریخ روانگی

ابتداءً میرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ سہ شنبہ یا چار شنبہ ان دونون مین سے ایك دن رامپور روانا ھون گے ۔ چنانچـہ شاکر کو یہی لکھا بھی تھا ۔ لیکن نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو یکم اکتوبر سنہ ۶۵ع کو لکھا :

« میان ! تم جانتی ھو کہ مین عازم رامپور تھا ۔ اسباب مساعد ھوگئی ۔ بشرط حیات جمعہ کو روانا ھونگا ۔» (٤)

مگر مرزا شہاب الدین خان بہادر کے نام کے خط سے معلوم ھوتا ھے کہ ھفتہ کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے دلی سے روانہ ھوے ۔ فرماتے ھین :

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۱۶ ، و عود ، ص ۱۶۰ ۔ موخر الذکر مین « عازم رامپور ھونگا » ھو ۔
(۲) ایضاً ، ص ۲۰۸ ، و ایضاً ، ص ۱۶۹ (۳) اردوی معلی ، ص ۹۸ (٤) ایضاً ، ص ۳۹۵

«هفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راھی ھوا . قصد یہ تھا کہ پلکنوی رھون . وھان قافلی کی گنجایش نپائی .» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو مرادآباد پہنچکر جو خط لکھا ھے، اوس سے معلوم ھوتا ھے کہ ھفتے کو ماہِ اکتوبر کی ۷ تاریخ تھی . فرماتے ھین :

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ھوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا . ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ھی .» (۲)

حکیم احمد حسن مودودی کو صراحت سے لکھا ھے، کہ

«هفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانا ھوا .» (۳)

رفقای سفر اور سواری

اس سفر مین میرزا صاحب کے ساتھ باقر علیخان، حسین علیخان، کلو، نیاز علی اور دو آدمی اور کل ٦ نفوس تھے . میرزا صاحب نے پالکی مین اور دونون لڑکون نے کبھی رتھ اور کبھی گھوڑون پر راستہ طے کیا . بقیہ چار آدمیون اور سامانِ سرمائی کے لئے دو گاڑیان همراه تھین . حکیم غلام نجف خان کو محولۂ بالا خط مین لکھا ھے :

«مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی ھین .»

مرزا شہاب‌الدین خان بہادر کے خط مین لکھا ھے :

«دونون گھوڑی کوتل آگی، دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی ھین .»

آدمیون کے بارے مین رامپور سے روانگی کے وقت مرزا علاءالدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

«آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ... دلی کو روانا ھوی . دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی . کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس ھین .» (٤)

کیفیت و مناظر سفر

میرزا صاحب نے دلی سے رامپور تك ٦ منزلین طے کی تھین . حکیم احمد حسن مودودی کو تحریر فرمایا ھے :

«رامپور کی سرکار کا فقیر تکیه‌دار روزینہ خوار ھون . رئیس حال نی مسند نشینی کا جشن کیا .

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً، ص ۲۳۳ (۳) ایضاً، ص ۲٤۳ (٤) ایضاً، ص ۳٤۹

دعاگوی دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ھفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وھان پہنچا۔» (۱)

مرزا شہاب الدین خان بہادر کو ان منازل کی تفصیل بتاتے ہوے تحریر فرماتے ھین:

«غازی‌آباد کا حال شمشاد علی سی سنا ہوگا۔ ھفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راھی ہوا۔ قصد یہ تھا کہ پلکنوی رھون۔ وھان قافلی کی گنجایش نپائی۔ ھاپوڑ کو روانا ہوا۔ دونون برخوردار گھوڑون پر سوار پہلی چلدیی۔ چار گھڑی دن رھی مین ھاپوڑ کی سرای مین پہنچا۔ دونون بھائیون کو بیٹھی ھوی اور گھوڑون کو ٹہلتی ھوی پایا۔ گھڑی بھر دن رھی قافلہ آیا۔ ... آج مین نی تمھاری والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجی پانچ کی عمل مین ھاپوڑ سی چلدیا۔ سورج نکلی بابوگڈہ کی سرای مین آپہنچا۔ چار پائی بچھائی۔ اوسپر بچھونا بچھاکر حقہ پی رھا ھون، اور یہ خط لکھرھا ھون۔ دونون گھوڑی کوتل آگی دونون لڑکی رتھہ مین سوار آتی ھین۔ اب وہ آئی اور کھانا کھالیا اور چلی۔» (۲)

حکیم غلام نجف خان کو ھاپوڑ سے مرادآباد پہنچکر لکھا ھے:

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا۔ ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ھی۔ دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھہ اور آدمی سب پیچھی ھین۔ اب آئی جاتی ھین۔ رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائینگی۔ گھبرایا ہوا ہون۔ تیسرا دن ھی پاخانہ پھری کو۔» (۳)

مناظرِ سفر کے متعلق حکیم غلام رضا خان کو تحریر کرتے ھین:

«تم سی رخصت ہوکر اور تمھین خدا کو سونپ کر روانۂ رامپور ہوا۔ موسم اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکا نہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ھوا۔ سایہ و سرچشمہ جا بجا۔ آرام سی رامپور پہنچا۔» (٤)

توشۂ راہ

ھاپوڑ کی سرائے مین میرزا صاحب نے اپنے واسطے چھٹانک بھر گھی مین دو شامی کباب تلوائے۔ لڑکون نے ارھر کی کھچڑی تیار کرائی، اور خوب گھی ڈالکر خود بھی کھائی، اور آدمیون کو بھی کھلائی۔ دوسرے دن کیلئے سادہ سالن بغیر ترکاری کا پکوایا۔

منزل پر پہنچکر حسین علیخان پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتے

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۹۲ (۳) ایضاً، ص ۲۳۳ (٤) ایضاً، ص ٤٥۲

اور باقر علیخان کے ساتھ بیٹھکر کھا لیتے۔ مرزا شہاب الدین خان بہادر کے خط مین مرزا صاحب نے لکھا ہے:

«مین نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اوس مین ڈالدیے۔ رات ہوگئی تھی۔ شراب پی لی۔ کباب کھائے۔ لڑکون نے ارہر کی کھچڑی پکوائی۔ خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی، اور سب آدمیون کو بھی کھلائی۔ دن کیواسطے سادہ سالن پکوایا۔ ترکاری نہ ڈلوائی۔ باری آجتک دونون بھائیون مین موافقت ہے۔ آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہین۔ اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اوتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے۔ دونون بھائی ملکر کھا لیتے ہین۔» (۱)

ناسازی طبیعت

راستہ کی تکان اور اوقاتِ غذا مین اختلال ہوجانے کے باعث میرزا صاحب کو قبض کی شکایت ہوگئی تھی۔ حکیم غلام نجف خانصاحب کو مرادآباد سے تحریر کیا ہے:

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا... رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جاؤنگا۔ گھبرایا ہوا ہون، تیسرا دن ہے پاخانہ پھری کو۔» (۲)

تاریخ ورود رامپور

آخرِ کار چھ منزلین طے کر کے میرزا صاحب جمعرات کے دن ۱۲ اکتوبر سنہ ۶۵ ع کو رامپور تشریف لائے۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا ہے:

«۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا۔» (۳)

حکیم غلام نجف خان کے محولۂ بالا خط مین بھی، جو ۱۱ اکتوبر کو مرادآباد سے لکھا تھا، یہی تحریر کیا ہے کہ کل یعنی بارا اکتوبر کو رامپور پہنچ جاؤنگا۔ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام کے خط سے بھی یہی تاریخ مستنبط ہے۔ فرماتے ہین:

«ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا۔» (٤)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً، ص ۲۳۳
(۳) ایضاً، ص ۲۰۸، و عود، ص ۱۶۹ (٤) اردوی معلی، ص ۲٤۳

نواب خلد آشیان کی تواضع

نواب خلد آشیان نے میرزا صاحب کی بیحد تواضع اور مدارات کی. قیام کیلئے جرنیلی کی کوٹھی عطا ہوئی[1]، اور باورچیخانۂ سرکاری سے دونون وقت کھانا مقرر ہوا. حکیم غلام نجف خان نے اپنے خط مین کھانے کے متعلق تشویش کا اظہار کیا تھا. اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے اونہین لکھا ہے:

«صبح شنبہ ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ ع. اقبالنشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علیشاہ کی دعا پہنچی. تمہاری خط سی معلوم ہوا کہ تمکو میری کھانی پینی کی طرف سی تشویش ہی. خدا کی قسم! مین یہان خوش اور تندرست ہون. دن کا کھانا ایسی وقت آتا ہی کہ پہر دن چڑھی تک میری آدمی بھی روٹی کھا چکتی ہین. شام کا کھانا بھی سویری آتا ہی. کئی طرح کی سالن، پلاؤ، متنجن، پسندی، دونون وقت روٹیان خمیری، چپاتیان، مربی، آچار. مین بھی خوش لڑکی بھی خوش. کلو اچھا ہوگیا ہی. سقا، مشعلچی، خاکروب سرکار سی متعین ہی. حجام اور دھوبی نوکر رکھہ لیا ہی.» (۲)

۲۴ اکتوبر کو میرزا صاحب نے پھر حکیم صاحب کو خط لکھا. اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ مین سرکار نے کھانے اور جانورون کے گھاس دانے کی نقدی مقرر فرما دی تھی. فرماتے ہین:

«آج منگل کا دن ٤ جمادی الثانی کی اور ۲٤ اکتوبر کی ہی. کھانی کی اور گھوڑون اور بیلون کی گھاس دانی کی نقدی ہوگئی. لیکن اس مین میرا فائدہ ہی، نقصان نہین.» (۳)

تعظیم و توقیر اور اخلاص

نواب خلد آشیان قدردانیِ علم و ہنر مین اپنے والدِ مرحوم کے سچے جانشین تھے. اونھون نے میرزا صاحب کی تعظیم و توقیر اور خاطر و مدارات کا بیحد لحاظ کیا. میرزا صاحب ۲۱ اکتوبر کو حکیم صاحب کو لکھتے ہین:

«آجتک دو ملاقاتین ہوئی ہین. تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نہین.» (۲)

سرکار کا التفات روز بروز زیادہ ہونے لگا تو میرزا صاحب نے ۲٤ ماہِ مذکور کو پھر حکیم صاحب کو تحریر کیا:

---

(۱) یہ عمارت قلعۂ معلی کی مشرقی دروازہ کی باہر واقع تھی. نواب سید محمد حامد علیخان بہادر جنت مکان نی قلعۂ معلی کی قدیم عمارتین منہدم کراکی نئی عمارات تعمیر کرتی وقت بعد ترمیم مناسب قلعہ کی اندر داخل کر لیا ہی. آجکل یہ عمارت مہمان خانہ کا کام دیتی ہی.

(۲) اردوی معلی، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ۲۲۳

«اب روداد سنو. نوابصاحب کا اخلاص و التفات روز افزون ھی.» (۱)

اوس بات کی کچھ اصل نہین

رامپور کے سفر سے قبل میرزا صاحب نے کوئی ایسی بات سنی تھی، جو انکے تعلقِ ریاست کیلئے خطرناك تھی. یہان آکر نوابصاحب کے التفات و اخلاص نے اوسکی تغلیط کردی. میرزا صاحب اپنی بیوی سے اس خطرہ کا ذکر کرچکے تھے. اسلئے اونکی پریشانی رفع کرنے کے خیال سے حکیم صاحب کے خط کے آخر مین اونکے صاحبزادہ کو مخاطب کرتے ہوے تحریر کیا ھے:

«ظہیرالدین خان بہادر کو دعا پہنچی. یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ. اور یہ خط پڑھکر سناؤ. اور اونسی یہ کہدو کہ وہ بات جو مین نی تم سی کہی تھی وہ غلط ھی. اوسکی کچھ اصل نہین ھی.» (۲)

نواب خلد آشیان کے متعلق میرزا صاحب کی رای

میرزا صاحب سرکار کے حسنِ صورت و سیرت کے اسقدر گرویدہ ھوے کہ اونھین بعض شیوہ و روش مین نواب فردوس مکان پر ترجیح دینے لگے. اس زمانہ مین سرکار نے بعض عمالانِ ریاست کو سرکاری مطالبات اور عام رعایا کو غلہ کا محصول معاف کردیا تھا. ان تمام واقعات نے مرزا صاحب کے دل پر اچھا نقش کیا. چنانچہ حکیم غلام رضا خان کے خط مین انکا اسطرح ذکر کیا ھے:

«نوابصاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیہ» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاہ کی برابر بلکہ بعض شیوۂ و روش مین اون سی بہتر ھین. بمجرد مسند نشینی کی غلہ کا محصول یکقلم معاف کیا. علی بخش خان خانساماں کو ۳۰ هزار روپیہ بابت مطالبۂ سرکاری بخشدیا. مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہونگا.» (۳)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین:

«نوابصاحب از روی صورت روح مجسم، اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ھین. خزانۂ فیض کی تحویلدار ھین. جو شخص دفتر ازل سی جو کچھ لکھوا لایا ھی، اوسکی پٹنی مین دیر نہین لگتی. ایك لاکھ کئی هزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کردیا. ایك اهل کار پر ساٹھ هزار کا محاسبہ معاف کیا، اور بیس هزار روپیہ نقد دیا. منشی نولکشور صاحب کی عرضی

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۳ (۲) ایضاً، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ٤٥۲

پیش ہوئی. خلاصہ عرضی کا سنلیا. واسطی منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہورہا ہی. مقدار مجھپر نہین کھلی.» (۱)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کے خط مین نوابصاحب کی تصویر کھینچتے ہین :

«رئیس کی تصویر کھینچتا ہون. قد، رنگ، شکل، شمائل بعینہ بھائی ضیاءالدین خان. عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت. حلیم، خلیق، باذل، کریم، متواضع، متشرع متورع، شعر فہم. سینکڑون شعر یاد. نظم کیطرف توجہ نہین. نثر لکھتے ہین اور خوب لکھتے ہین. جلالائی طباطبائی کی طرز برتتے ہین. شگفتہ جبین ایسی کہ اونکو دیکھنے سے غم کوسون بھاگ جائے. فصیح بیان ایسی کہ اونکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب مین آئے. اللہم دام اقبالہ و زاد اجلالہ!» (۲)

نوابصاحب کی دورہ کو روانگی اور میرزا صاحب کا لطیفہ

نواب خلد آشیان نے ۳ نومبر سنہ ٦٥ ع کو اضلاعِ ریاست کے معاینہ کیلئے تشریف لیجانے کا ارادہ فرمایا. مشایعت کیلئے میرزا صاحب بھی ساتھ تھے. سرکار پا برکاب ہوے تو حاضرین نے آداب و کورنش ادا کی. سرکار نے میرزا صاحب کے آداب پر تبسم کیساتھ ارشاد فرمایا. «خدا کے سپرد». میرزا صاحب کی شوخیِ طبع نے گدگدایا، اور آپ قدرے حزین صورت بناکر بولے: «حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے. آپ پھر اولٹا مجکو خدا کے سپرد کرتے ہین.»(۳)

جشن جمشیدی

دسمبر کا پہلا ہفتہ جشنِ تخت نشینی کیلئے مقرر ہوا تھا، اور اس تقریب کیلئے اسدرجہ شاندار تیاریان ہوئی تھین کہ میرزا صاحب نے اسکو «جشنِ جمشیدی» سے تعبیر کیا ہے. حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

«نواب صاحب دوری سے یا آج شام کو یا کل آجائینگے. جشن جمشیدی کی تیاریان ہورہی ہین.» (٤)

۲۵ اکتوبر کو تاریخِ جشن کے متعلق لکھتے ہین :

«دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہوگا. ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اوسکی ہی. بعد جشن کے رخصت ہونگا. خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تمکو آ دیکھتا ہون.» (٥)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۹۸ و ۹۹ (۲) ایضاً، ص ٤٤١ (۳) یادگار غالب، ص ٤٢
(٤) اردوی معلی، ص ۲۳۱ (٥) ایضاً، ص ۲۲٤

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے :

« جشن یکم دسمبر سے شروع ۔ ٥ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع ۔ » (۱)

٦ دسمبر سنہ ٦٥ ع کو نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو جشنِ جمشیدی کی روداد لکھتے ھوے فرماتے ھین :

« یہان جشن کی وہ سامان ہو رھی ھین کہ اگر جمشید دیکھتا تو حیران رھجاتا ۔ شہر سے دو کوس پر آغاپور نامی ایک بستی ھے ۔ آٹھ دس دن سے وھان خیام برپا تھی ۔ پرسون صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبون اور میمون کے آئے ، اور خیمون مین اوتری ۔ کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ھوی ۔ سب سرکار رامپور کے مہمان ۔ کل سہ شنبہ ٥ دسمبر حضور پرنور بڑی تجمل سے آغاپور تشریف لیگئے ۔ بارہ پر دو بجے گئے ، اور شام کو پانچ بجے خلعت پہنکر آئے ۔ وزیر علیخان خانسامان خواصی مین سے روپیہ پھینکتا ھوا آتا تھا ۔ دو کوس کے عرصہ مین دو ہزار روپیہ سے کم نہ ایثار ھوا ھوگا ۔ آج صاحبان عالیشان کی دعوت ھے ۔ « ڈنر » شام کا کھانا یہین کھائینگے ۔ روشنی ، آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کریگی ۔ طوائف کا وہ ھجوم ، حکام کا وہ مجمع ، کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاھیے ۔ کوئی کہتا ھے کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کے کل جائینگے ۔ کوئی کہتا ھے پرسون ۔ » (۲)

عزم مراجعت

ابتداءً میرزا صاحب کا یہ ارادہ تھا کہ دو چار مہینے رامپور مین قیام کرین گے ۔ چنانچہ شاکر کو تاریخِ روانگیِ رامپور کی اطلاع دیتے ھوے تحریر کیا تھا :

« دو چار مہینے وھان رھنا ھوگا ۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجین تو رامپور بھیجین ۔ » (۳)

لیکن رامپور مین کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ اختتامِ جشن کے بعد رخصت طلب کرین ، اور آخرِ دسمبر تک دلی جا پہنچین ۔ حکیم غلام نجف خان کو ۲٤ اکتوبر کو لکھا ھے :

« دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ھوگا ۔ ھفتہ دو ھفتہ کی مدت اوسکی ھے ۔ بعد جشن کے رخصت ھونگا ۔ خدا چاھے تو آخر دسمبر تک تمکو آ دیکھتا ھون ۔ » (٤)

میرزا علائی کو ٦ دسمبر کو تحریر کیا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۹ (۲) ایضاً ، ص ٤٤۱

(۳) ایضاً ، ص ۲۱٦ ، و عود ، ص ۱٦۰ (٤) اردوی معلی ، ص ۲۲٤

« بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا ۔ بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا ۔ » (۱)

اسیطرح قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو بریلی کی دعوتِ قدوم کے جواب مین لکھا ہے :

« پیر و مرشد ! نوابصاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہون ۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا ۔ مین کہان اور بریلی کہان ۔ ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا ۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا ۔ » (۲)

لڑکون کی روانگی

باقر علیخان اور حسین علیخان اب نوجوان تھے ، اور اب انہین تنہا بھیجدینے مین اوس قسم کے خطرات پیدا نہین ہوتے تھے ، جنکے خوف سے سنہ ٦٠ ع کے سفر مین میرزا صاحب نے فردوس مکان کے اصرار کے باوجود رامپور قیام نہین کیا تھا ، اور بچون کی ضد پر راہی دہلی ہوگئے تھے ۔ لہذا میرزا صاحب نے دونون کو سرکار سے مراجعت کی اجازت دلا کر جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو دو آدمیون کیساتھ دلی روانا کردیا ۔ سرکار نے وقت رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا ۔ نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو اسکے متعلق میرزا صاحب نے لکھا ہے :

« آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ، ١٤ مرغ ، ٦ بڑی اور آٹھ چھوٹی ، (لی) کی دلی کو روانہ ہوی ۔ دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی ۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس ہین ۔ نوابصاحب نے وقت رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا ۔ » (۳)

میرزا صاحب کی تاریخ روانگی

اسی خط کے آخر مین میرزا صاحب نے لکھا :

« میری چلنی کا حال یہ ہی کہ انشاء اللہ تعالی اسی ہفتہ مین چلونگا ۔ »

۲٦ دسمبر کو پھر تحریر فرماتے ہین :

« جانا ! جانا ! ایک خط میرا تمہاری دو خطون کی جواب مین تمکو پہنچا ہوگا ۔ ... آج منگل ہی ۷ شعبان کی اور ۲٦ دسمبر کی ۔ دونو بھتیجی تمہاری جمعہ کی دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی ہوی ۔ مین پرسون یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگا ۔ » (٤)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤٤٢
(۲) ایضاً ، ص ۲۰۸ و عود ، ص ١٦٩
(۳) اردوی معلی ، ص ۳٩٤
(٤) ایضاً ، ص ۳٩٦

اس حساب سے میرزا صاحب جمعرات کے دن ۲۸ دسمبر سنہ ٦٥ ع کو رامپور سے رخصت ہوے .

احباب رامپور سے آخری ملاقات

سرکار سے رخصت حاصل کرکے میرزا صاحب قیامگاہ پر تشریف لائے . یہان رامپور کے بعض احباب الوداع کہنے کیلئے پہلے سے جمع تھے . صاحبزادہ سید نجابت علیخان بہادر نے ، جو اپنے والد صاحبزادہ سیّد ہدایت علیخان بہادر کے ساتھ میرزا صاحب سے آخری ملاقات کیلئے گئے تھے ، ایکروز میرزا غالب کے تذکرہ مین حقیر عرشی سے بیان کیا ، کہ جب میرزا صاحب سرکار مین سے واپس آئے ، تو مین اپنے والد کے ہمراہ اونکے قیامگاہ پر موجود تھا . میرزا صاحب نے احباب کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا :
« بھئی ! ہم نے ابھی یہ شعر کہا ہے :
اب ہے دلی کیطرف کوچ ہمارا غالب ٭ آج ہم حضرتِ نواب سے بھی مل آئے »[1]

رخصتانہ کی رقم

میرزا صاحب نے ۲۸ نومبر کو رامپور سے تفتہ کو لکھا تھا :

« مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا ، بھیك مانگنے آیا ہون . روٹی اپنی گرہ سے نہین کھاتا ، سرکار سے ملتی ہے . وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت . » (۲)

نواب خلد آشیان تاریخِ تحریرِ خط سے ۲۱ روز قبل ۷ نومبر سنہ ٦٥ ع کو ایك ہزار روپیہ عطا فرما چکے تھے . تاہم ۲٦ دسمبر سنہ ٦٥ع کو

(۱) مولانا نظامی بدایونی نے شرح دیوان غالب اردو (مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ۱۹۲۲ ع) کے صفحہ ۲۵٤ پر یہ مقطع اور ایك شعر نقل کرکے حاشیہ مین لکھا ہے : « حضرت نواب سے نواب یوسف علیخان ناظم والی رامپور کی طرف اشارہ ہے . یہ اوس غزل کے شعر ہین جو رامپور سے رخصت ہوتے وقت لکھی تھی . چونکہ دیوان اوسوقت مرتب ہوکر شایع ہو چکا تھا . اسلئے دیوان مین شامل نہین ہوئی » . اس بیان مین مولانا سے تسامح ہوا ہے . کیونکہ ایك عینی شاہد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے ، کہ یہان نواب خلد آشیان محمد کلب علیخان بہادر مراد ہین . علاوہ ازین چونکہ پہلے سفر مین میرزا صاحب رامپور سے دیوان اردو کی نقل لیگئے تھے ، جس سے دیوان طبع ہوا ، اسلئے نواب فردوس مکان کے بجائے نواب خلد آشیان کے عہد کی غزل کا اوس مین شامل نہونا قرین قیاس اور مطابق واقعہ ہو سکتا ہے .

(۲) اردوی معلی ، ص ۹۸

۲۰۰ روپیہ بوجہِ زادِ راہ مرحمت فرما کر میرزا صاحب کی اس آرزو کی بھی تکمیل کردی۔

نواب ضیاءالدین خان بہادر کی فرمایش

نواب ضیاءالدین خان بہادر نیّر نے میرزا صاحب سے فرمایش کی تھی کہ رامپور سے بانس کی غلیل لائین۔ میرزا صاحب نے فرمایش پوری کی۔ لیکن غلیل پر جو کچھ بیتی وہ دلچسپی سے خالی نہین۔ علائی کے نام رامپور سے ۲٦ دسمبر کو لکھا ہے:

«تو کمان گروھہ کہا کر۔ فارسی بھگارا کر۔ مجھسی ھندی کی چندی سن۔ ایك غلیل حضور نی دینی کی ھو۔ ایك علی‌اصغرخان سی میٹھی۔ دونون کل آئینگی۔» (۱)

لیکن سوءِ اتفاق سے فرمایش کی تکمیل مین سعی کے بعض مدارج رہگئے، اور غلیل پر نئی افتاد پڑی۔ ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ ع کو میرزا صاحب علائی کو لکھتے ھین:

«میان چلتی وقت تمھاری چچا نی غلیل کی فرمایش کی تھی۔ رامپور پہنچکر وہ بی سعی و تلاش ھات آگئی۔ بنوا رکھی۔ لڑکون نی ملازمون نی سب نی مجھسی سنلیا کہ یہ نواب ضیاءالدین خان کیواسطی ھی۔ اب چلنی سی ایك ھفتہ پہلی تمنی غلیل مانگی۔ بھائی! کیا بتاؤن کہ کتنی جستجو کی۔ کہین بہم نہ پہنچی۔ دس روپیہ تك مول کو نہین ملی۔ نواب صاحب سی مانگی۔ توشہ خانہ مین بھی نہ تھی۔ ایك امیر کی ھان پتا لگا۔ دوڑا ھوا گیا۔ کھپچی موجود پائی۔ لیکن کیا کھپچی؟ جیسی نجف خان کی عہد مین تورانیون مین ھماری تمھاری ھڈی۔ بنوانی کی فرصت کہان؟ آج لی کل چلدیا۔ اس بانس کی قدر کرنا، اور اسکو اچھی طرح بنوا لینا۔» (۲)

سفر کی مصائب

رامپور سے واپسی مین میرزا صاحب کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ دریایِ رام گنگا مین سرمائی بارش کے سبب سیلاب تھا۔ میرزا صاحب کی پالکی کے پار ھوتے ھی پانی کے زور سے کشتیون کا عارضی پل ٹوٹ گیا۔ اسباب کی گاڑیان اور خدام سب مجبوراً اوس پار رہ گئے، اور میرزا صاحب یکہ و تنہا صرف ایك کمبل ساتھ لیئے مرادآباد کی سرا مین اقامت گزین ھوے۔

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹٦ (۲) ایضاً، ص ٤۱۵۔ نسخہ مین «کرتا» اور «بنوا لیتا» ھی۔

بڑھاپے کی کمزوری سرمائی تکلیفون کا مقابلہ نکر سکی، اور یہ بیمار ہوگئے. پانچ دن صدرالصدور مرادآباد کے ھان قیام کیا، اور جب قدرے رو بصحت ہوے تو دلی کا عزم کیا. دلی پہنچکر نواب خلد آشیان کو لکھتے ھین :

« بعد تسلیم معروض ھو . مرادآباد پہنچا، بعد پالکی کی اوتر آنیکی پل کا ٹوٹ جانا، گاڑی اسباب یہانتك کہ رخت خواب کا مع آدمیون کی اوسی زمہریر کی میدان مین رھنا، بغیر جاڑی کی کچھ نہ کھانا، خیر جو اونپر گزری وہ جانین مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹہرا. بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑ رھا. یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی .

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نی مجھی * تب امان ہجر مین دی برد لیالی نی مجھی

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا. صاحبزادہ ممتازعلیخان بہادر کی بھیجی ھوی دو فرشتی آئی. اوٹھا کر سعید الدین خانصاحب کی ھان لیگئی. صاحبزادہ صاحب نی وہ تعظیم و تکریم، اور سعید الدین خانصاحب نی وہ تکریم و تعظیم کی، کہ میری ارزش سی زیادہ تھی. ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدر الصدور آئی، اور مجھی اپنی گھر لیگئی. پانچ دن وھان رھا. بھائی نواب مصطفی خان بہادر وھین مجھسی آکر ملی. دوسری دن وہ رھگرای دار السرور رامپور اور مین جادہ نورد ستم‌آباد دھلی ھوا. » (۱)

سرکار کی ھمدردی

یہ عریضہ ۱۰ جنوری سنہ ٦٦ ع کو تحریر کیا تھا. لیکن سرکار کو اس کے پہنچنے سے پہلے نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کی زبانی تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی. اونھون نے مرادآباد کے پتہ سے میرزا صاحب کو لکھا :

« زبانی نواب مصطفی خان بہادر کی دریافت ھوا کہ مرادآباد مین کچھ طبیعت آپکی علیل ھوگئی ھو. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا ھوا. اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی کہ خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر ھنوز طبیعت مائل باعتدال نہو، اور آپکا ارادہ قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت ھو، تو آپ رامپور مین تشریف لائیے. یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا. » (۲)

اس فرمان کے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۱ جنوری کو لکھا :

« اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سی رامپور تك ذوق قدمبوس مین جوانانہ گیا. اختلافات آب و ھوا و تفرقۂ اوقات غذا کو ھرگز نہ مانا، اور رنج راہ کو ھرگز خیال مین نہ لایا. وقت معاودت اندوہ فراق نی وہ فشار دیا، کہ جوھر روح گداز پاکر ھر بن مو

---

(۱) مکاتیب، ص ٦٥ (۲) ایضاً، ص ٦٨، حاشیہ نمبر ۲

سی ٹپک گیا۔ اگر آپکی اقبال کی تائید نہوتی، تو دلی تک میرا زندہ پہنچنا محال تھا۔ جاڑا، مینہ، قبض و انقباض، فقدان جوع، فاقہ‌های متواتر، منزلهای نامانوس، ھاپوڑ تک آفتاب کا نظر نہ آنا، شب و روز ھوای زمہریر کا جانگزا رھنا۔ باری ھاپوڑ سی چلکر نیر اعظم کی صورت دکھائی دی۔ دھوپ کھاتا ھوا دلی پہنچا۔ ایك ھفتہ کوفتۂ و رنجور رھا۔ اب ویسا پیر و ناتوان ھون جیسا کہ اس سفر سی پہلی تھا۔ خدا وہ دن کری کہ پھر اوس در پر پہنچون!» (۱)

میرزا صاحب لٹگئی

اس سفر مین میرزا صاحب کی تکالیف اس حد کو پہنچگئی تھین کہ وہ اسکو تاراجیِ حسنِ فکر سے تعبیر کرتے تھے۔ مرزا شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھتے ھین:

«رامپور کی سفر مین تاب و طاقت، حسن فکر، لطف طبیعت، یہ سب اسباب لٹگیا۔» (۲)

سفر رامپور کا رہ آورد

ان جسمانی اذیتون نے میرزا صاحب کی صحت پر بہت برا اثر کیا، اور انھین رعشہ و ضعفِ بصر کی شکایت زیادہ ھوگئی۔ ۱۲ مئی سنہ ٦٦ ع کو مولوی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر فرماتے ھین:

«تمکو میری خبر بھی ھی۔ آگی ناتوان تھا۔ اب نیمجان ھون۔ آگی بہرا تھا۔ اب اندھا ھوا چاھتا ھون۔ رامپور کی سفر کا رہ آورد ھی رعشہ و ضعف بصر۔ جہان چار سطرین لکھین، انگلیان ٹیڑھی ھوگئین۔ حرف سوجھنی سی رھگئی۔» (۳)

وقت و تاریخ ورود دھلی

عناصر کی ان بیرخائیون کا مقابلہ کرتے ھوے میرزا صاحب ۸ جنوری سنہ ۱۸٦٦ ع کو دو شنبہ کے دن گیارا بجے دلی پہنچے۔ مرزا تفتہ کو ورود کی اطلاع دیتے ھوے تحریر کرتے ھین:

«لو صاحب! کھچڑی کھائی دن بہلائی۔ کپڑی پھاڑی گھر کو آئی۔ ۸ جنوری ماہ و سال حال دوشنبہ کی دن غضب الھی کیطرح اپنی گھر پر نازل ھوا۔ تمھارا خط مضامین دردناك سی بھرا ھوا رامپور مین مین نی پایا۔ جواب لکھنی کی فرصت نہ ملی۔ بعد روانگی کی مرادآباد مین پہنچکر بیمار ھوگیا۔ پانچ دن صدر الصدور صاحب کی ھان پڑا رھا۔ اونھون نی بیمارداری اور غمخواری بہت کی۔» (٤)

حکیم احمد حسن مودودی کو لکھا ھے:

---

(۱) مکاتیب، ص ٦۸ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۱ (۳) ایضاً، ص ۳۷ (٤) ایضاً، ص ۱۰۸

«هشتم جنوری کو دلی پہنچا. عرض راہ مین بیمار ہوا. پانچ دن مرادآباد مین صاحب فراش رہا. اب جیسا فرسودہ روان ناتوان تھا ویسا ہون..» (۱)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

«بندۂ گناہگار شرمسار عرض کرتا ہو، کہ پرسون غازی‌آباد کا اوٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل بلای ناگہانی نازل ہوا ہون.

باید کہ کنم ہزار نفرین بر خویش * اما بزبان جادۂ راہ وطن» (۲)

مولوی عبدالرزاق شاکر کو لکھا ہے:

قبلہ! یہ تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ۸ جنوری کو فقیر دلی پہنچا، تھکا ماندہ خستۂ و رنجور. ہنوز افاقت کلی نہین پائی.» (۳)

یہی تاریخ نواب خلد آشیان کو بھی لکھی ہے. فرماتے ہین:

«دوشنبہ ۲۰ شعبان ۱۲۸۲، ۸ جنوری ۱۸۶۶ در غمکدہ پر پہنچا. حضور کی اقبال کی تایید تھی. ورنہ مین اور جیتا دلی پہنچتا.» (٤)

دلی سے باہر رہنے کی کل مدت

میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنہ ٦٥ ع کو دلی سے روانا ہوئے اور ۸ جنوری سنہ ٦٦ ع کو دلی واپس پہنچے. اس حساب سے انکی دلی سے باہر رہنے کی کل مدت تین ماہ ہے.

ارسال ہدایا

میرزا صاحب اور دربارِ رامپور کے درمیان حسبِ ضابطۂ مودت و خلوص تحفے اور ہدیات کی آمد و شد کا سلسلہ بھی پایا جاتا ہے. سرکاری تحفون مین رامپور کے آم ہوتے تھے، جو طبعاً مرغوب ہونے کیوجہ سے میرزا صاحب کو انگریزی خلعت اور سرکاری عطیات سے کم نہ معلوم ہوتے ہونگے. ۱۷ جون سنہ ٦۲ ع کو میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو لکھا ہے:

«رامپور سے نوابصاحب اپنے باغ کے آمون مین سے اکثر بسبیل ارمغان بھیجتے رہتے ہین.» (۵)

جولائی سنہ ٦٤ ع مین سرکار نے دو سو آم بھیجے تھے. میرزا صاحب

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷۹ (۳) عود، ص ۱٦۲
(٤) مکاتیب، ص ٦۷ (۵) اردوی معلی، ص ۲۹

۵ جولائی کو اس عنایت کی رسید مین لکھتے ھین:

« نوازشنامه اور اوسکی ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین.

« شکر نعمتهای تو چندان که نعمتهای تو ».» (۱)

وقتاً فوقتاً میرزا صاحب بھی پھل بھیجا کرتے تھے. ایکبار انھون نے رنگترے ارسال کیئے، تو اسکی رسید مین ۲ جون سنه ٦١ ع مطابق ۲۲ ذیقعده سنه ۷۷ ھ کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا، که دمریزی رنگترے موصول ھوے. شکریه قبول فرمائیے.

فرمایشین

اس کے علاوہ کبھی کبھی دونون طرف سے بعض چیزون کی فرمایش بھی ھوجاتی تھی. سنه ٦٤ ع مین نواب فردوس مکان نے چوب چینی کی فرمایش کی. میرزا صاحب نے بڑی کوشش سے پانچ سیر « رنگین و سنگین و بےگرہ یا کم گرہ قطعاتِ چوب چینی » مہیا کرکے سرکاری کہار کے ھاتھ روانا کیئے، اور از راہِ معذرت لکھا:

« دلی اب شہر نہین. چھاؤنی ھو. کنپ ھو. نه قلعه نه شہر کی امرا، نه اطراف شہر کی روسا.» (۲)

رامپور کے دوسرے سفر مین نواب ضیاءالدین خان بہادر نیر کیلئے میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان سے ایك بانس کی غلیل مانگی تھی. سرکار نے حکم دیا که توشه خانهٔ خاص سے عطا کردیجائے. میرزا صاحب رامپور سے ۷ شعبان سنه ۸۲ ھ مطابق ۲٦ دسمبر ٦٥ ع کو علائی کے خط مین لکھتے ھین:

« مجھ سی ھندی کی چندی سن. ایك غلیل حضور نی دینی کی ھی.» (۳)

بعد ازان اسی غلیل کے متعلق ۲۵ شعبان مطابق ۱۳ جنوری سنه ٦٦ ع کو لکھا ھے:

«اب چلنی سی ایك ھفته پہلی تم نی غلیل مانگی. بھائی کیا بتاؤن، که کتنی جستجو کی. کہین بہم نه پہنچی. دس روپیه تك مول کو نه ملی. نوابصاحب سی مانگی. توشه خانه مین بھی نه تھی.» (٤)

۱۱ جولائی سنه ٦١ ع مطابق غرۂ محرم سنه ۷۸ ھ کو میرزا صاحب نے آمون کی فرمایش کی تھی. اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا:

(۱) مکاتیب، ص ۳۹ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) اردوی معلی، ص ۳۹٦ (٤) ایضاً، ص ٤۱۵

« در بارہ ترسیل انبہ‌ھای کی ، کہ زیب ترقیم فرمایا ھو ، حال یہ ھو کہ امسال بہار انبہ کی باغات اس سرکار مین بہت قلیل اور کم رھی . اور علاوہ اسکی عجب کیفیت اون مین پیدا ھوئی کہ قابل رکھنی دو چار دن کی نہ تھی . یعنی در صورت رکھنی کی خراب اور بوسیدہ ھو جاتی تھی . اس سبب سی بھیجنا انبہ‌ھای کا متصور نہوا . ظہورا اس امر کا بعالم مجبوری تصور فرمائیے . »

دیگر خدمات

میرزا صاحب سرکار کی دیگر خدمات بجا لانے کیلئے بھی ھر وقت تیار رھتے . ۱۰ ربیع الاول سنہ ۸۱ ھ مطابق ۱٤ اگست سنہ ٦٤ ع کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا :

« در ینولا شب سہای ساھو رھنیوالی رامپور کی بغرض علاج چشم دھلی گئی ھین . آپ اطبای دھلی کو دکھا کر علاج کرادین . یہ متوسل اس سرکار کی ھین . »

میرزا صاحب نے ساھو صاحب کا دلی مین بخوبی علاج کرادیا .

جولائی سنہ ٦٧ ع مین نواب خلد آشیان نے مرزا رحیم الدین بہادر حیا سے لکھوایا کہ دلی کے فاضل شطرنج باز کو رامپور روانا کردیجیے . میرزا صاحب نے اوسکو خرچ دیکر روانہ کیا اور اطلاعاً نواب صاحب کی خدمت مین لکھا :

« بموجب تحریر میرزا رحیم الدین بہادر حیا کی فاضل شطرنج باز کو خرچ دیکر روانہ کیا . » (۱)

سرکار کا طریق خطاب

سرکاری فرامین مین میرزا صاحب کو مساویانہ مخاطب کیا جاتا تھا . چنانچہ القاب ، آداب اور خاتمہ ، ھرجگہ مساوات و محبت کا لحاظ پایا جاتا ، اور علی العموم فرمان کا انداز یہ ھوتا ھے :

« نوابصاحب مشفق مہربان کرمفرمای مخلصان سلمہ اللہ تعالی . بعد اشتیاق مواصلات موفور المسرت کہ متجاوز التحریر ھی مشہود ضمیر مودت تخمیر کی ھو .... زیادہ جمعیت و نشاط ھو . »

اثنای مطالب مین جہان میرزا صاحب کے خط کا حوالہ آیا ھے وھان اونکے مکتوب کو « سامی صحیفۂ لطف آگین » یا « نمیقۂ انیقۂ بلاغت مشحون » یا دیگر تعظیمی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ھے . اسیطرح ھرجگہ لفظ « مشفقا » سے

(۱) مکاتیب ، ص ۹۵

تخاطب نظر آتا ھے۔ ان رواسم و آداب سے اندازہ ھوسکتا ھے، کہ سرکارِ رامپور سے میرزا صاحب کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔

میرزا صاحب کا طریق خطاب

خود میرزا صاحب کے عرایض کے القاب، آداب اور خاتمہ بھی اس پر شاھد ھین کہ اس رشتہ کی بنا احسان وعنایت سے زیادہ محبت و خلوص پر تھی۔ چنانچہ میرزا صاحب نے تقریباً تمام عرایض مین «ولیِ نعمت» سے مخاطب کیا ھے، اور «بعدِ تسلیم معروض ھے» سے اظہار مطلب شروع کرکے «زیادہ حدِ ادب» پر عریضہ کو ختم کردیا ھے۔ خاتمہ مین صرف دو دعائیہ شعر پائے جاتے ھین، جن مین سے کبھی ایك کبھی دوسرا خط کی زینت بڑھاتا رہتا تھا۔ یہ بھی بناوٹ اور تصنع سے دوری و نفرت پر دلالت کرتا ھے۔

میرزا صاحب کی رامپوری شاگرد

میرزا صاحب کے خطوط مین رامپور کے صرف ایك ایسے بزرگ کا ذکر آیا ھے، جو اون سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ یہ صاحبزادہ سید عباس علیخان بہادر ابن نواب سید عبد العلیخان بہادر، نواب فردوس مکان کے حقیقی چچازاد اور نسبتی بھائی، اور نواب خلد آشیان کے حقیقی مامون تھے۔ بیتاب تخلص کرتے اور میرزا صاحب سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو ۲۳ اپریل سنہ ۱۸٦۷ع کو لکھا ھے:

«مین اب محض نکما ھوگیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ پچاس جگہ سے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ھوے بکس مین دھرے ھین۔ ازانجملہ تین صاحبون کے نام تمکو لکھتا ھون۔ سر ابراھیم علیخانصاحب، میر عالم علیخانصاحب، نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کے حقیقی مامون۔۔» (۱)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳

س — مکاتیب غالب

انشای غالب

میرزا صاحب کے عہد تك ہندوستان کا تعلیم یافته طبقه فارسی زبان مین اظہارِ خیالات پسند کرتا ، اور دیسی زبان کا پایه اپنے مرتبه سے فروتر جانتا تھا . عرصۂ دراز تك میرزا صاحب بھی اسی روشِ عام کے دلداده رہے . لیکن رفته رفته انکی فارسی خط و کتابت کی جگه اردو نے حاصل کرنی شروع کردی ، جو آخرِ عمر تك پہنچکر انکے اظہارِ خیالات کا واحد ذریعه ہوگئی .

اردو انشا کا آغاز اور خواجه حالی کی رای

اردو مراسلت کی ابتدا کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی تصریحی بیان موجود نہین . البته خواجه حالی مرحوم تحریر فرماتے ہین :

« معلوم ہوتا ہی که مرزا سنه ۱۸۵۰ ع تك همیشه فارسی مین خط کتابت کرتی تھی . مگر سنه مذکور مین ، جبکه وه تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور کئی گئی ، اور همه تن مہرنیمروز کی لکھنی مین مصروف ہوگئی ، اسوقت بضرورت انکو اردو مین خط کتابت کرنی پڑی ہوگی . وه فارسی نثرین اور اکثر فارسی خطوط ، جن مین قوت متخیله کا عمل اور شاعری کا عنصر نظم سی بھی کسیقدر غالب معلوم ہوتا ہی ، نہایت کاوش سی لکھتی تھی . پس جب انکی همت مہرنیمروز کی ترتیب و انشا مین مصروف تھی ضرور ہی که اسوقت اونکو فارسی زبان مین خط کتابت کرنی اور وه بھی اپنی طرز خاص مین شاق معلوم ہونی ہوگی . اسلئی قیاس چاهتا ہی که انہون نی غالباً سنه ۵۰ ع کی بعد سی اردو زبان مین خط لکھنی شروع کئی ہین . » (۱)

مہر صاحب کا اختلاف

مولانا غلام رسول مہر کو خواجه صاحب کی رائے سے اختلاف ہے . اونکے نزدیك میرزا صاحب کی اردو مراسلت سنه ۱۸۵۰ ع سے قبل شروع ہوچکی تھی . لیکن وه اسلئے ضایع ہوگئی که اوسوقت کے اهل علم اردو کو اهمیت نہین دیتے تھے . مولانا کے وجوهِ اختلاف حسب ذیل ہین :

(۱) یادگار غالب ، ص ۱۷٤

« ... اول مہر نیمروز کوئی بڑی کتاب نہین جسکی ترتیب مین غالب کی اوقات کا بیشتر حصہ صرف ہوتا ہوگا۔ یہ کتاب انھون نی کم و بیش پانچ برس مین مرتب کی، موجودہ مطبوعہ صورت مین اسکی ۱۱۸ صفحی ہین۔ اس سی ظاہر ہی کہ باعتبار اوسط وہ سال بھر مین زیادہ سی زیادہ پچیس صفحات لکھتی رہی، اور یہ غالب جیسی قادر الکلام اور مشاق نثر نگار کیلئی کوئی بہت بڑا کام نہین ہی، جسکی تکمیل کی خاطر انھین فارسی خط و کتابت ترک کرنی پڑی ہو۔

دوسری خط وکتابت مین انکا عام انداز پیچیدہ اور الجھا ہوا نہ تھا۔ بلکہ جوکچھ لکھتی تھی عموما بلا تکلف لکھتی تھی۔ اردو خطوط کیطرح فارسی خطوط مین بھی تکلفات سی آزادگی ہر مقام پر ظاہر ہی۔ انھون نی «پنج آہنگ» کی آغاز مین نثر نگاری کی جو خصایص بیان کئی ہین ان سی ظاہر ہی کہ وہ ابتدا ہی سی صحیح راستہ پر گامزن تھی۔ اور یہ نہین کہا جاسکتا کہ ہر فارسی خط کی لفظ لفظ پر گھنٹون مصروف فکر رہتی تھی۔

تیسری انکی فارسی مکاتیب مین ایک خط منشی جواہر سنگھ جوہر کی نام ہی، جس مین سر کیلئی لنگی کی فرمایش کی ہی۔ اس خط کی آخر مین مطبوعہ «پنج آہنگ» مین یکم دسمبر سنہ ۱۸۴۸ع مطابق چہارم محرم سنہ ۱۲۵۱ھ ثبت ہی۔ ہجری اور عیسوی تاریخ مین مطابقت نہین ہوتی۔ جس سی ظاہر ہوتا ہی کہ کم از کم ایک تاریخ ضرور غلط ہی۔ اگر تاریخ ہجری کو سنہ ۱۲۵۱ھ کی بجائی سنہ ۱۲۶۱ھ رکھا جائی تو عیسوی تاریخ سنہ ۱۸۴۵ع ہونی چاہئی۔ میرا خیال ہی کہ یہی صحیح ہی۔ ان کی اردوی معلی کی ایک خط مین بھی منشی جواہر سنگھ سی لنگی کا تقاضا موجود ہی۔ وہ فرماتی ہین: «کیون صاحب وہ ہماری لنگی ابتک کیون نہین آئی۔ بہت دن ہوی جب تم نی لکھا تھا کہ اسی ہفتی بھیجونگا»۔ یہ دونون خط لازماً ایک دوسری سی قریب کی زمانی مین لکھی گئی ہونگی۔ میرا خیال یہی ہی کہ غالب سنہ ۱۸۵۰ع سی قبل اردو خط و کتابت شروع کرچکی تھی۔ لیکن چونکہ اس زمانی مین اردو نثر کو اہل علم زیادہ بلند پایہ نہین دیتی تھی۔ اسلئی وہ خط محفوظ نہ رہ سکی۔ لیکن جیسی جیسی اردو کا رواج بڑھتا گیا اور فارسی کا رواج کم ہوتا گیا غالب کی خط و کتابت فارسی کی بجائی اردو مین زیادہ ہوتی گئی۔» (۱)

وجوہ مین کلام

میری ناقص رائے مین مولانا مہر کے وجوہِ اختلاف مین کلام کی گنجایش موجود ہے۔ اونکی پہلی دلیل کے متعلق یہ عرض ہے کہ میرزا صاحب کے زمانہ تک جس قسم کی فارسی زبان ایران و ہندوستان مین مروج تھی، اوسکی بہترین مثالین ابو الفضل، ظہوری، جلالای طباطبائی، میرزا طاہرِ وحید وغیرہ اہلِ قلم کی تصنیفات ہین۔ یہ سب بزرگ اپنےکلام کی زینت و شکوہ

(۱) غالب مصنفۂ مہر، ص ۳۰۷

کیلئے عربی الفاظ بکثرت استعمال کرتے تھے. ان الفاظ نے رفتہ رفتہ اصطلاحی حیثیت اختیار کرلی تھی، اور تقریباً ہر فارسی نویس، خواہ اوسکی ادبی حیثیت و استعداد معمولی ھی ھوتی، اپنی روزمرہ کی تحریرون مین ان وزنی الفاظ کو کھپانے کا عادی ھوگیا تھا. اسکے علاوہ مخصوص استعارے اور تشبیہین بھی رواجِ عام حاصل کرچکی تھین. چنانچہ ابوالفضل کے بعد سے میرزا صاحب کے وقت تك مختلف اصحاب کی ادبی اور تاریخی تالیفات دیکھنے سے صاف نظر آتا ھے کہ اظہارِ مطالب مین ہر پچھلے فارسی نویس نے اپنے پیشرو کے نشانہائے قدم پر قدم رکھنے کی پوری کوشش کی ھے، اور تقریباً سب نے ایك مضمون کو ایك ھی انداز مین لکھا ھے.

میرزا صاحب کو قدرت نے اُپچ والی طبیعت عطا کی تھی. وہ فطرتاً روشِ عام کو ناپسند کرتے تھے، اور چاھتے تھے کہ اپنی انفرادیت کو میدانِ ادب مین بھی نمایان رکھین. اونکی اس فطری اُپچ اور انفرادیت کی کوشش کا اثر نثرِ فارسی پر بھی پڑا، اور وہ طرزِ ادایِ مطالب اور انتخابِ الفاظ دونون مین ابوالفضل وغیرہ ادیبون کی نثر سے ممتاز ھوگئی.

چونکہ میرزا صاحب نے قدیم شاھراہ سے ھٹکر ایك نئی روش اختیار کی تھی، اسلئے اونھین قدم قدم پر وہ تمام مشکلات پیش آتی ھونگی، جو پرانی طرز کے تارك اور نئے انداز کے موجد کو پیش آیا کرتی ھین. اور چونکہ میرزا صاحب رسمِ عام کے برخلاف عربی الفاظ کے استعمال سے بھی حتی المقدور احتراز کیا کرتے تھے، حتی کہ اونکی اکثر تحریرون سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ کاتب نے ایك پیش پا اوفتادہ عربی لفظ ترك کرکے بالقصد فارسی نژاد لفظ استعمال کیا ھے، پس کسطرح باور کیا جاسکتا ھے کہ قطعِ نظر اور تمام تحریرون سے خود «مہرِ نیمروز» کی تالیف مین بھی میرزا صاحب نے کافی غور و خوض کی ضرورت محسوس نہ کی ھوگی. خصوصاً جبکہ «مہرِ نیمروز» اکبر نامہ

کے مقابله مین لکھی جا رہی تھی اور انھین ایك مسلم الثبوت استاد سے بازی لیجانا منظور تھا.

ان دشواریون کی تصدیق خود میرزا صاحب کے بیان سے بھی ہوتی هے. انھون نے «مہرِ نیمروز» کے دیباچه مین لکھا هے که مین نے اپنی عمر کا گزشته حصه باده خواری و نظم نگاری مین بسر کیا تھا. اگر کبھی ضرورتاً نثر نگاری کا اتفاق هوا تو نثر کو نظم هی کے مستانه انداز مین لکھا. بنابرین سلاطینِ تیموریه کی تاریخ جس اندازِ نگارش کی مقتضی هے اس ابتلا و پریشانی کے زمانه مین، که دل افسرده اور تن خسته هے اور یه حال هے که

«نگارش اگر همه یك صفحه بیش نبود، پیش ازانکه انجام گزیند و بهم پیچیدن ورق را هنگام آید انامل بهم پیچد، و کلك از بنان فرود افتد.» (۱)

مجھ سے اسکا انصرام ممکن نہین. لهذا یه کسطرح مناسب هوگا که روزگار یه فیصله کرلے که

«در فسانه سرائی آوازهٔ ساز مرا اندازه و اندازهٔ انداز مرا آزمودن برگیرد.» (۱)

بہر حال مین

«از کار فرمائی این نگارش سپاس پزیرم، که بپرداختن این نمط، که خود را چون سایه با زمین هموار ساخته ام تا پرداخته ام، و به انگیختن این نقش که چشم و دل و نگاه و نفس باهم آمیخته ام، تا انگیخته ام، دست از کارهای دگر کوتاه است و دل از اندیشه‌های دگر برکنار.» (۲)

میرزا صاحب کی اس تصریح کے بعد که «مین نے اس روش کے نباهنے مین اپنے آپکو سایه کیطرح زمین پر بچھا دیا تھا، اور اس نقش کی درستگی مین چشم و دل و نگاه و نفس سب کو لگادیا تھا، تب اسکے سرانجام سے عهده برآ هوا هون» اس خیال کی گنجایش باقی نہین رهتی که «یه غالب جیسے قادر الکلام اور مشاق نثرنگار کیلئے کوئی بهت بڑا کام نہین هے.»

اب یه مسئله باقی رهجاتا هے که کیا میرزا صاحب نے ۲۵ صفحے فی سال کے

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۷۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷٤

حساب سے «مہرِ نیمروز» کی تالیف پر صرف کئے. واقعات اسکے خلاف ہین. «پنج آہنگ» مین منشی جواہر سنگھ جوہر کے نام ایك خط درج ھے جو ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ ع کو لکھا گیا تھا. اس مین میرزا صاحب نے «مہرِ نیمروز» کے مسودہ کا ذکر کیا ھے. فرماتے ھین:

« مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیہ بدست ھیرا سنگھ روان داشته ایم و ھنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم. اگر رسیده است بنویسند. ورنه از ھیرا سنگھ باز پرس کنند. » (۱)

اس خط سے واضح ھے کہ میرزا صاحب نے سنہ ۱۸۵۰ ع مین «مہرِ نیمروز» شروع کرکے ۱۱ جون سنہ ۵۲ ع سے قبل تمام کرلی تھی. اسکے بعد کا زمانہ، جو تقریباً دو برس یا اس سے کچھ زائد ھے، نظرِ ثانی مین گزرا، اور جب میرزا صاحب نے اپنے احباب کو کتاب دکھا کر داد لیلی تب بادشاہ کے حضور مین اوسے پیش کیا. اس صورت مین ۲۵ صفحہ فی سال کے بجائے ۵۹ صفحات فی سال یا ۵ صفحے فی ماہ ہوتے ہین، جو اور زیادہ ہو جائینگے، اگر صحیح علم ہوجائے کہ میرزا صاحب نے ۱۱ جون سنہ ۵۲ ع سے کتنا عرصہ پہلے کتاب ختم کردی تھی.

مولانا کی دوسری وجہ کے بارے مین یہ گزارش ھے کہ «پنج آہنگ» کے دیباچہ مین میرزا صاحب نے جس روش کے خلاف صدایِ احتجاج بلند کی ھے، وہ انشایِ خلیفہ، انشایِ مادھورام، اور انشایِ ھرکرن جیسی ھندیانہ کتابون سے ملك مین رواج پزیر ھوکر اسدرجہ مقبولِ خاص و عام خیال کیجانے لگی تھی، کہ اوسکے خلاف قدم اوٹھانا معاشرتی و علمی گناہ تسلیم کیا جاتا تھا. میرزا صاحب اسکے طبعی مخالف تھے اسلئے اونھون نے «پنج آہنگ» کے دیباچہ مین، جو دراصل مبتدیون کیلئے تالیف کیگئی تھی، یہ مشورہ دینا مناسب خیال کیا کہ

« این پارسی آمیخته بتازی را در کشاکش تصرفات ھندی زبانان پارسی نویس ضایع نگزارد.

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰. مسٹر محمد اکرام نے غالب نامہ، ص ۱۱۴ مین اس خط کو مولوی رجب علیخان کے نام لکھدیا ھے. حالانکہ مولویصاحب کا نام صرف خط ماقبل کے آخر مین آیا ھے.

و لغات عربی جز بقدر بایست صرف ننماید. و پیوسته در آن کوشد که سادگی و نغزی شعار او گردد.» (۱)

اس کا یہ مطلب کسیطرح نہین قرار دیا جاسکتا کہ خود اونکی اپنی انشا بھی تکلفات سے آزاد ھے. کیونکہ اگر القاب و آداب اور دیگر الفاظِ عربی سے قطعِ نظر کرکے دیکھا جائے تو اونکی انشا ادایِ مطلب مین سراسر تکلف سے پُر اور عام انداز سے اسقدر علیحدہ ھے، کہ تا وقتیکہ نگاہ و فکر اوس سے اخذِ مطلب کے عادی نہوجائین، انسان سہولت کیساتھ مطلب تک نہین پہنچ سکتا. اسی سبب سے میرزا صاحب کے پہلے عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان جیسے ادیب کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ

«مخلص را لیل و نہار متمنی اخبار تصور فرمودہ اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثایق بعبارت سلیس کہ در خواندنش تاملی بوقوع نیاید مسرور و مطمئن میفرمودہ باشند.» (۲)

علاوہ ازین خود میرزا صاحب اسکے معترف ھین کہ ایامِ پیری مین اون سے اپنی روشِ خاص نہین نبھ سکی. چنانچہ مولوی عبدالرزّاق شاکر کو فارسی خط کی فرمایش کے جواب مین لکھتے ھین:

«بندہ نواز! زبان فارسی مین خطون کا لکھنا پہلے سے متروک ھے. پیرانہ سری و ضعف کے صدمون سے محنت پژوھی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رھی. حرارت غریزی کو زوال ھے اور یہ حال ھے،

مضمحل ہوگئے قوی غالب * وہ عناصر مین اعتدال کہان

کچھ آپ ھی کی تخصیص نہین. سب دوستون کو جن سے کتابت رھتی ھے اردو ھی مین نیازنامے لکھا کرتا ھون. جن جن صاحبون کی خدمت مین آگے مین نے فارسی زبان مین خطوط و مکاتیب لکھے اور بھیجے تھے، اون مین سے جو صاحب الی الآن ذیحیات و موجود ھین اون سے بھی عندالضرورت اسی زبان مروج مین مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ھے. ... پس امیدوار ھون کہ آپ انھین نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرۂ اردوی سادہ و سرسری کو غنیمت جانکر قبول فرماتے رھین.» (۳)

اس خط مین میرزا صاحب نے فارسی مراسلت ترک کرنے کی وجـــہ یہ قرار دی ھے کہ

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۵ (۲) مکاتیب غالب، ص ٤، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی، ص ۲۱۵ و عود ھندی، ص ۱۵٦

« پیرانہ سری و ضعف کے صدمون سے محنت پژوهی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رهی . »

اسکے بعد شاکر صاحب کو یہ بھی اطمینان دلایا ھے کہ جن اصحاب سے پہلے فارسی مین خط و کتابت رھا کرتی تھی اونھین بھی اب اردو ھی مین خط لکھا کرتا ھون. اس صورت مین مولانا حالی کا یہ خیال کہ « مہرِ نیمروز کی تالیف کے زمانہ مین اردو مراسلت شروع کی » بعید از وقوع نہین معلوم ھوتا. اسلئے کہ جب میرزا صاحب معمولی فارسی مکاتبت مین اسدرجہ جگر کاوی سے کام لیا کرتے تھے کہ ایامِ پیری مین، جبکہ اونکی مشقِ پارسی نگاری پختہ ھو چکی تھی، اس بار کے اوٹھانے کیلئے آمادہ نہین تھے، تو « مہرِ نیمروز » کی تالیف کے زمانہ مین دو بوجھ کسطرح اوٹھاتے.

مولانا مہر کی تیسری وجہ مین صرف اسقدر کلام ھے کہ میرزا صاحب کے فارسی مکاتیب بنام جواھرسنگھ مین سے ایک خط یقینی سنہ ۵۰ ع سے بعد کا ھے. دوسرا بھی، جس مین میرزا صاحب نے لکھا ھے کہ بادشاہ کی علالت کیوجہ سے قصیدۂ تہنیتِ عید پیش کرنیکا موقع نہ ملا، سنہ ۵۰ ع کے بعد کا معلوم ھوتا ھے. اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے بادشاہ کی بیماری کے سلسلہ مین لکھا ھے:

« تا دیگر چہ رو نماید، و بر من، کہ در سایۂ دیوارش غنودہ ام، چہ رود. » (۱)

ظاھر ھے کہ یہ الفاظ اوسی وقت زیادہ بھلے نظر آتے ھین جب میرزا صاحب کے قلعہ سے تعلقات صرف دوستانہ نہون، ملازمت کا سلسلہ بھی قائم ھوچکا ھو.

اب تیسرا خط رھتا ھے. مولانا مہر کے خیال مین اس خط کی تاریخہای عیسوی و ھجری دونون غلط ھین. صحیح تاریخ یکم دسمبر سنہ ۱۸۴۵ ع مطابق ۴ محرم سنہ ۱۲۶۱ ھ ھونی چاھیے. میری ناقص رای مین مولانا کا یہ خیال درست ھے کہ ھجری اور عیسوی سنین مین تطابق نہین. مگر یہ نادرست ھے کہ دونون سنہ غلط ھین. اسلئے کہ میرزا صاحب نے دونون سنون کیساتھ

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۱

تاریخین بھی لکھی ھین. کتاب تشریح السنین سے معلوم ھوتا ھے کہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸۴۵ ع کو یکم محرم سنہ ۱۲۶۲ ھ تھے. اس حساب سے یکم دسمبر سنہ ۴۵ ع کو یکم محرم سنہ ۶۱ ھ نہین ھوسکتے. اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ ۴ محرم سنہ ۱۲۶۵ ھ یکم دسمبر سنہ ۱۸۴۸ ع کے مطابق تھی. لہذا ھمین میرزا صاحب کی عیسوی تاریخ و سنہ کو درست ماننا پڑیگا. اور ھجری تاریخ و ماہ بھی صحیح ھونگے. صرف ھجری سنہ کو غلط تسلیم کر لینگے. یعنی سنہ ۵۱ ھ کے بجای ۶۵ ھ صحیح سنہ ھوگا.

اور جب یہ ثابت ھوچکا کہ میرزا صاحب کا وہ فارسی خط، جس مین لنگی کا ذکر آیا ھے، دسمبر سنہ ۴۸ ع کا مکتوبہ تھا، اور یہ بھی خود میرزا صاحب نے اپنے اردو خط مین لکھا ھے کہ «بہت دن ھوے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ھفتہ مین بھیجونگا»[1] تو پھر کوئی محالِ عقلی لازم نہین آتا اگر آپ یہ تسلیم کرلین کہ میرزا صاحب نے سنہ ۵۰ ع مین یہ اردو خط لکھا تھا. اسلئے کہ ان دونون خطون کے درمیان صرف ایك سال کا فصل ھے. اور فقرۂ «بہت دن ھوئے» ایك یا ڈیڑھ سال کے وعدہ کے متعلق بسہولت استعمال کیا جاسکتا ھے.

میرزا صاحب کا بیان

اگرچہ اردو مراسلت کے آغاز کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی قطعی بیان ھمارے پاس موجود نہین؛ لیکن «پنج آھنگ» کے خاتمہ مین فارسی مراسلت بالکل ترك کرکے صرف اردو مین خط و کتابت کرنیکی تاریخ خود اونھین نے بیان کی ھے. فرماتے ھین:

«یزدان داند، ومدعیان دانش را توفیق دانستن دھد تا دانند، کہ خامۂ غالب سیہ نامہ مسلك دشوار گزار پارسی آمیختہ بتازی را بکدام دلاویز رفتار پیمودہ است. درین شصت وھشت سالہ زندگی کہ جزو در بازی وکل در سخن طرازی گزشت وبسا گزین روشھا در نثر نظرفروز آمد از دو سال در بند آن بودم کہ ... دیگر در خامہ فرسائی انداز خود نمائی فرو ھلم ... پنجاہ سالہ نی پی برگ را

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۵۶

به هنجار اورامه سرایان پارس به نوا داشته ام . اکنون آن روش فروگزاشته ام . سپس ما فی الضمیر را ، که بر یاران نزدیك و دور عرضه باید داد ، در زبان اردوی و آن هم سرسری و از تکلف بری رقم خواهم کرد ، تا زندگی آسان گردد . » (۱)

یه خاتمه سنه ۱۲۸۰ ھ (۱۸۶۳ ع) مین لکھا گیا تھا ، جبکه میرزا صاحب کی عمر ٦٨ سال کی تھی . اس ٦٨ ساله زندگی مین سے ۱٦ سال کھیل کود مین گزار کر ۱۲۲۸ ھ (۱۸۱۳ ع) سے ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا ، اور تقریباً ٥٠ سال فارسی نظم و نثر لکھتے رہے تھے . لیکن سنه ۱۲۸۰ھ (۱۸٦۳ع) سے دو سال قبل سنه ۷۸ ھ (٦١ ع) مین یه عزم کیا تھا که اب فارسیِ آمیخته و نا آمیخته بتازی کو ترك کرکے ساده اردو مین اظہارِ مطالب کرینگے . کیونکه فارسی کیلئے جس فراغِ خاطر و قوتِ دماغ کی ضرورت تھی غلبۂ پیری کے سبب میرزا صاحب اوس سے محروم ھوچکے تھے . اردویِ معلی اور عود کے مختلف خطوط سے اسکی تصدیق بھی ھوتی ھے ، که میرزا صاحب نے سنه ۷۸ ھ (٦١ ع) سے قبل ھی فارسی نگاری سے احتراز کرنا شروع کردیا تھا . قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے ھین :

« فارسی کیا لکھون ؟ یہان ترکی تمام ھی . اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر . ھزار آدمی کا ماتمدار ھون . آپ غمزده اور آپ غمگسار ھون . اس سے قطع نظر که تباه اور خراب ھون مرنا سر پر کھڑا ھی . پا برکاب ھون . » (۲)

اس خط مین میرزا صاحب نے اپنی وفات کی تاریخ « غالب مرد » کا بھی تذکره کیا ھے ، جس سے ثابت ھوتا ھے که اسکی تاریخ کتابت سنه ۷۷ ھ (٦٠ ع) سے قبل ھے .

مولانا محمد عباس رفعت بھوپالی کو ٤ ربیع الاول سالِ « رستاخیز » (۱۲۷۸ ھ مطابق ۱۸٦۱ ع) کو تحریر کرتے ھین :

« از دیر باز به نظم و نثر نمی گرایم . نظم خواهی پارسی و خواهی اردو خوابی ست فراموش . نامه در پارسی نوشتن نیز آئین نمانده . هرچه نوشته می شود یکدست در اردوست . اینك ... مولانا عباس ... از بھوپال فرمان فرستاد که غالب .... نامه در پارسی زبان نویسد . یا رب !

---

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲٥٤ (۲) عود ھندی ، ص ١٦٥

فرمان چون بجا آورم؟ و در نامه چه نویسم؟ باری نه از توانائی بنان بلکه از اثر روائی آن فرمان جنبش خامه لفظی چند که بخواندن نیرزد بر روی ورق ریخت. » (۱)

ان دونون خطون مین میرزا صاحب نے ترکِ فارسی نگاری کا سبب غلبۂ رنج و غم اور ضعفِ پیری کو قرار دیا ھے. یہی سبب مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام کے مکتوب مین بھی ذکر کرچکے ھین. اب اگر ھم تمام دلائل کو سامنے رکھکر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرین تو وہ یہ ھوگا کہ میرزا صاحب ایک ایسے دشوار گزار مسلکِ فارسی نگاری کے موجد تھے، جو اطمینانِ خاطر و توانائیِ دماغ و قلب کا مقتضی تھا. سنہ ۱۸۵۰ع (۱۲۶۶ھ) تک یہ دونون اسباب میسر رھے اسلئے میرزا صاحب تقریباً اسی زبان مین خامہ فرسائی کرتے رھے. لیکن جب سنۂ مذکورہ مین بادشاہِ ظفر نے تاریخ نگاری کی خدمت سپرد کی اور فراغِ خاطر مین کمی ھوگئی، تو میرزا صاحب نے فارسی کیساتھ اردو نثر کو بھی نوازنا شروع کیا. سنہ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ع) مین ذوق کا انتقال ھوا تو اصلاحِ کلام بھی میرزا صاحب کے سپرد کیگئی، اور یہ فرصت سے بالکل محروم ھوگئے، جسکے سبب مسلکِ فارسی کی گامزنی کیلئے اور کم وقت میسر آنے لگا اور اردو کو مزید غلبہ حاصل کرنیکا موقع ملا.[۲] سنہ ۵۷ع کے بعد ھجومِ مصائب و آلام نے اطمینانِ خاطر کا قطعی خاتمہ کردیا. نیز افکار کی زیادتی اور معاشی پریشانی کے سبب رفتہ رفتہ امراض مستولی ھوتے گئے. اب اردو نہایت سرعت کیساتھ انکی انشا پر چھانے لگی، تا آنکہ سنہ ۱۲۷۸ھ (۱۸۶۱ع) مین میرزا صاحب کو عزم کرنا پڑا کہ آیندہ فارسی مین نظم و نثر کچھ نہ لکھین گے. لیکن اس عہد کی عملی تکمیل سنہ ۱۸۶۵ع مین ھوئی.

---

(۱) انشای نورچشم، ص ۵۱

(۲) میرزا صاحب نی سنہ ۵۷ع سی پہلے سید غلام حسنین قدر بلگرامی کو اپنی مصروفیت کا حال لکھا ھی. فرماتی ھین: « رھا جواب کا لکھنا. کاش آپ یہان ھوتی اور میرا حال دیکھتی. ھر روز صبح کو قلعہ جانا اور دوپہر کو آنا. بعد کھانا کھانے کی حضرت کی مسودون کا درست کرنا. احباب کی خط لکھنی کی فرصت بہت کم ھاتھ آتی ھی » (اردوی معلی لاھور ایڈیشن ضمیمۂ سر خوش). یہ اردو خطوط کی جوابات کی متعلق معذرت ھی. ایسی حالت مین فارسی نگاری کی مہلت ملنی کی امید رکھنا کسطرح قرین صواب ھوسکتا ھی.
ع — الف

چنانچہ آج ہمارے پاس سنۂ مذکورہ کے بعد کی فارسی تحریرین کالمعدوم هین .

مجہپر اردو کی فرمایش

میرزا صاحب اپنے عہد کے ممتاز فارسی ادیب تھے، اور اکثر اربابِ علم و فضل کی طرح اسی کو سرمایۂ نازش و افتخار خیال کرتے تھے . جب بعض معاصرین نے اپنی اردو شاعری کے بل بوتے پر انکی همسری کا دعوی کیا ، تو انھین اپنے کلامِ اردو کی تمام خوبیون سے قطعِ نظر کرکے میدانِ سخن کے ان یکّہ تازون سے کہدینا پڑا :

« فارسی بین، تا به بینی نقشهای رنگ رنگ * بگزر از مجموعۂ اردو که بیرنگ منست
راست میگویم من، و از راست سرنتوان کشید * هرچه در گفتار فخر تست آن ننگ منست » (۱)

میرزا صاحب کا یہ خیال نظمِ اردو هی تك محدود نہ تھا . وہ نثرِ اردو کو بھی اپنے پایۂ کمال سے فروتر جانتے تھے . چنانچہ منشی شیونراین اکبرآبادی کے توسط سے هنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب نے نثرِ اردو کی فرمایش کی ، تو میرزا صاحب نے منشی صاحب کو لکھا :

« مگر بھائی تم غور کرو ، اردو مین مین اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا ، اور اوس عبارت مین معانی نازك کیونکر بھرونگا . » (۲)

انھین کو دوبارہ لکھا هے :

« جناب ریڈ صاحب صاحبی کرتی هین . مین اردو مین اپنا کمال کیا ظاهر کرسکتا هون . اوس مین گنجایش عبارت آرائی کی کہان هے . بہت هوگا تو یہ هوگا کہ میرا اردو به نسبت اورون کی اردو کی فصیح هوگا . » (۳)

سہ بارہ پھر انھین کو لکھا هے :

« میان ! اردو کیا لکھون . میرا یہ منصب هی کہ مجھپر اردو کی فرمایش هو . » (٤)

نظم و نثر سہل ممتنع هے

لیکن اسکے باوجود میرزا صاحب یہ ضرور جانتے تھے کہ اونکا کلام ، نظم هو یا نثر، حسن وخوبی کے اوس درجہ پر پہنچ چکا هے ، جسے علمای

(۱) کلیات نظم فارسی ، ص ۱۳ (۲) اردوی معلی ، ص ۳٦۳
(۳) ایضاً ، ص ۳٦٦ (٤) ایضاً ، ص ۳٦۷

بلاغت « سہلِ ممتنع » کہتے ھین . چنانچه خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کے ایك خط کے جواب مین لکھتے ھین :

« پیر و مرشد ! .... سہل ممتنع اوس نظم و نثر کو کہتی ھین که دیکھنی مین آسان نظر آنی اور اوسکا جواب نہوسکی . بالجمله سہل ممتنع کمال حسن کلام ھی ، اور بلاغت کی نہایت ھی . ممتنع در حقیقت ممتنع النظیر ھی . شیخ سعدی کی بیشتر فقری اس صفت پر مشتمل ھین . اور رشید وطواط وغیرہ شعرای سلف نظم مین اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتی ھین . خود ستائی ھوتی ھی . سخن فہم اگر غور کریگا تو فقیر کی نظم و نثر مین سہل ممتنع اکثر پائیگا . » (۱)

جہانتك میرزا صاحب کی نثرِ اردو کا تعلق ھے واقعه یه ھے که وہ شیخِ سعدی کی گلستان کیطرح بظاھر اسقدر سہل معلوم ھوتی ھے که انسان سمجھتا ھے مین بھی ایسا لکھ سکتا ھون ؛ مگر جب لکھنے بیٹھتا ھے تو ایك جمله بھی نہین لکھ سکتا . اور یہی کلام کی خوبی و کمال کی آخری حد ھے ، جس تك رسائی کیلئے زورِ دماغ سے زیادہ بخششِ معنوی کی ضرورت ھے .

برتری کا پہلا سبب . استعداد فارسی

میرزا صاحب کی اردو نثر کی برتری و دلچسپی کے متعدد اسباب ھین ، جن مین سب سے اھم یه ھے که میرزا صاحب ادبِ فارسی کے بے بدل ماھر تھے . اونھون نے زبانِ فارسی کے وہ تمام محاسن ، جو کئی ھزار نادرہ کار دماغون کی گیارہ سو برس کی سعی و جانفشانی سے بہم پہنچے تھے ، اردو جیسی کم عمر و تہی مایه زبان کے دامن مین بھر دئے . اگر وہ فارسی کے بلند پایه ادیب نہوتے ، تو اپنے کلامِ اردو مین اسقدر جدّت ، شیرینی اور تناسب پیدا نکرسکتے . اور نه یه ممکن تھا که اس زمانه مین ، جبکه تسکینِ ذوقِ ادب کے لئے روزانه نیا میدان تلاش کیا جا رھا ھے ، اور تقریباً ھر سال اردو انشا کا طرزِ ادا بیرونی ادبیات سے نئے اثرات قبول کرتا جاتا ھے ، میرزا صاحب کا کلام زبانِ اردو مین پائیدار حیثیت حاصل کرسکتا . یه در اصل زبانِ فارسی کی دولتِ بے پایان تھی ، جو میرزا صاحب کی انشا کو میسر آگئی ھے . اسی

(۱) عود ، ص ۱٤۰

کے سہارے میرزا صاحب کی حیاتِ ادبی کی بقا ھے، جو اوسوقت تك ممات سے مبدل نہین ھوسکتی جبتك اردو زبان بھی فارسی کے برابر قدیم اور ترقی یافته نہوجائے.

دوسرا سبب. خطوط سے تفریح

میرزا صاحب کی کامیابی کا دوسرا سبب یه ھے که اردو مکاتبت اونکے تفریحی مشغلون کا جزو بنگئی تھی. وہ جو کچھ لکھتے تھے اپنا اور مکتوب الیه کا دل بہلانے کی خاطر لکھا کرتے تھے. قدرت نے ظریف طبیعت عطا کی تھی، اسلئے خطوط سے خود لطف اوٹھانے اور دوسرون کیلئے سامانِ انبساط مہیا کرنے مین اونھین خاطر خواہ کامیابی بھی ھوئی. لیکن غدر سنه ۵۷ع کے بعد تمام مشاغل مین سے صرف اسی ایك مشغله پر انحصار کرنا پڑا. یه دور اھلِ ھندکیلئے عموماً اور دھلی کیلئے خصوصاً سخت ابتلا و مصائب کا دور تھا، جس نے اعزا و احباب کی بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اوتار کر بقیه اصحاب کو شہر بدر کردیا تھا، اور میرزا صاحب ھندوستان کے برِ اعظم مین اپنے آپکو یکه و تنہا محسوس کرنے لگے تھے. اسلئے اس عہدِ افسردگی کو فرحت و انبساط کیساتھ گزارنے کی یہی ایك ترکیب باقی تھی که جو دو چار دوست آشنا رھگئے تھے اون سے خط و کتابت کا سلسله جاری رکھا جائے. اسطرح اپنا غم اونھین سنانے اور اونکا فسانه خود سننے کا موقع ملیگا اور کچھ غم غلط ھوجایا کریگا. چنانچه میرزا صاحب نے یہی کیا. اور یہی میر مہدی مجروح، میرزا تفته، خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر اور چند دیگر اصحاب سے کثرتِ مراسلت کا باعث بھی تھا. ان مین سے جسکا خط آتا اوسکو جواب، اور جسکا نه آتا اوسکو شکوہ و عتاب لکھتے رھتے. اس زمانے مین ایکبار ھرگوپال تفته نے کوتاہ قلمی سے کام لیا، اور ایك ماہ تك کوئی نیازنامه نه بھیجا، تو میرزا صاحب نے ۱۹ جون سنه ۵۸ع کو پر حسرت انداز مین لکھا:

"کیون صاحب؟ مجھ سی کیون خفا ہو؟ آج مہینا بھر ہوگیا ہوگا، یا بعد دو چار دن کی ہوجائیگا، کہ آپکا خط نہین آیا. انصاف کرو کتنا کثیرالاحباب آدمی تھا. کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میری پاس دو چار دوست نہوتی ہون. اب یارون مین ایک شیو جی رام برھمن اور بالمکند اوسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ گاہ گاہ آتی ہین. اس سی گزرکر لکھنو اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سی خطوط آتی رہتی تھی. اون دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کسطرح ہین. وہ آمد خطوط کی موقوف. صرف تم تین صاحبون کی خط کی آنی کی توقع. اوس مین وہ دونون صاحب گاہ گاہ. ہان ایک تم کہ ہر مہینی مین ایک دو بار مہربانی کرتی ہو. سنو صاحب اپنی پر لازم کر لو ہر مہینی مین ایک خط مجکو لکھنا. اگر کچھ کام آپڑا دو خط تین خط، ورنہ صرف خیر وعافیت لکھی اور ہر مہینی مین ایکبار بھیجدی." (۱) "

اسکے بعد پھر تفتہ سے تاخیر ہوئی، تو میرزا صاحب نے ۱۳ نومبر سنہ ۵۸ع کو مزاحاً تحریر کیا:

"کیون صاحب؟ کیا یہ آئین جاری ہوا ہی کہ سکندرآباد کی رہنی والی دلی کی خاک نشینون کو خط نہ لکھین؟ بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہوجاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہان کی ڈاک مین نہ جاوی." (۲)

لیکن میرزا تفتہ نے اسکے بعد بھی تساہل سے کام لیا، تو میرزا صاحب نے ۷ دسمبر سنہ ۵۸ع کو لجاجت سے لکھا:

"کیون صاحب؟ روٹھی ہی رہوگی یا کبھی منوگی بھی. اور اگر کسی طرح نہین منتی تو روٹھنی کی وجہ تو لکھو. مین اس تنہائی مین صرف خطون کی بھروسی جیتا ہون. یعنی جسکا خط آیا. مین نی جانا کہ وہ شخص تشریف لایا. خدا کا احسان ہی کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا جو اطراف و جوانب سی دو چار خط نہین آرہتی ہون. بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہی کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہی. ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو.

———— میری دلگی ہو جاتی ہی ————

دن اونکی پڑھنی اور جواب لکھنی مین گزر جاتا ہی. یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سی تمہارا خط نہین آیا. یعنی تم نہین آئی. خط لکھو صاحب. نہ لکھنی کی وجہ لکھو. آدھ آنی مین بخل نکرو. ایسا ہی ہی تو بیرنگ بھیجو." (۳) "

لفافی بنا کر دل بہلاتی

اس زمانہ مین میرزا صاحب غم غلط کرنے کے اسقدر درپے تھے کہ جب خط و کتابت کے بعد بھی وقت بچ رہتا تو آیندہ مراسلت کیلئے لفافے

---

(۱) اردوی معلی، ص ۷۳ (۲) ایضاً، ص ۵٤ (۳) ایضاً، ص ۸۱

بنانے لگتے. چنانچہ اپنے ایك دوست منشی نبی بخش کے مکتوب مورخۂ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ ع مین لکھتے هین :

« الله ! الله ! یه دن بھی یاد رهین گے . خط سے خط لکھے گئے هین . مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے مین گزرتے هین . اگر خط نه لکھونگا تو لفافے بناؤنگا . » (۱)

منشی شیو نراین اکبر آبادی کو یه لفافے دیکھکر خیال پیدا هوا که میرزا صاحب تنگدستی کی وجه سے ساده لفافے بازار سے نہین خرید سکتے. یه سوچکر اونهون نے کچھ لفافے بھیجے، اور بذریعۂ تحریر ارسال کی اطلاع دی . اسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« لفافون کی خبر پہنچی . آپ نے کیون تکلیف کی ؟ لفافے بنانا دل کا بہلانا هے . بیکار آدمی کیا کرے . بهر حال جب لفافے پہنچ جائینگے هم آپکا شکر بجا لائینگے . "هرچه از دوست میرسد نیکوست" . » (۲)

تیسرا سبب . خط نہین باتین

تیسرا سبب یه هے که میرزا صاحب نے تحریر کو تقریر کا پیرایه دیدیا تها . وه جب کسی دوست کو خط لکھتے، تخاطب مین وهی انداز اختیار کرتے جو مکتوب الیه سے ملاقات کیوقت زیبا هوتا . اور چونکه هر شخص گفتگو مین سادگی، برجستگی اور ظرافت پسند کرتا هے، اور یه سب خوبیان انکی تقریر مین موجود تهین، اسلئےانکی تحریر مین بھی وهی دلچسپی نظر آتی تهی، جو تقریر مین تهی . در اصل میرزا صاحب اس قسم کی مراسلت اختیار کرنے پر مجبور بهی تهے . انهین دور افتاده دوستون کو اپنی پریشانیان سنانی تهین . اگر یه پریشانیان قدیم اندازِ تحریر کے لباس مین جلوه گر هوتین، تو مکتوب الیهم بهت جلد اوکتا جاتے، اور میرزا صاحب کو مراسلت کا زیاده موقع نه ملتا . لهذا انهون نے اپنے تمام خطوط کو مکالمه بنا کر اوس مین طبعی ظرافت کی تخم ریزی کی، جسکے سبب سے احباب ان کے خطون کے انتظار مین رها کرتے اور اجنبی اصحاب طرح طرح سے سلسلۂ مراسلت شروع کرنے کی کوشش کرتے .

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷۲ (۲) ایضاً، ص ۳۴۹

چونکہ میرزا صاحب نے یہ طریقہ جان بوجھکر اختیار کیا تھا، اسلئے جب انھین اسکی کامیابی کا یقین آگیا تو اسکی ایجاد کو فخراً اپنی ذات کیطرف منسوب بھی کیا ھے۔ مرزا حاتم علی مہر کے نام کے ایک خط مین فرماتے ھین:

«مرزا صاحب! مین نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ھے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ھے۔ ھزار کوس سے بزبان قلم باتین کیا کرو۔ ھجر مین وصال کے مزے لیا کرو۔» (۱)

میرزا تفتہ کو لکھا ھے:

«بھائی! مجھ مین تم مین نامہ نگاری کاھے کو ھے، مکالمہ ھے۔» (۲)

منشی نبی بخش صاحب کو تحریر کیا ھے:

«بھائی! مجکو اس مصیبت مین کیا ھنسی آتی ھے، کہ یہ ھم تم اور مرزا تفتہ مین مراسلت گویا مکالمت ھوگئی ھے۔ روز باتین کرتے ھین۔ اللہ! اللہ! یہ دن بھی یاد رھینگے۔ خط سے خط لکھے گئے ھین۔ ... غنیمت ھے کہ محصول آدھے آنہ ھے۔ ورنہ باتین کرنیکا مزہ معلوم ھوتا۔» (۳)

حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھا ھے:

«اسوقت جی تم سے باتین کرنیکو چاھا۔ جو کچھ دل مین تھا وہ تم سے کہا۔» (٤)

نواب انورالدولہ بہادر کیخدمت مین بھی اسیطرح عرض کیا ھے:

«پیر و مرشد! یہ خط لکھنا نہین ھے۔ باتین کرنی ھین۔» (۵)

انھین کو ایک خط کے آخر مین لکھتے ھین:

«اب مین حضرت سے باتین کرچکا۔ خط کو سرنامہ کرکے کہار کو دیتا ھون۔» (٦)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ھے:

«اسی افسردگی مین جی چاھا کہ حضرت سے باتین کرون۔ باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنے لگا۔» (۷)

میرزا صاحب احباب سے بھی اسی طرح کی مراسلت کے امیدوار تھے۔ اسلئے کوئی اونکے تتبع مین مراسلہ کو مکالمہ کا رنگ دیدیتا تو تعریف کیا کرتے۔ ایکبار مرزا تفتہ نے خط لکھا۔ میرزا صاحب کو اوسکا پیرایۂ بیان بیحد پسند آیا۔ چنانچہ اظہار خوشنودی کیلئے اونھین لکھتے ھین:

«جیتے رھو اور خوش رھو۔ ... زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تمنے تحریر کو تقریر کا پرداز دیدیا تھا۔» (۸)

(۱) اردوی معلی، ص ۲۵۸ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۲۷۳ (٤) ایضاً، ص ۲۲٦
(۵) ایضاً، ص ۳۱۲ (٦) ایضاً، ص ۲۹۷ (۷) ایضاً، ص ۲۷٦ (۸) ایضاً، ص ۱۰٤

میرزا صاحب کی یہ خصوصیت اونکی انشا پر اسقدر چھا گئی تھی کہ دربارِ رامپور کی مراسلت مین بھی، جو میرزا صاحب کی سنجیدہ ترین مکاتبت ھے، اسکا اثر نمایان ھے؛ حتی کہ ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کو صاف صاف لکھدیا ھے، کہ

«یہ تحریر نہین. مکالمہ ھی. گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریق انبساط عرض کرتا ھون، کہ یہ سوا سو روپیے، جو تورہ و خلعت کے نام سے مرحمت ھوے ھین، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا اور اس مین لباس نہ بناؤنگا، تو میرا خلعت حضور پر باقی رھیگا یا نہین؟» (۱)

مراسلت کا محمد شاھی طرز

میرزا صاحب کے وقت تک اردو فارسی دونون زبانون کی خط و کتابت کا انداز یہ تھا کہ شروع مین بھاری بھرکم القاب و آداب لکھے جاتے، زان بعد متعلقین کی خیریت کی اطلاع واستفسار ھوتا اور اسکے بعد استعارون تشبیہون اور کنایون کے پردے مین دو چار مطلب لکھکر عربی یا فارسی دعائیہ جملے پر خط ختم کردیا جاتا. میرزا صاحب ابتدا سے اس روش کو ناپسند کرتے تھے. وہ چاھتے تھے کہ مکتوب الیہ کے مناسبِ حال دو چار لفظ کا القاب لکھکر سیدھے سادھے جملون مین اظہارِ مطالب کردیا جائے. «پنج آھنگ» کے دیباچہ مین اس روش سے بیزاری ظاھر کرتے ھوے لکھتے ھین:

«بیگانگی این روش از شیوۂ غالب مستمند نہ چندانست کہ بگفتن نیاز داشتہ باشد. و ادا شناس داند کہ ھنجار من در نگارش این است کہ چون کالک و ورق بکف گیرم مکتوب الیہ را بلفظی کہ فراخور حالت اوست در سر آغاز صفحہ آواز دھم، و زمزمہ سنج مدعا گردم. القاب و آداب و خیریت گوئی وعافیت جوئی حشو زائد است. و پختگان حشو را دفع نہند.» (۲)

میرزا صاحب نے مراسلت کی اوس روش کا نام جس مین بڑے بڑے القاب و آداب اور حشو و زوائد سے پُر خیریت گوئی و عافیت جوئی کے جملے ھوتے «محمد شاھی روش» رکھا تھا. اور اس سے اسقدر بیزار تھے کہ میر مہدی مجروح کے نام کے ایک خط مین اسکا مضحکہ اوڑایا ھے. فرماتے ھین:

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۹ (۲) کلیات نثر غالب، ص ۵

"وھان صاحب! تم کیا چاھتی ھو؟ مجتہد العصر کی مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا. اب اور کیا لکھون. تم میری ھم عمر نہین جو سلام لکھون. مین فقیر نہین جو دعا لکھون. تمھارا دماغ چل گیا ھو. لفافہ کو کریدا کرو. مسودہ کو بار بار دیکھا کرو. پاؤگی کیا؟ یعنی تمکو وہ محمد شاھی روشین پسند ھین — یہان خیریت ھی. وھان کی عافیت مطلوب ھو. خط تمھارا بہت دن کی بعد پہنچا. جی خوش ھوا. مسودہ بعد اصلاح کی بھیجا جاتا ھو. برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا، اور دعا کہنا. اور ھان حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا. لازمۂ سعادتمندی یہ ھی کہ ھمیشہ اسیطرح خط بھیجتی رھو — کیون سچ کہیو اگاون کی خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی؟ ھائی کیا اچھا شیوہ ھی! جبتك یون نہ لکھو وہ خط ھی نہین ھو. چاہ بی آب ھی. ابر بی باران ھی. نخل بی میوہ ھی. خانۂ بی چراغ ھی. چراغ بی نور ھو. ھم جانتی ھین تم زندہ ھو. تم جانتی ھو کہ ھم زندہ ھین. امر ضروری کو لکھ لیا. زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا. اور اگر تمھاری خوشنودی اوسیطرح کی نگارش پر منحصر ھو، تو بھائی ساڑھی تین سطرین ویسی بھی مین نی لکھدین. کیا نماز قضا نہین پڑھتی؟ اور وہ مقبول نہوگی؟" (۱)

نواب انور الدولہ سعدالدینخان بہادر شفق کو خط لکھا ھے. اوس مین القاب و آداب سے آغاز کرنے کے بجائے انتہائی پاکیزہ اندازہ سے اس متعارف طرز کی سبکی اور عدمِ احتیاج کا اظہار کرتے ھین. ارشاد ھے:

"کیونکر کہون کہ مین دیوانہ نہین ھون؟ ھان اتنی ھوش باقی ھین کہ اپنی کو دیوانہ سمجھتا ھون. واہ! کیا ھوشمندی ھی، کہ قبلۂ ارباب ھوش کو خط لکھتا ھون، نہ القاب، نہ آداب، نہ بندگی، نہ تسلیم؟ سن غالب! ھم تجھسی کہتی ھین، بہت مصاحب نہ بن. ای ایاز! حد خود بشناس." مانا کہ تو نی کئی برس کی بعد نو بیت کی غزل لکھی ھو اور آپ اپنی کلام پر وجد کر رھا ھو. مگر یہ تحریر کی کیا روش ھو؟ پہلی القاب لکھ. پھر بندگی عرض کر. پھر ھاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ. پھر عنایت نامہ کی آنیکا شکر ادا کر." (۲)

میرزا صاحب کی روش. القاب و آداب

میرزا صاحب کے عہد مین جو روش پسند کیجاتی تھی اوسکے سمجھ لینے کے بعد ضروری ھے کہ خود میرزا صاحب کا اندازِ مراسلت و مکاتبت دریافت کیا جائے. سب سے پہلے القاب و آداب کو لیجیے. میرزا صاحب کے ھان یہ اجزا اسقدر مختصر اور متعارف روش سے جدا ھین کہ اونھون نے انکے ترك کردینے کا دعوی کردیا ھے. فرماتے ھین:

"پیر و مرشد! یہ خط لکھنا نہین ھو. باتین کرنی ھین. اور یہی سبب ھو کہ مین القاب و آداب نہین لکھتا." (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۸٦ (۲) ایضاً، ص ۳۱٤ (۳) ایضاً، ص ۳۱۲

در اصل اونھون نے القاب و آداب کا پرانا فرسودہ طریقہ ترك کیا تھا. یہ نہ تھا کہ مکتوب الیہ کے مرتبہ کا لحاظ کئے بغیر ہر خط کو بغیر القاب و آداب کے شروع کردیتے ہون. اونھون نے بزرگ یا بلند مرتبہ اصحاب کو جسقدر خط لکھے ہین اون سب مین الفاظ اور پرداز کے تنوع کیساتھ یہ دونون جزو موجود ہین. مثلاً نواب فردوس مکان اور خلد آشیان طاب ثراھما کی خدمت مین جسقدر عرضیان ارسال کی ہین اون سب مین بجز ایك کے «حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت. بعدِ تسلیم معروض ہے» ہوتا ہے. صرف چار پانچ عرضیون مین لفظِ (حضرت) ساقط ہوگیا ہے.

البتہ بے تکلف احباب یا شاگردون کے نام کے مکاتیب مین تنوّع زیادہ ہے. کبھی تو سرے سے القاب ہوتا ہی نہین. اور اگر ہے تو «میان، برخوردار، بھائیصاحب، سید صاحب، مرزا، میرنجان، کیون صاحب، منشی صاحب بندہ پرور» یا اور کسی مختصر اور بے تکلف انداز کے الفاظ مین. کبھی کبھی مزاحاً چھوٹون کو بھی «قبلہ وکعبہ، مولانا، یا پیر و مرشد» لکھدیا ہے. بعض خطوط ایسے بھی نظر آتے ہین جن مین پورا القاب تحریر کیا گیا ہے، مگر اوسمین بھی سادگی و بے تکلفی مفقود نہین ہوتی ہے. مثلاً میر سرفراز حسین صاحب کو لکھتے ہین:

«نورچشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو.»

یا انھین کو لکھا ہے:

«میری جان کی چین میر سرفراز حسین»

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ہے:

«میری مہربان، میری جان، مرزا تفتہ سخندان»

«نور نظر لخت جگر مرزا تفتہ»

نواب علاء الدینخان بہادر علائی کو لکھتے ہین:

«سعادت و اقبال نشان مرزا علاء الدینخان بہادر کو فقیر غالب کی دعا پہنچے.»

یہی حال آداب و تسلیمات کا ھے. نواب میر غلام بابا خان بہادر کو لکھا ھے:

«سلام مسنون الاسلام و دعای دوام دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ھو.»

بعض اصحاب کو لکھدیا ھے: «.... فقیر غالب کا سلام» یا «سلامٌ علیکم» یا «بعد دعا کے معلوم ہو» یا صرف «آداب» یا زیادہ مزاحیہ انداز مین «اگر خفا نہون تو دعا اور اگر آزردہ ہون تو بندگی»، وغیرہ.

خیریت گوئی و عافیت جوئی

خیریت گوئی سے میرزا صاحب سخت متنفر تھے. وہ اس حصہ کو حشو و زوائد شمار کرتے تھے، اسلئے کسی ایک خط مین بھی «یہان خیریت ھے اور آپکی خیریت نیک مطلوب» نہین پایا جاتا. ہان مطالب کے ساتھ اپنی خیریت کا ذکر اور مکتوب الیہ کی عافیت کا استفسار کرلیتے، اور اس روش کو «کارِ پختگان» شمار کرتے ہین.

اظہار مطالب (۱)

میرزا صاحب کا ادای مطالب کا طریقہ بالکل ایسا ھے جیسے دو آدمی بالمشافہہ بات چیت یا سوال و جواب کرتے ہین. مثلاً اونکو یہ لکھنا تھا کہ — محمد علی بیگ میرے کوٹھے کے نیچے سے گزرا. مینے پوچھا کہ لوھارو کی سواریان روانہ ہوگئین؟ اوسنے کہا ابھی نہین ہوئین. مین نے پوچھا کیا آج جائینگی؟ اسنے کہا آج ضرور جائینگی. تیاری ہو رہی ھے — اس مطلب کو اونہون نے اسطرح ادا کیا ھے:

«محمد علی بیگ ادھر سے نکلا. بھئی محمد علی بیگ! لوھارو کی سواریان روانہ ہوگئین؟ حضرت ابھی نہین. کیا آج نہ جائینگی؟ آج ضرور جائین گی. تیاری ہو رہی ھو.»

میر مہدی مجروح کو خط لکھا ھے. اوسمین لکھنا یہ ھے کہ میرنصاحب آئے اور اونسے یہ یہ باتین ہوئین. مگر وہ اسطرح نہین لکھتے بلکہ اوسکو اسطرح شروع کرتے ہین:

---

(۱) اس عنوان کے ماتحت جو کچھ لکھا گیا ھو وہ مولانا حالی کی یادگار غالب، ص ۱۷۶-۱۹۱ کا بلفظہ خلاصہ ھو.

« ای میرنصاحب ! السلام علیکم ! حضرت آداب . کہو صاحب آج اجازت هی میر مهدی کی خط کا جواب لکھنی کی ؟ حضور مین کیا منع کرتا هون ؟ مگر مین اپنی هر خط مین آپکی طرف سی دعا لکھدیتا هون . پھر آپ کیون تکلیف کرین ؟ نہین میرنصاحب ! اوسکی خط کو آئی هوی بہت دن هوی هین . وه خفا هوا هوگا . جواب لکھنا ضرور هی . حضرت وه آپکی فرزند هین . آپ سی خفا کیا هونگی . بھائی ! آخر کوئی وجه تو بتلاؤ که تم مجھی خط لکھنی سی کیون باز رکھتی هو ؟ سبحان الله ! ای لو حضرت آپ تو خط نہین لکھتی ، اور مجھی فرماتی هین که تو باز رکھتا هی . اچھا تم باز نہین رکھتی مگر یه کہو که تم کیون نہین چاهتی که مین میر مهدی کو خط لکھون ؟ کیا عرض کرون ؟ سچ تو یه هی که جب آپ کا خط جاتا اور وه پڑھا جاتا تو مین سنتا اور خط اوٹھاتا . اب جو مین وهان نہین هون تو نہین چاهتا که آپ کا خط جاوی . مین اب پنجشنبه کو روانه هوتا هون . میری روانگی کی تین دن بعد آپ خط شوق سی لکھی گا . میان بیٹھو . هوش کی خبر لو . تمهاری جانی نه جانی سی مجھی کیا علاقه ؟ مین بوڑھا آدمی ، بھولا آدمی ، تمهاری باتون مین آگیا ، اور آجتك اوسی خط نہین لکھا . لا حول و لا قوة . »

اسکے بعد میر مہدی سے مخاطب ہوکر اصلِ مطلب لکھتے ھین .

بعضی جگه مکتوب الیه کو خطاب کرتے کرتے غائب فرض کرلیتے ھین . یہان تك که جو لوگ مرزا کے اندازِ بیان سے واقف نہین وه اوسکو مکتوب الیه کا غیر سمجھ لیتے ھین . مثلاً میر مہدی کو لکھتے ھین :

« میر مهدی ! جیتی رهو ! آفرین ! صد هزار آفرین ! اردو لکھنی کا کیا اچھا ڈھنگ پیداکیا هی ، که مجھکو رشك آنی لگا هی . سنو دلی کی تمام مال و متاع و زر و گوهر کی لوٹ پنجاب احاطه مین گئی هی . یه طرز عبارت خاص میری دولت تھی . سو ایك ظالم پانی پت انصاریون کی محلی کا رهنیوالا لوٹ لیگیا . مگر مین نی اوسکو بحل کیا . الله برکت دی ! »

مغربی طریقے پر جو قصے لکھے جاتے ھین اونمین اکثر اس قسم کے سوال و جواب ہوتے ھین جیسے که مرزا کی تحریرون مین ہم اوپر دکھا چکے ھین . مگر وھان ہر سوال و جواب کے سرے پر سائل اور مجیب کا نام یا اونکے نامون کی کوئی علامت لکھدیجاتی ھے . ورنه یه نہین معلوم ہوسکتا که سوال کہان ختم ہوا اور جواب کہان سے شروع ہوا ؟ مرزا ایسے موقع پر سائل و مجیب کا نام نہین لیتے ، اور نه اونکے نام کی علامت لکھتے ھین . مگر سوال یا جواب کے ضمن مین ایك ایسا لفظ لے آتے ھین جس سے صاف معلوم ہوجاتا ھے که سوال کیا ھے اور جواب کیا .

مرزا کی طرزِ تحریر کی جو خصوصیتین اوپر مذکور ہوئین یہ کوئی ایسی چیز نہین ھے کہ اور لوگ اوسکی پیروی نکرسکین. مگر وہ چیز جسنے اونکے مکاتبات کو ناول یا ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ھے وہ شوخیِ تحریر ھے، جو اکتساب یا مشق و مہارت یا پیروی و تقلید سے حاصل نہین ہوسکتی. ... معلوم ہوتا ھے کہ مرزا خط لکھتے وقت ھمیشہ اس بات کو نصب العین رکھتے تھے کہ خط مین کوئی ایسی بات لکھی جائے کہ مکتوب الیہ اوسکو پڑھکر محظوظ اور خوش ہو. پھر جس رتبے کا مکتوب الیہ ہوتا تھا اوسکی سمجھ اور مذاق کے موافق خط مین شوخیان کرتے تھے. مثلاً اپنے ایک دوست کو خط لکھا ھے. اوسمین اونکی لڑکی کو، جو بچپن مین مرزا کے سامنے آتی تھی، اور اب جوان ہوگئی ھے، بعد دعا کے لکھتے ھین :

« کیون بھئی! اب اگر ھم کول آئے بھی تو تمکو کیونکر دیکھینگے؟ کیا تمھاری مالک مین بھتیجیان چچا سے پردہ کرتی ھین؟ »

یا مثلاً نواب امیر الدین احمد خان رئیسِ لوھارو کو اونکے بچپن کے زمانے مین اونکے رقعے کا جواب، جس مین مرزا کو دادا صاحب لکھا تھا، اسطرح لکھتے ھین :

« ای مردم چشم جہان بین غالب! پہلی القاب کے معنی سمجھ لو. یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی. چشم جہان بین تمھارا باپ مرزا علاءالدین احمد خان بہادر، اور پتلی تم. میان تمھاری دادا تو نواب امین الدینخان بہادر ھین. مین تو صرف تمھارا دلدادہ ہون. »

ایک دوست کو دسمبر سنہ ۵۸ ع کی اخیر تاریخون مین خط لکھا ھے. اونھون نے اوسکا جواب جنوری سنہ ۵۹ ع کی پہلی یا دوسری کو لکھ بھیجا. اوسکے جواب مین اونکو اسطرح لکھتے ھین :

« دیکھو صاحب! یہ باتین ھمکو پسند نہین. سنہ ۱۸۵۸ ع کی خط کا جواب سنہ ۱۸۵۹ ع مین بھیجتی ہو. اور مزا یہ کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہوگی کہ مین نے دوسری ھی دن جواب لکھا ہے. »

الغرض مرزا کے خطوط و رقعات مین ایسے خطوط بہت کم نکلینگے جن مین اس قسم کی ظرافت اور ھنسی کی باتین مندرج نہون. یہانتک کہ رنج و افسردگی

کا بیان بھی اس قسم کی چھیڑ سے خالی نہین ہوتا۔ منشی نبی بخش مرحوم کو لکھتے ہین:

«بھائیصاحب! مین بھی تمھارا ھمدرد ہوگیا۔ یعنی منگل کی دن ۱۸ ربیع الاول کو شام کیوقت میری وہ پھپھی، کہ مین نی بچپن سی آجتک اوسکو مان سمجھا تھا، اور وہ بھی مجکو بیٹا سمجھتی تھی، مرگئی۔ آپکو معلوم رھی کہ پرسون میری گویا نو آدمی مری۔ تین پھپھیان اور تین چچا اور ایک باپ اور ایک دادی اور ایک دادا۔ یعنی اس مرحومہ کی ہونی سی مین جانتا تھا کہ یہ نو آدمی زندہ ہین، اور اوسکی مرنی سی مین نی جانا کہ یہ نو آدمی آج ایکبار مرگئی۔»

مرزا نے بعض اردو خطوط مین .... مُسَجَّع عبارت لکھنے کا التزام کیا ھے۔ عربی اور سنسکرت زبان کے سوا اور زبانون کی مسجع نثرون مین عموماً یہ عیب ہوتا ھے، کہ دوسرے فقرے مین جو پہلے فقرے کی رعایت سے خواہ نخواہ قافیہ تلاش کرنا پڑتا ھے تو اوسمین تصنع اور آورد کا رنگ پیدا ہو جاتا ھے، اور اسلئے پہلے فقرے کے مقابلے مین دوسرا فقرہ بسبب لزوم ما لا یلزم کے کم وزن ہوجاتا ھے۔ مگر مرزا کی مسجع نثر مین یہ بات بہت کم دیکھی جاتی ھے۔ دوسرے فقرے مین تقریباً ویسی ھی بے تکلفی پائی جاتی ھے جیسی پہلے فقرے مین۔ اور یہ بات اوسی شخص سے بن پڑتی ھے جو باوجود خوش سلیقگی اور لطفِ طبیعت کے شاعری مین غایت درجے کا کمال رکھتا ہو، اور وزن و قافیہ کی جانچ اور تول مین ایک عمر بسر کرچکا ہو۔ مگر یہ معلوم رھے کہ مُقَفّٰی عبارت مرزا خاصکر اون خطوط مین لکھتے تھے جن سے ھنسی یا ظرافت اور مخاطب کا خوش کرنا مقصود ہوتا تھا۔

عرایض کا طرز ادا

اگرچہ میرزا صاحب کے عرایض کا طرزِ ادا اون خطوط کے مقابلے مین، جو «اردویِ معلی» اور «عودِ ھندی» مین شایع ہو چکے ہین، با تکلف ھے، اور یہان وہ رنگا رنگی نہین پائی جاتی جو مذکورہ مجموعون کے خطوط کی جان ھے، تاھم یہ عرایض بھی اوسی نادرہ کار قلم کے رھینِ منت ہین، جو

ادبِ اردو کے دامنِ کوتاہ کو سدا بہار پھولون سے بھر چکا ھے۔ اسلئے ان سرکاری درخواستون مین بھی وہ سادگی، شوخی اور ظرافت موجود ھے، جسکے سبب ادایِ مطلب مین میرزا صاحب کی انشا دیگر انشا پردازون کی تحریرون سے گویِ سبقت لیگئی ھے۔

لیکن یہ محاسن اون خطوط مین زیادہ نمایان ھین، جن مین حسنِ طلب ھے۔ چونکہ سرکارِ رامپور میرزا صاحب کی مالی دستگیری کی واحد کفیل تھی، اسلئے وہ ھر ضرورت کے موقع پر سوال کر بیٹھتے تھے، اور یہ سوچکر کہ ابھی سابق امداد کو زیادہ زمانہ نہین ھوا ھے، ھمیشہ ایسے انداز سے سوال کرتے تھے کہ انکار کی گنجایش باقی نرھے۔ مثلاً نواب فردوس مکان نے اپنے چھوٹے صاحبزادے سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کے موقع پر میرزا صاحب کو تورہ اور خلعت کے نام سے ۱۲۵ روپیے نقد ارسال کئے ھین۔ میرزا صاحب اس روپیہ کو خرچ کرنیکے بعد آیندہ کیلئے سبیل نکالتے ھوے لکھتے ھین:

«یہ تحریر نہین مکالمہ ھے۔ گستاخی معاف کرواکر اور آپ سے اجازت لیکر بطریق انبساط عرض کرتا ھون، کہ یہ سوا سو روپیے، جو تورۂ و خلعت کے نام سے مرحمت ھوے ھین، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا تو میرا خلعت حضور پر باقی رھیگا یا نہین؟» (۱)

نواب فردوس مکان کی وفات کے بعد نواب خلد آشیان کی خدمت مین قصیدۂ تہنیت ارسال کیا ھے۔ یہان سے صلہ مین تاخیر ھوتی ھے۔ میرزا صاحب کو روپیہ کی ضرورت ھے، اسلئے نامۂ تقاضائی لکھتے ھین، اور اوس مین بطور تقاضا ارشاد فرماتے ھین:

«پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تھا کہ جب مین قصیدہ بھیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین و آفرین کا۔ شرم آتی ھے کہتے ھوے مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو روپے کی ھنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ھوا کرتی تھی۔ .... یہ رسم بری نہین ھے۔ اگر جاری رھے تو بہتر ھے۔» (۲)

(۱) مکاتیب، ص ۲۹ (۲) ایضاً، ص ۵۲

ص — مکاتیب غالب

ایکسال دلی مین بارش کم اور رامپور مین کافی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ مین تحریر فرماتے ہین:

« اگرچہ یہان مینہہ اسیقدر برسا ہی کہ جسکو پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتہہ دہولین، مگر چونکہ بفرمان ازلی میری رزق کی برات آپ پر ہی، اور آپکی ملک مین بارش خوب ہوئی ہی، ابر رحمت کی شکریہ مین ایک قطعہ ملفوف اس عرضی کی بھیجتا ہون۔ بنظر اصلاح نظم و اصلاح حال ملاحظہ ہو۔ » (۱)

نواب خلد آشیان نے جشنِ تخت نشینی مین شرکت کی دعوت دی ہے۔ اسکا شکریہ ادا کرکے لکھتے ہین:

« حضرت کی خدمت مین نہ آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا۔ وہ آگ برس رہی ہی کہ طیور کی پر جل رہی ہین۔ بعد آگ کی پانی برسیگا۔ سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر۔ آفتاب میزان مین آیا، اور ہنگامۂ آتش و آب رفع ہوا، اور "مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا"۔ » (۲)

ایک مرتبہ نواب خلد آشیان نے اپنی ایک فارسی نثر اصلاح کو بھیجی ہے۔ میرزا صاحب بعض محاورون کی تغلیط کرتے ہین۔ اہلِ دربار بہارِ عجم اور فرہنگِ جہانگیری وغیرہ لغات کے حوالہ سے اس اصلاح کو غلط بتاتے ہین۔ نوابصاحب یہ حوالے نقل کرکے میرزا صاحب سے اصلاح پر نظرِ ثانی کی درخواست کرتے ہین۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے تحریر کیا ہے:

« مجھی اس امر خاص مین نفس مطمئنہ حاصل ہی۔ مگر دعوی اجتہاد نہین ہی۔ بحث کا طریقہ یاد نہین۔ میان انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی، "عظمای عجم مین سی نہین۔ ہند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔ ہادی انکا انکا قیاس۔ ٹیک چند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو۔ سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی! "نور علی نور!!» (۳)

باغِ بےنظیر کی نمایش کا حال اخبار مین پڑھا ہے، اور چاہتے ہین کہ نوابصاحب کو اس جشنِ بینظیر کی مبارکباد دین۔ اس مضمون کو اسطرح ادا فرماتے ہین:

« نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون، اور خون جگر کھاتا ہون، کہ ہای! مین وہان نہین۔ بالا خانی پر رہتا ہون۔ اوتر نہین سکتا۔ مانا کہ آدمیون نی گود مین لیکر

(۱) مکاتیب، ص ۵۶ (۲) ایضاً، ص ۵٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲

اوتارا ، اور پالکی مین بٹھا دیا . کہار چلے . راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا . کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی . پالکی قفس ، اور مین طائر اسیر . وہ بھی بے پر و بال . نہ چل سکون ، نہ پھر سکون . جو کچھ اوپر لکھ آیا ھون ، یہ سب بطریق فرض محال ھے . ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھو ؟ » (۱)

نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کی تعزیت کرتے ہوے رقمطراز ھین :

« چاھتا ھون کہ کچھ لکھون . مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون . لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھون . آپکے قدمون کی قسم ! دل نے قبول نکیا . آرایش گفتار ، نظماً او نثراً ، واسطے تہنیت کے ھے ، کہ دل کثرت نشاط سے گل کیطرح کھل رھا ھے . طبیعت راہ دیتی ھے . الفاظ ڈھونڈھے جاتے ھین . معنی پیدا کیے جاتے ھین . اب مین نیم مردہ ، دل پژمردہ ، خاطر افسردہ جس باب مین لفظ و معنی فراہم کیا چاھون وہ سراسر طبع کے خلاف . جس بات کا تصور ناگوار ھو اوسکے تذکر سے جی کیون نہ بیقرار ھو ؟ » (۲)

نواب زین العابدین خان بہادر سے خواھش کرتے ھین کہ اپنے نام کا خط سرکار کو دکھا دینا . مگر ساتھ ھی فرماتے ھین :

« لیکن تم سے یہ توقع کیونکر پڑی ؟ کسواسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جنابعالی سے دریافت کرکر کب لکھا ھے ، جو اس بات کا جواب لکھوگے . » (۳)

خاتمہ

میرزا صاحب خط کے آخر مین بالعموم ایك دو دعائیہ لفظ لکھا کرتے تھے . اردوی معلی و عودِ ھندی مین بعض مقامات پر یہ جزو متروك ھوگیا ھے ، یا اپنی خیریت یا دنیا کی بے ثباتی سے متعلق کسی جملہ سے بدل گیا ھے . لیکن عرایض مین کبھی نظر انداز نہین ھوا . ان مین ھمیشہ

« زیادہ حد ادب . " تم سلامت رھو ھزار برس * ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار "

یا

" تم سلامت رھو قیامت تك * دولت و عز و جاہ روز افزون "

تحریر کیا کرتے تھے . چونکہ اس جزو مین کوئی ادبی خوبی میرزا صاحب کے ھان بھی نہین پائی جاتی ، اسلئے تمثیل و استشہاد بیکار ھوگا .

کاتب کا نام

میرزا صاحب کاتب کی شخصیت کا تعین بھی نئے اسلوب سے کرتے تھے .

---

(۱) مکاتیب ، ص ۹۲ (۲) ایضاً ، ص ٦٤ (۳) ایضاً ، ص ۱۱۰

ص — الف

عام انشا پردازون کی طرح آخر مین نام لکھنے کا طریقه اونکے ہان صرف پُر تکلف مراسلت کیساتھ مخصوص تھا . وہ مساویانه یا بزرگانه خط و کتابت مین کبھی خط کے شروع یا درمیان مین اسطرح نام لکھتے ہین ، که مکتوب الیه کو خیال تك نہین ہوسکتا که یہان نام لکھنے سے مقصود کاتب کا تعارف ہے .

مثلاً خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ہے :

" قبله ! کبھی آپ کو یه بھی خیال آتا ہو ، که کوئی ہمارا دوست ، جو غالب کہلاتا ہو ، وہ کیا کھاتا پیتا ہو اور کیونکر جیتا ہو ؟ " (۱)

یا مثلاً نواب انور الدوله بہادر شفق کو تحریر کیا ہے :

" کیونکر کہون که مین دیوانه نہین ہون ؟ ہان اتنے ہوش باقی ہین که اپنے کو دیوانه سمجھتا ہون . واہ ! کیا ہوشمندی ہو که قبلهٔ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہون ، نه القاب ، نه آداب ، نه بندگی ، نه تسلیم ؟ سن غالب ! ہم تجھ سے کہتے ہین بہت مصاحب نه بن . " (۲)

اور کبھی آخر مین نام لکھتے ہین ، جو بیشتر تو اونکا تخلص « غالب » ہوتا ہے ، اور تنہا یا کسی ہمقافیه فقرہ کیساتھ آتا ہے . مثلاً

" بندهٔ علی ابن ابیطالب آرزومند مرگ غالب ، نجات کا طالب غالب ، عفو جرم کا طالب غالب ، داد کا طالب غالب ، اس خط کی رسید کا طالب غالب ، ترحم کا مستحق اور تفقد کا طالب غالب " وغیرہ .

لیکن بعض خطوط مین اصلی نام « اسد الله خان » یا « اسد الله » یا صرف « اسد » یا « اسد الله خان غالب » یا « اسد الله غالب » بھی لکھا ہے ، نواب فردوس مکان کے نام کے ایك عریضه مین « اسد الله » کیساتھ بھی ایك ہمقافیه فقرہ استعمال کیا ہے . فرماتے ہین :

" عرضداشت ہوا خواہ اسد الله . " (۳)

متعدد خطوط مین میرزا صاحب نے یه جزو ترك کردیا ہے . ان مین چند ایسے ہین جن مین کنایةً نام آ گیا ہے . مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ہین :

" تاریخ اوپر لکھ آیا . نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا ہو . " (٤)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۷٤ (۲) ایضاً ، ص ۳۱٤ (۳) مکاتیب ، ص ٤ (٤) اردوی معلی ، ص ۳۹۵

انہی کو دوسرے خط مین لکھا ھے :

"، دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ھون . کاتب کا نام غالب ھے کہ دستخط سے پہچان جاؤ . " (۱)

ایك اور خط مین تحریر کیا ھے :

"٦ دسمبر سنہ ۱۸٦۵ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاھتی ھین " کاتب کا نام غالب ھے کہ تم جانتی ھوگی . " (۲)

چودھری عبد الغفور سرور کو بالکل نئے انداز سے لکھا ھے :

"کاتب وھی ھے جو لفافۂ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ھے . " (۳)

باقی جن خطوط مین نام سرِ دست موجود نہین ھے اونکے متعلق یہ سمجھنا چاھیے کہ یا تو ناقلون نے نقل کرتے وقت نام چھوڑ دیا اور یا آخر مین نام کے بجائے "غالب" نقش کی مہر ثبت تھی، جو نقل کرنے سے رہ گئی. ورنہ مین نے جسقدر میرزا صاحب کے سرکاری اور نجی خطوط دیکھے ھین اون مین سے ایك بھی نام یا مہر سے خالی نہین ھے .

تاریخ کتابت خطوط

میرزا صاحب خط کی تاریخ بھی ھمیشہ ایك انداز سے نہین لکھا کرتے تھے . اونکی تنوع پسند طبیعت اس خشك جزوِ مکتوب مین بھی نئے شگوفے کھلاتی، اور وہ کبھی آغاز مین کبھی درمیان مین اور کبھی آخر مین تاریخ ثبت کرتے . تاریخ کے ساتھ ساتھ بعض وقت دن گھڑی اور سال بھی تحریر کرتے تھے . انگریزی و ھجری تاریخون مین سے اونکے ھان بسا اوقات صرف انگریزی یا صرف ھجری اور کبھی کبھی دونون پائی جاتی ھین . مگر سنین لکھنے کا التزام کم اور علامتِ ھجری و عیسوی کا التزام کمتر ھے .

آغاز کی تاریخ

میرزا صاحب موجودہ یوروپین طرز کے مطابق القاب و آداب سے قبل تاریخ بہت کم لکھتے تھے . اونکے ھان القاب کے بعد آغازِ مطلب مین تاریخ زیادہ ھوتی ھے . چنانچہ میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین :

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۳٤ (۲) ایضاً ، ص ٤٤۲ (۳) ایضاً ، ص ۱۳۳

« میاں ! آج یکشنبہ کا دن ساتوین فروری کی اور شاید بائیسوین جمادی الثانی کی ھو . دو پہر کو وقت شیخ مشرف علی رھنی والی استاد حامد کی کوچہ کی میری پاس آئی ، اور اونھون نی تمھارا خط لکھا ھوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا . » (۱)

یوسف مرزا صاحب کو لکھا ھے :

« آؤ صاحب ! میری پاس بیٹھ جاؤ . آج یکشنبہ کا دن ھو ساتوین تاریخ رمضان کی اور اونیسوین اپریل کی . » (۲)

مرزا تفتہ کو تحریر کرتے ھین :

« آج منگل کی دن پانچوین اپریل کو تین گھڑی دن رھی ڈاک کا ھرکارہ آیا . » (۳)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

« چار شنبہ ۱۸ مئی ... بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت . » (٤)

نواب انور الدولہ بہادر کو لکھتے ھین :

« خداوند نعمت ! آج دو شنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھو . اسوقت کہ بارہ پر تین بجی ھین ، عطوفت نامہ پہنچا . » (۵)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کیا ھے :

« جنابعالی ! آج دو شنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ھو . پہر دن چڑھا ھوگا کہ ابر گھر رھا ھی . ترشح ھو رھا ھی . ھوا سرد چل رھی ھو . پینی کو کچھ میسر نہین . ناچار روٹی کھائی ھو . » (٦)

وسط کی تاریخ

مطالب کے ضمن مین میرزا صاحب تاریخ اسطرح لکھتے ھین کہ بظاھر پڑھنے والے کو تاریخ نویسی کا خیال نہین گزرتا . بلکہ تاریخ بھی منجملۂ مطالب معلوم ھوتی ھے . مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

« تمھاری پاس جو قاطع برھان پہنچی ھی اگر چھاپی کی ھو تو صحیح ھی . جہان تردد ھو غلطنامۂ ملحقہ مین دیکھ لو . زیادہ انکشاف منظور ھو مجھ سی پوچھ لو . اور اگر قلمی ھی تو درجۂ اعتبار سی ساقط ھی . اوسکو میری تالیف نہ سمجھو . بلکہ مجکو مول لیلو اور اوسکو پھاڑ ڈالو .
"آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارك بارہ پر تین بجی تمھارا خط آیا . اودھر پڑھا ، ادھر جواب لکھنی بیٹھا . یہانتك لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی آئی . تمھارا خط اونکو دیا . وہ پڑھ رھی ھین . ھم لکھ رھی ھین . ابر آیا ھوا ھی . ھوا سرد چل رھی ھو" . » (۷)

شاہ عالم صاحب مارھروی کو تحریر کیا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵٦ (۲) ایضاً ، ص ۳۳۰ (۳) ایضاً ، ص ٤۵ (٤) ایضاً ، ص ٤٤٦
(۵) ایضاً ، ص ۲۹۵ (٦) ایضاً ، ص ۲۷۵ (۷) ایضاً ، ص ٤۱۲

« یای تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایك چپراسی آیا ، اور اوسنی خط تمھاری نام کا ٹکٹ لگا ھوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نی سلام کہا ھی اور یہ خط دیا ھی ۔ اب مین یہ خط اپنا مع اونکی خط کی ڈاك گھر مین بھیجتا ھون ۔ صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ھی ۔ ڈپٹی صاحب چاندنی چوك حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رھتی ھین ۔ » (۱)

میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین :

تمھاری شکایتھای بیجا کا جواب یہ ھی کہ تم نی جو خط مجکو پانی پت سی بھیجا تھا ، اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی ، مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا تو مین جواب لکھونگا ۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا ۔ » (۲)

خاتمہ کی تاریخ

خاتمہ کی تاریخ مین بھی میرزا صاحب موجودہ رسمِ تحریر کی مخالفت کرتے نظر آتے ھین ۔ اونکے ھان آخری تاریخ کا مذکور بھی ضمنِ مطالب مین ہوتا ھے ۔ البتہ عرایض مین دو چار مقامات کے علاوہ ھر جگہ خط ختم کرنیکے بعد نام سے قبل یا بعد تاریخ ثبت کی ھے ۔ مثلاً مرزا حاتم علی مہر کو لکھا ھے :

« دو شنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ھی ۔ انگیٹھی رکھی ھوئی ھی ۔ آگ تاپ رھا ھون ، اور خط لکھ رھا ھون ۔ یہ اشعار یاد آگئی ۔ تمکو لکھ بھیجی ۔ والسلام ۔ » (۳)

منشی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر کیا ھے :

« جواب خط کا طالب غالب ۔ سہ شنبہ از روی جنتری ۲٦ اور از روی رویت ۲۵ رجب سنہ ۱۲۸۳ ھ اور ٤ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ ع ۔ » (٤)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ھین :

" « ٦ دسمبر سنہ ۱۸٦۵ ع کی بدہ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاھتی ھین ۔ کاتب کا نام غالب ھی کہ تم جانتی ھوگی ۔ » (۵)"

انھی کو لکھتے ھین :

« ... مرقومۂ شنبہ یکم جون وقت صبح چھہ بجی سات کی عمل مین ۔ » (٦)

خاتمہ مین اعادۂ تاریخ

کبھی کبھی میرزا صاحب آغاز مین تاریخ لکھدینے کے بعد خاتمہ مین

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۰۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۲٦۷
(٤) ایضاً ، ص ٤۳ (۵) ایضاً ، ص ٤٤۲ (٦) ایضاً ، ص ٤۰۸

اوسکا دوبارہ اجمالی ذکر کرتے ھین ۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

« دن تاریخ اپنا نام آغاز کتابت مین لکھ آیا ھون ۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھون ۔ » (۱)

انہی کو ایك اور خط مین لکھتے ھین :

« دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ھون ۔ کاتب کا نام غالب ھے کہ دستخط سے پہچان جاؤ ۔ » (۲)

انہی کو سہ بارہ تحریر کیا ھے :

« تاریخ اوپر لکھ آیا ۔ نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا ھو ۔ » (۳)

وقت کتابت کا ماحول

بعض اوقات میرزا صاحب تاریخ کے علاوہ خط لکھتے وقت کی حالت کا نقشہ بھی مکتوب الیہ کی نگاھون کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے، تا کہ مکتوب الیہ یہ محسوس کرکے کہ خود میرزا صاحب کے پاس بیٹھا ھوا اونکی زبان سے مکتوبہ واقعات سن رہا ھے ۔ مطالبِ خط سے زیادہ لطف اندوز ھو ۔ مثلاً گرمی کا موسم ھے ۔ رامپور کے پہلے سفر سے واپس دلی پہنچے ھین ۔ میر مہدی مجروح کی فرمایش پر رودادِ سفر لکھی ھے ۔ اسکے آخر مین فرماتے ھین :

" « کوٹھری مین بیٹھا ھون ۔ ٹٹی لگی ھوئی ھے ۔ ھوا آرھی ھے ۔ پانی کا جھجر دھرا ھوا ھے ۔ حقہ پی رہا ھون ۔ یہ خط لکھ رہا ھون ۔ تم سے باتین کرنے کو جی چاھا ۔ یہ باتین کرلین ۔ " » (٤)

برسات کے موسم مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کرتے ھین :

" « پہر دن چڑھا ھوگا کہ ابر گھر رہا ھے ۔ ترشح ھو رہا ھے ۔ ھوا سرد چل رھی ھے ۔ پینے کو کچھ میسر نہین ۔ ناچار روٹی کھائی ھے ۔

افقہا پر از ابر بہمن مہی * سفالینہ جام من از می تہی

غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاك کا ھرکارہ تمھارا خط لایا ۔ " » (۵)

نواب انور الدولہ بہادر کو لکھتے ھین :

---

(۱) اردوی معلی، ص ٤٤٨ (۲) ایضاً، ص ٤٣٤ (۳) ایضاً، ص ۳۹۵
(٤) ایضاً، ص ١٦٢ (۵) ایضاً، ص ۲۷۵

« پیر و مرشد ! شب رفتہ کو مینھ خوب برسا ۔ ہوا مین فرط برودت سی گزند پیدا ہوگیا ۔ اب صبح کا وقت ہی ۔ ہوا ٹھنڈی بیگزند چل رہی ہی ۔ ابر تنک محیط ہی ۔ آفتاب نکلا ہی ؛ پر نظر نہین آتا ہی ۔ » (۱)

انہی کو ایك اور خط مین لکھا ہے :

پیر و مرشد ! ۱۲ بجی تھی ۔ مین ننگا اپنی پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نی آکر خط دیا ۔ مین نی کھولا ۔ پڑھا ۔ بھلی کو انگرکھا یاکرتا گلی مین نہ تھا ۔ اگر ہوتا تو مین گریبان پھاڑ ڈالتا ۔ حضرت کا کیا جاتا ؟ میرا نقصان ہوتا ۔ » (۲)

میرزا صاحب کا املا

میرزا صاحب اردو الفاظ کے املا مین یایِ معروف و مجہول اور ہایِ سادہ و مخلوط کا فرق نہین کرتے ۔ اور ابتدائی الفِ مکسورہ و مضمومہ کے فرق کیلئے ہمیشہ موخر الذکر کو باضافۂ (و) تحریر کرتے ہین ۔ چانچہ اونکے ہان « اُس » بواو اور « اِس » بغیرِ واو پایاجاتا ہے ۔ بعض الفاظ مختلف خطوط مین مختلف املا سے لکھے ہین ۔ مثــلًا ہاتھ کو کبھی « ہاتہــہ » اور کبھی « ہات » لکھا ہے ۔

انگریزی الفاظ کا تلفظ بھی بیشتر غلط کیا ہے ۔ اسی لئے اونکا املا بھی درست نہین ہے ۔ مثلًا « پنشن » کو « پنسن » اور « لارڈ » کو « لاڑد » اور « بورڈ » کو « بوڑد » لکھتے ہین ۔(۳) اسیطرح ایك دو جگہ عربی الفاظ کو بھی غلط لکھا ہے ۔ مثلًا « بالکل » کو « باالکل » دو الفون کیساتھ لکھدیا ہے ، جو درست نہین ۔(٤)

ایك پیرا گراف کے خاتمہ اور دوسرے کے آغاز کے اظہار کیلئے کبھی تو نئے پیرا کے پہلے حرف پر اس شکل (ـــ) کی علامت بناتے ہین ، اور کبھی بارہ کا ہندسہ لکھتے ہین ، جو لفظِ « حد » کا عدد ہے ۔ مرزا حاتم علی مہر کو اس عدد کے التزام کی وجہ بھی لکھی ہے ۔ فرماتے ہین :

« صاحب ! بندۂ اثنا عشری ہون ۔ ہر مطلب کی خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہون ۔ » (۵)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۳۰۳ (۳) مکاتیب ، ص ۱۲ و ۱۵ و ۲۲ و ۱۱۰
(٤) ایضاً ، ص ۳۳ (۵) اردوی معلی ، ص ۲۵۷

ھجری اور عیسوی سنه کے اظہار کیلئے میرزا صاحب « ھ » اور « ع » بھی استعمال کرتے تھے . لیکن اسکا التزام نہین پایا جاتا .

میرزا صاحب کا رسم الخط

میرزا صاحب کا خط نہایت پخته شفیعا آمیز نستعلیق تھا . چونکه وه ایرانی اداؤن کے دلداده تھے ، اسلئے خط سے ولایتی شان زیاده نمایان ھے . مگر آخرِ عمر مین رعشه پیدا ھوجانے سے دائرون اور کشش مین پہلی سی خوش نمائی باقی نہین رھی تھی . چنانچه ان خطون کے دیکھنے سے پہلی نظر مین ھاتھ کی تھرتھراھٹ کا احساس ھوتا ھے .

سامان کتابت . کاغذ

میرزا صاحب کے خطوط مین سامانِ خط و کتابت کا بھی ذکر آیا ھے . اسلئے اوسپر ایك اجمالی نظر نامناسب نہوگی .

میرزا صاحب بالعموم باریك ولایتی کاغذ استعمال کرتے تھے ، جو نیلگون یا سفید یا گلابی ھوتا . دربارِ رامپور مین اونکی جسقدر عرضیان پیش ھوئی ھین وه بجز ایك دو کے تمام اسی قسم کے گران قیمت کاغذ پر لکھی ھوئی ھین . لیکن منشی سیلچند اور خلیفه احمد علی صاحب کے نام کے خطوط گھٹیا کاغذ پر ھین . اس سے یه نتیجه نکالا جاسکتا ھے که میرزا صاحب کاغذ کے انتخاب کیوقت مکتوب الیه کی حیثیتِ دنیوی کا لحاظ رکھتے تھے .

بعض اوقات تنگدستی کے سبب میرزا صاحب کے پاس کاغذ کا ذخیره ختم ھوجاتا ، تو جواب دینے کیلئے روپیه کا انتظار کرنے کے عوض کتاب مین سے ساده ورق پھاڑ لیتے تھے . ۸ نومبر سنه ۱۸۵۹ع کو میر مہدی مجروح کو لکھتے وقت یہی ترکیب استعمال کرنی پڑی تھی . چنانچه اوسی خط مین فرماتے ھین :

« بھائی ! نه کاغذ ھی ، نه ٹکٹ ھی . اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافه پڑا ھی . کتاب مین سی یه کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ھون ، اور بیرنگ لفافه مین لپیٹ کر بھیجتا ھون . غمگین نه ھونا . کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ھی . آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا . » (۱)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۵

قلم

معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کے زمانه تك لوهے کے قلم کا رواج نهوا تھا. وه نیزے کا قلم استعمال کرتے، اور اوسے خود هی بناتے تھے. چنانچه ایك مرتبه قلم بنانے مین چاقو سے انگوٹھا زخمی هوگیا، اور منشی شیو نرائن کے خط کے جواب مین تاخیر هوئی، تو میرزا صاحب نے تحریر کیا تھا:

«صاحب! تم خط کے جواب نه بھیجنے سے گھبرا رهے هوگے. حال یه هے که قلم بنانے مین میرا هاتھ انگوٹھے کے پاس سے زخمی هوگیا اور ورم کر آیا. چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی هے. بہر حال اب اچھا هون.» (۱)

یه سنه ۱۸۵۸ ع کا واقعه تھا. لیکن آخرِ عمر مین رعشه کے سبب خود قلم نه بنا سکتے. لڑکون سے بنوالیتے تھے. ۱۳ مارچ سنه ۱۸۶۷ ع کو نواب خلد آشیان کو لکھتے هین:

«اس درویش کا حال اب قابل گزارش نهین. امراض قدیم بڑھ گئے. دوران سر اور رعشه اور ضعف بصر تین بیماریان نئی پیدا هوئی هین. قلم نهین بنا سکتا. لڑکون سے بنوا لیتا هون. برسون کی بات نهین رهی. هفتون کی یا مهینون کی زندگی ره گئی هے.» (۲)

لفافے

میرزا صاحب ساده کاغذ کے مستطیل لفافے استعمال کرتے تھے. بعض اوقات اونکے حاشیون پر باریك بیل بوٹے بھی بنے هوتے. لیکن اوسوقت تك ڈاکخانه کے ٹکٹ چھپے هوے لفافے مروج نه تھے. اسلئے یه سب دیسی ساخت کے هوتے تھے.

خود میرزا صاحب بھی وقت گزاری کیلئے لفافے بنالیا کرتے تھے. ایکبار منشی شیو نرائن اکبرآبادی نے خود ساخته لفافون کے استعمال سے خیال کیا که تنگدستی کے سبب میرزا صاحب ایسا کرتے هین. اور یه سوچکر میرزا صاحب کو لفافون کا ایك بنڈل روانا کیا. میرزا صاحب نے اس سے مطلع هوکر لکھا:

«لفافون کی خبر پہنچی. آپ نے کیون تکلیف کی. لفافے بنانا دل کا بهلانا هے. بیکار آدمی

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۶۲ (۲) مکاتیب، ص ۹۱

کیا کری . بہر حال جب لفافی پہنچ جائینگی ، ہم آپکا شکر بجا لائینگی . ہرچہ از دوست میرسد نیکوست . » (۱)

لیکن اس کرمفرما نے لفافون کے اوپر « از مقام ، در مقام ، تاریخ و ماہ » طبع کرا کے بھیجے . میرزا صاحب ان چوچلون کو ناپسند کرتے تھے . اونھون نے یہ ھدیہ دوستون مین تقسیم کردیا ، اور جب منشی صاحب نے ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو دوبارہ اوسی قسم کے لفافے ارسال کئے ، تو اونہین لکھا :

« برخوردار ! آج اسوقت تمھارا خط مع لفافون کی لفافی کی آیا . دل خوش ھوا . بھائی ! مین اپنی مزاج سی ناچار ہون . یہ لفافی « از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ » مجکو پسند نہین . آگی جو تم نی مجھی بھیجی تھی وہ بھی مین نی دوستون کو بانٹ دیی . اب یہ لفافون کا لفافہ اس مراد سی بھیجتاھون کہ انکی عوض یہ لفافی جو « در مقام و از مقام » سی خالی ھین ، جن مین تم اپنی خط بھیجا کرتی ھو ، مجکو بھیجدو ، اور یہ لفافی اوسکی عوض مجھ سی لیلو . اور اگر اوسطرح کی لفافی نہون تو انکی کچھ ضرورت نہین . » (۲)

اسکے بعد منشی صاحب نے جو کیا اوسکے متعلق کچھ معلوم نہین . لیکن منشی نبی بخش صاحب کے نام کے مکتوب مورخۂ ۲۲ ستمبر سنہ ۵۸ ع سے یہ ضرور پتا چلتا ھے کہ سنہ ۵۸ ع مین لفافہ سازی کا خاصہ مشغلہ رہا تھا . فرماتے ھین .

« اللہ ! اللہ ! یہ دن بھی یاد رھینگی . خط سی خط لکھی گئی ھین . مجکو اکثر اوقات لفافی بنانی مین گزرتی ھین . اگر خط نہ لکھونگا تو لفافی بناؤنگا . » (۳)

ٹکٹ

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط بھیجنے کے پابند تھے ، اور بالعموم پتہ کے داھنی یا بائین جانب کبھی اوپر اور کبھی نیچے ٹکٹ چسپان کرتے تھے . ایسے خطوط پر اونھون نے ہمیشہ « پوسٹ پڈ » بھی لکھا ھے . بعض اوقات ٹکٹ کے اوپر « اسد » بھی لکھدیا کرتے تھے .

روشنائی

میرزا صاحب ھمیشہ سیاہ روشنائی استعمال کرتے تھے ، جو عموماً بہت روشن اور پختہ ھوتی . آخری ایام کے خطوط مین پھیکی روشنائی بھی نظر آتی ھے . جسکی وجہ خود میرزا صاحب کی « قلمدانِ انشا » سے بے توجہی

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۴۹ (۲) ایضاً ، ص ۳۶۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۷۲

ہوگی۔ ضرورت کے وقت لڑکون کے قلم اور اونہی کی روشنائی سے لکھا کرتے ہونگے، اور خود « لوح و قلم » کی درستی اور اہتمام سے اسلئے احتراز کرنے لگے ہونگے، کہ اب اونھین ان دونون کی شہادت کی ضرورت نہ تھی۔ عالمِ ادب اونکا لوہا مان چکا تھا۔

قواعد ڈاک کی پابندی

میرزا صاحب ڈاک کے قاعدون کے سخت پابند تھے۔ وہ خود بھی خلاف ورزیِ قانون سے احتراز کرتے، اور احباب کو بھی اسی امر کی ہدایت کرتے رہتے تھے۔ ایکبار منشی حبیب اللہ خان ذکا کو لکھا ہے:

« خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ھے۔ اگر یون نہوتا تو مین اونکے نام کا خط تمہاری خط مین ملفوف کرکے بھیجتا۔ » (۱)

منشی غلام بسم اللہ صاحب نے اپنی غزل کیساتھ ایک منصف صاحب کی غزل بھی ارسال کردی تھی۔ اونکی اس سہل انگاری پر سرزنش کرتے ہوے لکھتے ہین:

« سنیے حضرت! خط مین خط (کا) تداخل برا ھے۔ اگر یہان کی ڈاک مین کبھی خط کھل گیا، تو مجھسے پچاس روپیہ لئے جائینگے، یا قید کا حکم ہوگا۔ آیندہ آپ خط جداگانہ بھیجا کیجیے۔ اس باب مین تاکید جانیے۔ کوئی حیلہ جواز کا آپ کی طرف سے مسموع نہوگا۔ » (۲)

چودھری عبد الغفور صاحب نے پارسل مین کچھ خط رکھدیے تھے۔ اونکو تحریر کرتے ہین:

« پارسل مین خطوط بھیجنے محل اندیشہ ھے۔ خدا نے بچایا۔ چونکہ اب وہ خط آپکے کچھ کام کے نہ سمجھا، از راہ احتیاط پارسل مین سے نکال لیے۔ » (۳)

ایکبار تفتہ کے نام ایک پارسل حسبِ قاعدہ ایک آنے کا ٹکٹ چسپان کرکے ڈاک خانہ بھیجا۔ جو شخص پارسل لیکر گیا تھا، اوسنے غلطی سے خطون کے بکس مین پارسل ڈالدیا۔ میرزا صاحب نے واقعہ سے مطلع ہوکر تفتہ کو لکھا:

« صاحب! کل پارسل اشعار کا ایک آنہ کا ٹکٹ لگاکر اور اوسپر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ھے، خط نہین ھے، ڈاک مین بھیجدیا۔ ڈاک منشی نے کہا کہ خطون کے صندوق مین ڈالدو۔ خدمتگار

(۱) اردویِ معلی، ص ۳۹ (۲) عودھندی، ص ۱۸۶ (۳) اردوی معلی، ص ۱۳۷

ناخوانده آدمی ۔ اوسکا حکم بجا لایا، اور اوسکو خطون کی صندوق مین ڈال آیا ۔ وہ لفظ کہ «یہ خط نہین ہی پارسل ہی» دست آویز معقول ہی ۔ اگر وھان کی ڈاکیے تم سی خط کا محصول مانگین، تو تم اوس جملہ کی ذریعہ سی گفتگو کر لینا ۔ » (۱)

در اصل میرزا صاحب کی احتیاط کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایکبار تفتہ کی غلطی کا خمیازہ بھگت چکے تھے، اور غالباً پارسل کو خطون کے بکس مین ڈالدینے کی وجہ سے اونکو پوسٹ پیڈ پارسل کا مزید محصول ادا کرنا پڑا تھا ۔ ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع کو یہ واقعہ خود تفتہ کو لکھا ہے:

«میرزا تفتہ! کل قریب دو پہر کی ڈاک کا ہرکارہ، وہ جو خط بانٹا کرتا ہی، آیا، اور اوسنی پارسل موم جامی مین لپٹا ہوا دیا ۔ پہلی تو حیران رہا کہ پاکٹ خطون کی ڈاک مین کیون آیا؟ باری جب اوسکی تحریر دیکھی تو تمہاری ہات کا پیم فلٹ لکھا ہوا اور دو ٹکٹ لگی ہوی ۔ مگر اوسکی آگی کالی مہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا ۔ ہرکارہ نی کہا کہ ایک روپیہ دس آنی دلوائیی ۔ دلوادیی، اور پارسل لی لیا ۔ مگر حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا؟ قیاس ایسا چاہتا ہی کہ تمہارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اس کو خطون کی بکس مین ڈال آیا ۔ ڈاک کی کارپردازون نی غور نہ کی، اور اوسکو بیرنگ خطون کی ڈاک مین بھیجدیا ۔ » (۲)

پوسٹ مین کا لطیفہ

ایکبار پوسٹ مین کی غفلت سے ایک دلچسپ لطیفہ پیدا ہوگیا تھا ۔ واقعہ یہ ہوا کہ میرزا صاحب کے نام ایک خط آیا ۔ اوس کے پتہ مین مکتوب الیہ کے نام کے ساتھ جو تعظیمی الفاظ استعمال ہوے تھے، اونمین ایک لفظ «کیشان» بھی تھا ۔ ڈاکیے نے اوسے «کپتان» پڑھا، اور میرزا صاحب کی خدمت مین مبارکباد پیش کرکے طالبِ انعام ہوا ۔ میرزا صاحب نے نواب انور الدولہ بہادر شفق کو یہ واقعہ لکھا ہے ۔ فرماتے ہین:

«ایک لطیفۂ نشاط انگیز سنیی ۔ ڈاک کا ہرکارہ، جو بلیمارون کی خطوط پہنچاتا ہی، اندنون مین ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ ڈھمک داس ہی ۔ مین بالاخانہ پر رہتا ہون ۔ حویلی مین آکر اوسنی داروغہ کو خط دیا ۔ اور اوسنی خط دیکر مجھسی کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہی، اور کہتا ہی کہ مبارک ہو! آپ کو، جیسا کہ دلی کی بادشاہ نی نوابی کا خطاب دیا تھا، اب کالپی سی خطاب کپتانی کا ملا ۔ حیران کہ یہ کیا کہتا ہی؟ سرنامہ کو غور سی دیکھا ۔ کہین قبل از اسم «مخدوم نیازکیشان» لکھا تھا ۔ اوس قرم ساق نی اور الفاظ سی قطع نظر کرکی «کیشان» کو کپتان پڑھا ۔ » (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۳۰۰

بیرنگ خطوط

اگرچہ قانونِ ڈاک کی رو سے بیرنگ خطوط ارسال کرنا ممنوع نہین، لیکن میرزا صاحب اسے قانونِ محبت و اخلاق کے خلاف جانتے، اور اسلئے بغیر کسی معقول وجہ کے کبھی بیرنگ خط نہین لکھتے تھے. سید احمد حسن مودودی کو ایك بیرنگ خط لکھتے ہوے فرماتے ھین:

«میرا شیوہ نہین ھی خط بیرنگ بھیجنا.» (۱)

میرزا صاحب اپنے ھر بیرنگ خط مین بیرنگی کی وجه بھی لکھدیا کرتے تھے. چنانچه وہ یا تو اوسوقت بیرنگ خط لکھا کرتے جبکه

۱) اونکے پاس ٹکٹ موجود نہوتا. خواہ اسلئے که جیب اسکی اجازت ندیتی، یا بر وقت ڈاکخانه سے حصول دشوار ھوتا. مگر اس عذر کیلئے بے تکلف احباب اور شاگرد مخصوص تھے. میر مہدی مجروح کو ایك بیرنگ خط مین لکھا ھے:

«بھائی! نه کاغذ ھی، نه ٹکٹ ھی. اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافه پڑا ھی. کتاب مین سی یه کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ھون، اور بیرنگ لفافه مین لپیٹ کر بھیجتا ھون. غمگین نہونا. کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ھی. آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا.» (۲)

اسیطرح نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ھین:

«بھائی! سچ تو یون ھی که اندنون مین میری پاس ٹکٹ نہین. اگر بیرنگ بھیجون توکہار مانده. اوٹھ نہین سکتا. ڈاك گھر تك جاؤ کون؟» (۳)

نواب شہاب الدین احمد خان بہادر کو زیادہ مُضحکانه انداز مین تحریر کیا ھے:

"«آج میری پاس ٹکٹ ھی نه دام. معاف رکھنا. والسلام.»" (٤)

۲) اور یا اوسوقت بیرنگ خط ارسال کرتے که اوسکے تلف ھوجانے کا خطرہ ھوتا. اور چونکه تلف ھوجانیکا خطرہ اھم مکاتیب کے سلسله مین زیادہ ناپسندیدہ معلوم ھوتا ھے، اور اھم مکاتیب بے تکلف اور با تکلف دونون قسم کے مکتوب الیه کو لکھے جاتے ھین، بنابرین اس عذر کے ماتحت

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤٤ (۲) ایضاً، ص ۱۵۵ (۳) ایضاً، ص ٤۲۵ (٤) ایضاً، ص ۲۹۱

میرزا صاحب نے والیانِ ریاست تک کو بیرنگ خطوط لکھے هین. چنانچه ایکبار نواب انور الدوله بہادر نے خط نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« سونچتا هون که دونون خط بیرنگ گئی تھی . تلف هونا کسیطرح متصور نہین . » (۱)

در اصل میرزا صاحب یه سمجھتے تھے که ڈاکیا بیرنگ خط ضایع نہین کرتا. بلکه کوشش کرکے مکتوب الیه تك خط پہنچاتا هے، تاکه اوس سے محصولِ ڈاك وصول کرسکے. یه خیال سید احمد حسن مودودی کے خط مین ظاهر بھی کیا هے. فرماتے هین :

« یه خط عمداً بیرنگ بھیجتا هون . کہتی هین که پیڈ کی تلف هونیکا احتمال هو ، اور بیرنگ کا نہین . » (۲)

سیف الحق سیاح کو لکھتے هین :

« پیڈ خط گاه گاه تلف بھی هوجاتا هی . نظر اس بات پر یه خط تم کو بیرنگ بھیجتا هون . تاکه ضایع نہونیکا احتمال قوی رهی . » (۳)

چودھری عبد الغفور سرور کو ضروری خطوط کے بیرنگ ارسال کرنے کی هدایت کرتے هوے لکھتے هین :

« ایك قاعده آپ کو بتاتا هون . اگر اوسکو منظور کیجی گا تو خطوط کی نه پہنچنی کا احتمال اوٹھ جائیگا ، اور رجستری کا دردِ سر جاتا رهیگا . آدھ آنه نه سہی ، ایك آنه سہی . آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجی ، اور مین بھی بیرنگ بھیجا کرون . اسٹامپ پیڈ خطوط تلف بھی هوتی هین. اس قاعده کا جیسا که مین واضع هوا هون بادی بھی هوا ، اور یه خط بیرنگ بھیجا . » (٤)

مولوی عزیز الدین صاحب نے قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے خط ارسال کرنیکی اطلاع اور اوسکے جواب نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« خط از روی احتیاط بیرنگ بھیجا هی . پوسٹ پڈ خط اکثر تلف هو جاتی هین . چنانچه قاضی عبد الجمیل صاحب کا خط ، جسکا آپ نی ذکر لکھا هی ، آنکھین پھوٹ جائین اگر مین نی دیکھا هو ! آپ اون سی میرا سلام نیاز کہیی ، اور خط کی نه پہنچنی کی اونکو خبر پہنچائیی . » (٥)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۰٤ (۲) ایضاً ، ص ۲٤٤ (۳) ایضاً ، ص ١٤
(٤) عود هندی ، ص ۳۳ (٥) اردوی معلی ، ص ۲۱۷

والی بھرتپور کا انتقال ہوا اور یہ خبر دلی پہنچی، تو میرزا صاحب کو فکر ہوئی که کہین جانی جی، جو مرزا تفتہ کے مربی تھے، معزول تو نہین کردیے گئے. اس خبر کے استفسار کیلئے مرزا تفتہ کو خط لکھا اور اوس مین ہدایت کی که

"واسطی خدا کی! نه مختصر نه سرسری بلکه مفصل اور منقح جو کچھ واقع ہوا ہو، اور جو صورت ہو، مجکو لکھو، اور جلد لکھو، که مجھپر خواب و خور حرام ہی". کل شام کو مین نی سنا. آج صبح قلعه نہین گیا، اور یه خط لکھکر از راه احتیاط بیرنگ روانه کیا ہی. تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانه کرنا. آدھ آنا ایسی بڑی چیز نہین. ڈاك کی لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتی ہین، اور پوست پڈ پڑا رہتا ہی. جب اوس محله مین جانا ہوتا ہی تو اوسکو بھی لیجاتی ہین." (۱)

«دستنبو» کی طباعت کے متعلق ضروری ہدایتین بیرنگ خط مین لکھکر فرماتے ہین:

"واسطی تاکید کی بیرنگ بھیجا گیا." (۲)

اسیطرح منشی حبیب الله خان ذکا کو ایك ضروری خط بیرنگ لکھکر از راهِ معذرت فرماتے ہین:

"بھائی! یه خط از راه احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون." (۳)

نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایك عریضه، جو اونکی والدۂ ماجده کی تعزیتِ وفات کے متعلق تھا، ارسال کیا ہے، اور اوسکا جواب نه پاکر دوسرا عریضه بیرنگ ارسال کرتے ہوے آخر مین از راهِ معذرت لکھتے ہین:

"پرسون ایك قطعه جناب بیگم صاحبه و قبله کی تاریخ وفات کا بھیجا ہی. یقین ہی که پہنچیگا. از راه احتیاط وه قطعه اس ورق مین پھر لکھتا ہون، اور نیز از راه احتیاط یه خط بیرنگ روانا کرتا ہون." (٤)

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط کے ضایع ہوجانے کے اسدرجه قایل تھے که جب اونہین کوئی خط نه ملتا تو وه اسے ڈاکخانه کی سہل انگاری پر محمول کرکے یه لکھدیا کرتے تھے که ڈاك مین ضایع ہوگیا ہوگا. اور اگر کسی دوست

(۱) اردوی معلی، ص ٦١ (۲) ایضاً، ص ۵۰ (۳) ایضاً، ص ٤۳ (٤) مکاتیب، ص ۲۰

ر — مکاتیب غالب

سے جوابِ خط مین تاخیر ہوتی ، یا انکے مرسلہ خط کا حوالہ نہوتا تو باور کرلیتے کہ خط ڈاك مین تلف ہوگیا. ممکن ہے اوسوقت ڈاك کا محکمہ زیادہ منظم نہوا ہو. ورنہ اس زمانہ مین پوسٹ پیڈ خطوط ضایع ہوا کرین تو کاروبارِ عالم مختل ہوجائے ، اور بالخصوص تجارت پیشہ حضرات گورنمنٹ کے اس مفید ترین محکمہ کے خلاف قانونی چارہ جوئیان کرنے لگین.

میرزا صاحب کا پتہ

اگرچہ باعتبارِ حسب و نسب میرزا صاحب دلی کے مشاہیر مین شمار کیے جاتے تھے ، لیکن اونکی وسیع و مسلسل مراسلت نے اس شہرت مین چار چاند لگادیے تھے. اونکے پاس روزانہ ہندوستان اور بیرونِ ہند سے اردو ، فارسی اور انگریزی خطوط آتے رہتے ، جن مین سرکاری اور نجی ہر قسم کی تحریرین ہوتی تھین. چونکہ اونکو شہر مین ہر شخص جانتا تھا ، اسلئے اونکا خط دلی کے ڈاك خانہ مین پہنچکر کبھی ضایع نہوتا. اونکی ڈاکخانہ کی معروفیت کی ایك وجہ یہ بھی تھی کہ پورے شہرِ دہلی مین وہ اپنے نام کے اعتبار سے وحدہ لاشریك تھے ، اور ڈاکیا اسد اللہ خان غالب کا مسمی ایك ہی ذات کو جانتا تھا.

میرزا صاحب کو اپنی اس شہرت و ناموری کا اس درجہ پاس تھا ، کہ کوئی دوست یا شاگرد اونکے مکان کا پتہ دریافت کرتا ، یا اونکے نام کے خط پر لانبا چوڑا پتہ لکھدیتا ، تو وہ اس کو اپنی توہین خیال کرتے. چنانچہ ایکبار نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی نے مکان کا پتا دریافت کیا. میرزا صاحب نے برہم ہوکر لکھا :

« سنو صاحب ! حسن پرستون کا ایك قاعدہ ہی کہ وہ امرد کو دوچار برس گھٹا کر دیکھتے ہین. جانتے ہین کہ جوان ہو ، لیکن بچہ سمجھتے ہین. یہ حال تمہاری قوم کا ہی. قسم شرعی کھا کرکہتا ہون کہ ایك شخص ہی کہ اوسکی عزت اور نام‌آوری جمہور کی نزدیك ثابت اور متحقق ہی ، اور تم صاحب بھی جانتے ہو. مگر جبتك اوس سی قطع نظر نہ کرو ، اور اوس مسخری کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تمکو چین نہ آئیگا. پچاس برس سی دلی مین

رهتا هون . هزارها خط اطراف و جوانب سی آتی هین . بهت لوگ ایسی هین که محله نهین لکهتی . بهت لوگ ایسی هین که محلهٔ سابق کا نام لکهدیتی هین . حکام کی خطوط ، فارسی اور انگریزی ، یهانتك که ولایت کی آئی هوی، صرف شهر کا نام اور میرا نام . یه سب مراتب تم جانتی هو ، اور اون خطوط کو تم دیکھ چکی هو . اور پهر مجهسی پوچهتی هو که اپنا مسکن بتا . اگر مین تمهاری نزدیك امیر نهین نه سهی . اهل حرفه مین سی بهی نهین هون ، که جبتك محله اور تهانه نه لکها جائی هرکاره میرا پتا نه پائی . آپ صرف دهلی لکهکر میرا نام لکهدیا کیجئی . خط کی پهنچنی کا مین ضامن .» (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی نے پته معلوم نہونیکی وجه سے خط لکھنے مین تردد کا اظہار کیا . اونکو لکھتے ھین :

« قبله ! آپ کو خط کی بهیجنی مین تردد کیون هوتا هی ؟ هر روز دو چار خط اطراف و جوانب سی آتی هین . گاه گاه انگریزی بهی . اور ڈاك کی هرکاری بهی میرا گهر جانتی هین . پوسٹ ماسٹر میرا آشنا هی . مجکو جو دوست خط بهیجتا هی وه صرف شهر کا نام اور میرا نام لکهتا هی . محله بهی ضرور نهین . آپ هی انصاف کرین ، که آپ لال کنوان لکهتی رهی ، اور مجکو بلیماروں مین خط پهنچتا رها . خلاصه یه که خط آپکا کوئی تلف نهین هوا . » (۲)

مولوی حبیب الله خان ذکا نے یکے بعدِ دیگرے دو نیاز نامے بھیجے ، مگر میرزا صاحب کی طرف سے جواب نه ملا . اونھون نے اس کو دلی کے ڈاکخانه کی غفلت پر محمول کر کے آخری خط بذریعهٔ رجسٹری ارسال کیا ، اور اوس مین جواب ندینے کی شکایت لکھی . اسکے جواب مین میرزا صاحب الفاظ و مطالب کے گل کھلاتے ھین :

« میری مشفق ! میری شفیق ! مجهسی هیچ و پوچ کی مانتی والی ! مجهسی بری کو اچها جانتی والی ! میری محب ! میری محبوب ! تمکو میری خبر بهی هی ؟ آگی ناتوان تها . اب نیمجان هون . آگی بهرا تها . اب اندها هوا چاهتا هون . رامپور کی سفر کا رہ‌آورد هی رعشه و ضعف بصر . جهان چار سطرین لکهین ، انگلیان ٹیڑهی هوگئین . حرف سوجهنی سی رهگئی . اکهتر برس جیا . بهت جیا . اب زندگی برسون کی نهین ، مهینون کی اور دنون کی هی . پهلا خط تمهارا پهنچا .... دوسرا خط مع غزل آیا ... غزل بعد مشاهده تمکو بهیجی گئی ، اور لکها گیا که نوید حصول صحت جلد بهیجو . کل ایك خط رجسٹری دار آیا . گویا ستارهٔ دنباله دار آیا . حیران که ماجرا کیا هی ؟ باری کهولا اور دیکها . خط نوید رفع مرض و حصول صحت سی خالی اور شکوه‌های بیجا سی لبریز . ...

(۱) اردوی معلی ، ص ٤١٨ ر — الف (۲) ایضاً ، ص ۲۰۷

صاحب ! میری نام کا خط جہان سی روانه هو وهین ره جای تو رهجای . ورنه دلی کی ڈاکخانه مین پهنچکر کیا مجال هی جو مجهی تك نه پهنچی ؟ اسیطرح میرا خط یہانکی ڈاکخانی سی نه روانه هو گیا معنی ؟ جہان پهنچی وهان کی ڈاك کی کارپردازون کو اختیار هی . مکتوب الیه کو دین یا ندین . » (۱)

مرزا تفته کو ایك خط مین صاف طور پر لکھدیا ھے ، که نامور آدمی کیواسطے محله کا پته ضرور نہین ھے . فرماتے ھین :

« بات یه هی که نامور آدمی کیواسطی محله کا پتا ضرور نہین . مین غریب آدمی هون . مگر فارسی انگریزی جو خط میری نام کی آتی هین تلف نہین هوتی . بعض فارسی خط پر پتا محله کا نہین هوتا ، اور انگریزی خط پر تو مطلق پتا هوتا هی نہین . شہر کا نام هوتا هی . تین چار خط انگریزی ولایت سی مجکو آئی . جانی اونکی بلا که بلی مارون کا محله کیا چیز هی . » (۲)

مولانا حاتم علی مہر کو تحریر کیا ھے :

« اور یه بهی آپکو معلوم رهی ، که میری خط کی سرنامی پر محله کا نام لکھنا ضرور نہین . شہر کا نام اور میرا نام . قصه تمام . » (۳)

ایکبار میرزا صاحب نے مکان تبدیل کیا . مرزا تفته کو تردد هوا که یه مکان کس محله مین واقع ھے . اونکے اس تردد کے رفع کرنے کیلئے ارشاد هوا ھے :

« یه مکان به نسبت اوس مکان کی بهشت هی . اور یه خوبی که محله وهی بلیمارون کا . اگرچه هی یون که مین اگر اور محله مین بهی جا رهتا تو قاصدان ڈاك وهین پهنچتی . یعنی اب اکثر خطوط لال کنوی کی پتی سی آتی هین ، اور بی تکلف یہین پهنچتی هین . بهر حال تم وهی « دلی ، بلیمارون کا محله » لکھکر خط بهیجا کرو . » (٤)

تفته هی کو دوباره لکھا تھا :

« میری نام کا کوئی لفافه ضائع نہین جاتا . خدا جانی اوس پر کیا بجوگ پڑا ؟ » (۵)

سید احمد حسن صاحب مودودی کی شکایت پر تحریر کیا ھے :

« میری نام کا لفافه جس شہر سی چلی اوسی شہر کی ڈاك گهر مین رهجای تو رهجای . ورنه دلی کی ڈاکخانه مین پهنچکر کیا امکان هی که تلف هو ؟ » (٦)

ایکبار میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کے نام خط لکھا . ڈاکیے نے غلطی سے کسی دوسرے میر مہدی کو جا دیا . مجروح نے میرزا صاحب کو اسکی اطلاع دی . اس اطلاع پر ارشاد هوتا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۷ (۲) ایضاً ، ص ۸۷ (۳) ایضاً ، ص ۲۵۱
(٤) ایضاً ، ص ۷۵ (۵) ایضاً ، ص ٦۸ (٦) ایضاً ، ص ۲٤۵

"وہ جو تمنے لکھا تھا کہ تیرا خط میری نام کا میری همنام کی هاتھ جا پڑا." صاحب قصور تمہارا هی. کیون ایسی شہر مین رهتی هو جہان دوسرا میر مہدی بھی هو؟ مجکو دیکھو کہ مین کب سی دلی مین رهتا هون. نہ کوئی اپنا همنام هونی دیا. نہ کوئی اپنا (هم) عرف بننی دیا. نہ اپنا هم تخلص بہم پہنچایا." (۱)

ابتداءِ مراسلت مین نواب فردوس مکان کے فرامین جامع مسجد کے پتہ سے جاتے تھے. حالانکہ میرزا صاحب آٹھ سات برس سے بلیمارون کے محلہ مین چلے آئے تھے. لیکن اس کے باوجود یہ فرامین میرزا صاحب کو ملتے رہے. جب خود انھین نے سرکار کو لکھا کہ آیندہ اهلِ دفتر کو صحیح پتا لکھنے کی هدایت کردیجائے، تب دوسرا پتا لکھا گیا. میرزا صاحب فرماتے هین:

"دبیران خاص بر عنوان نامه های پیشین نشان کلبهٔ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشته اند و من از هفت هشت سال در محلهٔ بلیماری مانم. سپس نشان این محله نگاشته شود." (۲)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۸۹ (۲) مکاتیب، ص ۱٤

متعلقاتِ انشاء

اس بحث کے آخر مین بعض ایسے حالات کا تذکرہ بھی ضروری ہے، جو بظاہر میرزا صاحب کے عادات و خصائل کی ایک کڑی معلوم ہوتے ہین، لیکن انکی انشا کی کیفیت و کمیت کے اندازہ کیلئے اونکا مطالعہ افادہ سے خالی نہین، اور اس لئے اونہین متعلقات انشا کے عنوان سے ذکر کیا جا سکتا ہے.

جواب مین جلدی

خطوط کا جواب دینے مین میرزا صاحب بہت با ضابطہ تھے. وہ یون تو ہر خط کا جواب فوراً لکھتے، اور غیر اختیاری عذر کے علاوہ کسی اور عذر کے پیش کرنے کا کبھی موقع نہ آنے دیتے. لیکن ضروری و جواب طلب خط کے جواب مین بیحد جلد بازی سے کام لیتے تھے. بسا اوقات ایسا ہوتا کہ یہ جانتے ہوے کہ اب ڈاک کا وقت گزر چکا ہے جواب لکھ لیتے اور مکتوب الیہ کو بتا دیتے کہ اس مجبوری کے سبب آج خط سپردِ ڈاک نہوسکا. مثلاً بیخبر کو تحریر کیا ہے:

« جنابعالی! آج دوشنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ہی. پہر دن چڑھا ہوگا.... غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط لایا... باآنکہ خط جوابطلب نہ تھا جواب لکھنی لگا. » (۱)

نواب انور الدولہ بہادر شفق کو لکھا ہے:

« خداوند نعمت! آج دوشنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہو. اسوقت کہ بارہ پر تین بجی مین عطوفت نامہ پہنچا. اودھر پڑھا ادھر جواب لکھا. ڈاک کا وقت نرہا. خط کو معنون کر رکھتا ہون. کل شنبہ ١٦ فروری کو ڈاک مین بھجوا دونگا. » (۲)

نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھتے ہین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷۵ (۲) ایضاً، ص ۲۹۵

« آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارک بارہ پر تین بجی تمھارا خط آیا . اودھر پڑھا ادھر جواب لکھنی بیٹھا . » (۱)

ایکبار میر مہدی مجروح کا خط صبح کی ڈاك سے موصول ھوا . میرزا صاحب نے اوسکا فوراً جواب لکھا اور اوس مین تحریر کیا :

« مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آنیگا ، تو مین جواب لکھونگا . آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پیکر بیٹھا تھا ، کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا . » (۲)

انھین کو لکھتے ھین :

« اسوقت تمھارا ایك خط اور یوسف مرزا کا ایك خط آیا . مجکو باتین کرنی کا مزا ملا ، تو دونون کا جواب ابھی لکھکر روانا کیا . اب مین روٹی کھانی جاتا ھون . » (۳)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے :

« آج سنیچر بار کو دو پھر کی وقت ڈاك کا ھرکارہ آیا ، اور تمھارا خط لایا . مین نی پڑھا ، اور جواب لکھا ، اور کلیان کو دیا . وہ ڈاك کو لیگیا . خدا چاھی تو کل پہنچ جائی . » (٤)

معلوم ھوتا ھے کہ دسمبر سنہ ۱۸۵۷ ع تك ڈاك کا ھرکارہ خط تقسیم بھی کرتا تھا اور دلی سے باھر جانیوالے خطوط جمع بھی کیا کرتا تھا . اسلئے کہ ایکبار مرزا تفتہ کا خط آیا . میرزا صاحب نے اوسکا جواب لکھکر اوسیوقت ھرکارہ کو دیا اور آخر مین لکھا :

« اسوقت تمھارا خط پہنچا ، اور اسیوقت مین نی یہ خط لکھکر ڈاك کی ھرکارہ کو دیا . » (۵)

عذر تاخیر

چونکہ میرزا صاحب خطوط کا جواب با قاعدگی سے دیا کرتے تھے اس لئے اگر اونکا کوئی دوست اپنے نیازنامہ کا جواب نہ پانے کی شکایت لکھتا ، اور فی الحقیقت کسی وجہ سے جواب مین تاخیر ھوجاتی ، تو میرزا صاحب فوراً عذر تاخیر لکھدیتے . لیکن اگر شکایت پا در ھوا ھوتی تو اپنے اوپر کبھی ذمہ داری نہ لیتے اور صاف انکار کردیتے . ایکبار میر احمد حسن

(۱) اردوی معلی ، ص ٤١٢ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۱۹۳
(٤) ایضاً ، ص ۸۰ (۵) ایضاً ، ص ۸۰

صاحب مودودی نے شکایت کی کہ آپنے میرے کئی خطون کا جواب نہین بھیجا. اسکے جواب مین ارشاد فرماتے هین:

«آپ کے کسی خط کا جواب میری ذمہ باقی نہین ھی. دو یا تین جس خط کا جواب نہین پہنچا اوسکو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ مین تلف هوی، اور میری پاس نہین پہنچی.» (۱)

ایکبار اپنی عادت کے خلاف حاتم علی مہر کے خط کا جواب دوسرے دن لکھا، تو ساتھ هی ساتھ تاخیر کی تلخی کو ظرافت کی چاشنی سے بدلنے کی بھی کوشش کی. فرماتے هین:

«بندہ پرور! آپکا خط کل پہنچا. آج جواب لکھتا هون. داد دینا کتنا شتاب لکھتا هون؟» (۲)

اسیطرح میر مہدی مجروح کے خط کے جواب کو کئی دن کی دیر هوگئی تو اونہین لکھا:

«واہ واہ سید صاحب! تم تو بڑی عبارت آرائیان کرنی لگی. نثر مین خود نمائیان کرنی لگو. کئی دن سی تمھاری خط کی جواب کی فکر مین هون. مگر جاڑی نی بیحس و حرکت کردیا ھی. آج جو بسبب ابر کی وہ سردی نہین، تو مین نی خط لکھنی کا قصد کیا ھی.» (۳)

ایکبار مرزا حاتم علی مہر کو خط لکھا، اور بکس مین رکھ لیا. کئی دن کے بعد کھولا تو خط برآمد هوا. اسکے متعلق اونہین تحریر فرماتے هین:

«مرا بسادہ دلیہای من توان بخشید * خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

کل دو شنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی. صبح کو مین نی آپکو شکایت نامہ لکھا، اور بیرنگ ڈاك مین بھیجدیا. دوپہر کو ڈاك کا هرکارہ آیا. تمھارا خط اور ایك مرزا تفتہ کا خط لایا. معلوم هوا کہ جس خط کا جواب مین آپ سی مانگتا هون، وہ نہین پہنچا. کچھ شکوہ سی شرمندگی اور کچھ خط کی نہ پہنچنی سی حیرت هوئی. دوپہر ڈھلی مرزا تفتہ کی خط کا جواب لکھکر ٹکٹ نکالنی لگا. بکس مین سی وہ تمھاری نام کا خط نکل آیا. اب مین سمجھا کہ خط لکھکر بھول گیا هون، اور ڈاك مین نہین بھیجا. اپنی نسیان کو لعنت کی اور چپ هو رھا. متوقع هون کہ میرا قصور معاف هو.» (٤)

ایك مرتبہ میرزا صاحب نے تفتہ کو خط لکھا. اونکی طرف سے جواب نہ ملا. بلکہ خط آیا تو اولٹی خط نہ بھیجنے کی شکایت درج تھی. میرزا صاحب اسکے جواب مین لکھتے هین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۰ (۲) ایضاً، ص ۲٦۸ (۳) ایضاً، ص ۱۷٤ (٤) ایضاً، ص ۲۵۵

«آج پنجشنبہ کی دن ۱۸ نومبر کو تمھارا خط آیا، اور مین آج ھی جواب لکھتا ھون. کیا تماشا ھی کہ تمھارا خط پہنچتا ھی، اور میرا خط نہین پہنچتا؟» (۱)

لیٹی لیٹی لکھتی

میرزا صاحب کی وضعِ خطوط نویسی اسدرجہ پختہ ہوچکی تھی، کہ شدتِ مرض اور زیادتیِ ضعف کے باعث نشست و برخاست کی قوت نہونے کی حالت مین بھی جوابِ خط سے دوستون کو محروم رکھنا گوارا نکرتے، اور لیٹے لیٹے جواب لکھتے تھے. چنانچہ ایکبار فروری سنہ ۱۸۵٤ ع مین تپ و لرزہ کا شدید دورہ ھوا. ابھی مرض کی شدت باقی تھی کہ مرزا تفتہ کا خط آگیا. میرزا صاحب نے اوسی حالتِ ضعف مین جواب دیا، اور اوس مین لکھا:

«مین چار دن سی لرزی مین مبتلا ھون... اتنی سطرین مجھ سی بہزار جر ثقیل لکھی گئی ھین.» (۲)

صاحبعالم صاحب مارھروی کو بحالتِ بیماری لکھا ھے:

«جو کچھ لکھنا ھوتا ھی وہ بھی اکثر لیٹی لیٹی لکھتا ھون.» (۳)

اسیطرح ایک مرتبہ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کا خط آیا، تو میرزا صاحب کو اوٹھنا بیٹھنا دشوار تھا. لیکن اوسی حالت مین جواب لکھکر آخر مین فرمایا:

«بارہ پر دو بجی ھرکارہ نی آپ کا خط دیا. پلنگ پر پڑی پڑی خط پڑھا، اور اوسیطرح جواب لکھا.» (٤)

سنہ ۱۸٦۲ ع مین تقریباً سارا جسم زخمون سے بھرا ھوا تھا، اور بالخصوص سیدھے ھاتھ کے پھوڑے کی تکلیف سے روح تحلیل ھوئی جاتی تھی؛ لیکن اس حالت مین بھی خطون کے جوابات برابر بھیجتے رھے. چودھری عبد الغفور سرور کو لکھتے ھین:

«اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف. خطوط ضروری لیٹی لیٹی لکھتا ھون. دو خط چودھری

(۱) اردوی معلی، ص ۷۰ (۲) ایضاً، ص ۷۸ (۳) ایضاً، ص ۲۰۳ (٤) عود ھندی، ص ۱۷٤

صاحب کی آئی ، اور ایك خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کی آئی . جواب نہ لکھ سکا . آج اپنی کو طعنی دیگر مرد بنایا جب یہ عبارت لکھی . » (۱)

انہین کے ایك خط مین اشعار کے حسن و قبح کا معیار بتاتے ہوے آتش و ناسخ کا ذکر کرتے ہین . لیکن استشہاد مین انکا کوئی شعر یاد نہین آتا تو کہتے ہین :

« یاد کیا آوی . لیٹا ہوا ہون . دمبدم پانو کی ورم کی ٹیس ہوش اوڑانی دیتی ہی . انا للہ وانا الیہ راجعون ! » (۲)

اسی زمانہ مین مرزا تفتہ کو لکھا ہے :

« مین ناتوان بہت ہوگیا ہون . گویا صاحب فراش ہون . کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائی تو اوٹھ بیٹھتا ہون . ورنہ پڑا رہتا ہون . لیٹی لیٹی خط لکھتا ہون . » (۳)

ضعف کی سبب مراسلت مین کمی

لیکن جب بوجہِ پیرانہ سالی میرزا صاحب کا ضعف روز افزون ہونے لگا ، تو مجبوراً مراسلت مین کمی کرنی پڑی . تاہم اس حالت مین یہ کبھی نہوا کہ کسی جوابطلب خط کا جواب ندیا ہو . ہاتھ مین رعشہ اور بینائی مین نقصان آجانے کے بعد اخبارات مین اپنی اس حالت کا اعلان کر کے اربابِ ادب سے التجا کی تھی کہ آیندہ جوابِ خط اور اصلاحِ اشعار سے معاف رکھے جائین . لیکن اسپر بھی برابر خطوط چلے آتے تھے . اس زمانہ مین میرزا صاحب کسی بے تکلف دوست کے منتظر رہتے . جب ایسا دوست آجاتا ، اوس سے جواب لکھا دیتے . ایکبار مرزا شمشاد علی بیگ رضوان نے کوتاہ قلمی کی شکایت کی . اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ہین :

« مرزا ! رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترك ہوتی جاتی ہی . تحریر کا تارك نہین ہون ، بلکہ متروك ہون .... اگر تمہاری خط کا جواب نہ لکھون تو محل ترحم ہی نہ مقام شکایت . » (٤)

اپریل سنہ ۱۸٦٦ ع مین سید احمد حسن مودودی کو لکھتے ہین :

« پیر و مرشد ! آپ کو میری حال کی بھی خبر ہی . ضعف نہایت کو پہنچ گیا . رعشہ پیدا ہو گیا . بینائی مین بڑا فتور پڑا . حواس مختل ہوگئی . جہانتك ہوسکا احباب کی خدمت بجا لایا .

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۰ (۳) ایضاً ، ص ۹٤ (٤) ایضاً ، ص ۳۲۱

اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا ، اور اصلاح دیتا تھا . اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھی ، نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے . کہتے ہین کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کے خدا نے فرض اور پیمبر نے سنت معاف کردی تھی . مین متوقع ہون کہ میری دوست خدمت اصلاح اشعار مجھپر معاف کردین . خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہوسکیگا لکھدیا کرونگا . زیادہ حد ادب . » (۱)

مولوی حبیب اللہ خان ذکا نے کیفیتِ مزاج دریافت کی تو اسپر در افشانی فرماتے ہین :

« تم میری بات پوچھتے ہو . مگر مین کیا لکھون ؟ ہاتھ مین رعشہ . انگلیان کہنے مین نہین . ایک آنکھ کی بینائی زایل . جب کوئی دوست آجاتا ہو ، تو اوس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہون . » (۲)

جون سنہ ۱۸٦۷ ع مین میان داد خان سیاح کو اپنی حالت لکھتے ہوے فرماتے ہین :

« میرا حال اسی سے جانو کہ اب مین خط نہین لکھ سکتا . آگے لیٹے لیٹے لکھتا تھا . اب رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہین ہوسکتا . » (۳)

انہین کو اگست سنہ ٦۷ ع مین لکھا ہے :

« آگے مین لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا . اب وہ بھی نہین ہوسکتا . ہات مین رعشہ . آنکھون مین ضعف بصر . کوئی متصدی میرا نوکر نہین . دوست آشنا کوئی آجاتا ہو تو اوس سے جواب لکھوا دیتا ہون . بھائی ! مین تو اب کوئی دن کا مہمان ہون . اور اخبار والے میرا حال کیا جانین ؟ ہان اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہان کے رہنے والے ہین ، اور مجھسے ملتے رہتے ہین . سو اونکے اخبار مین مین نے اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہے . اور اوس مین مین نے عذر چاہا خطون کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے . اوس پر کسی نے عمل نکیا . ابتک ہر طرف سے خطون کے جواب کا تقاضا اور اشعار اصلاحون کے چلے آتے ہین ، اور مین شرمندہ ہوتا ہون . بوڑھا ، اپاھج ، پورا بہرا ، آدھا اندھا . دنرات پڑا رہتا ہون . » (٤)

نواب میر غلام بابا خان بہادر نے کبھی کبھی اطلاعِ خیریت کی خواہش کی تھی . اونہین ٦ اپریل سنہ ۱۸٦۸ ع کو لکھتے ہین :

« آپ جو فرماتے ہین کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر . آگے اتنی طاقت باقی تھی ، کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا . اب وہ طاقت بھی زائل ہوگئی . ہاتھ مین رعشہ

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً ، ص ٤۰ (۳) ایضاً ، ص ۳۳ (٤) ایضاً ، ص ۲۰

پیدا ہوگیا۔ بینائی ضعیف ہوگئی۔ متصدی نوکر رکھنے کا مقدور نہین۔ عزیزون اور دوستون مین سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو مین مطلب کہتا گیا وہ لکھتے گئے۔» (۱)

سید احمد حسن صاحب کو کسی دوست نے اطلاع دی کہ اب میرزا صاحب کو افاقہ ہے۔ اونھون نے میرزا صاحب سے اسکی تصدیق چاہی۔ اسپر تحریر فرماتے ھین:

«وہ جو آپ نے سنا ھے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ھے سو محض غلط ھے۔ آگے ناتوان تھا۔ اب نیمجان ہون۔ خط نہین لکھ سکتا۔ ایك لڑکے سے یہ چند سطرین لکھوادی ھین۔ جو مین کہتا گیا ہون، وہ غریب لکھتا گیا ھے۔» (۲)

اپنی اس مجبوری کے زمانہ مین میرزا صاحب دوستون اور شاگردون کے خطوط کی طرح اعزہ کے خطوط کا جواب بھی بمشکل دیا کرتے تھے۔ نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے باقر علیخان کامل کو پوتون کی طرح پالا تھا۔ وہ روزگار کی تلاش مین الور گئے۔ دلی مین بیوی اور ایك بچی چھوڑ گئے تھے۔ میرزا صاحب سے امید تھی کہ اپنی اور بہو اور پوتی کی خیریت سے مطلع کرتے رھین گے۔ لیکن میرزا صاحب، جو اب معذور ہوچکے تھے، اونکو بھی تاخیر سے جواب دیتے تھے۔ ایکبار اونھون نے شکایت کی۔ میرزا صاحب نے جواب مین تحریر فرمایا:

«مجھسے جو تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا۔ بھائی! اب میری اونگلیان نکمی ہوگئی ھین، اور بصارت مین بھی ضعف آگیا ھے۔ دو سطرین نہین لکھ سکتا۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوی دھری رہتے ھین۔ جب کوئی دوست آجاتا ھے مین اوس سے جواب لکھوا دیتا ہون۔ پرسون کا تمھارا خط آیا ہوا دھرا تھا۔ اب اسوقت مرزا یوسف علیخان آگئے۔ مین نے اونسے یہ خط لکھوا دیا۔» (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۸ (۲) ایضاً، ص ۲٤٦ (۳) ایضاً، ص ۳۲۱

طباعتِ خطوط

میرزا صاحب کی ممانعت

سب سے پہلے منشی شیو نراین اکبرآبادی اور ہرگوپال تفتہ کو میرزا صاحب کے خطوط کی طباعت کا خیال پیدا ہوا. ان دونون نے علیحدہ علیحدہ میرزا صاحب کو اپنی تجویز سے مطلع کرکے اشاعت کی اجازت چاہی. لیکن اوس عہد تك مراسلت مین انشا پردازی کے تمام اصول و ضوابط کا لحاظ ضروری شمار ہوتا تھا، اور میرزا صاحب کے خیال مین زبانِ اردو کے لئے اس بارِ گران کا تحمل دشوار تھا. چنانچہ ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب کی فرمایشِ اردو کے جواب مین انہون نے یہی لکھدیا تھا، کہ اس زبان مین زورِ قلم صرف کرکے معانیِ نازك پیدا کرنا اور اسطرح اپنا کمالِ انشا ظاہر کرنا مشکل ہے. اس مین گنجایشِ عبارت آرائی کہان جو کوشش کیجائے؟ لہذا مجھے اس خدمت سے معاف رکھا جائے.[1] علاوہ ازین انہون نے اردو مراسلت کاوش پژوہی سے بچنے کیلئے شروع کی تھی، اور اسوجہ سے کبھی قلم سنبھالکر اور دل لگاکر کوئی خط نہ لکھا تھا. ان یارانِ باصفا کی تجویز منظور کرلینے مین خطرہ ہوا کہ کہین کمالِ انشایِ فارسی کے مداح اردو نثر دیکھکر شکوہِ سخنوری پر نکتہ چینی نہ کرنے لگین، اور اردو کا یہ پھیکا پکوان فارسی کی اونچی دوکان کی شہرت پر دھبا نہ لگادے. اسلئے ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع کو منشی شیو نراین اکبرآبادی کو جواباً لکھا:

« اردو کی خطوط جو آپ چھاپا چاہتی هین یه بهی زاید بات هی . کوئی رقعه ایسا هوگا که جو مین نی قلم سنبهالکر اور دل لگاکر لکها هوگا . ورنه صرف تحریر سرسری هی . اوسکی

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۶۳ و ۳۶۶ و ۳۶۷ پر وه خطوط ملاحظه هون جن مین میرزا صاحب نی اردو نثر لکهنی سی انکار کیا هی . اور ساتهه هی اس انکار کی وجوه بهی بتائی هین .

شہرت میری سخنوری کی شکوہ کی منافی ہو ۔ اس سی قطع نظر کیا ضرور ہی کہ ہماری آپس کی معاملات اوروں پر ظاہر ہوں ؟ خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میری خلاف طبع ہو ۔ » (۱)

اسی اثنا مین مرزا تفتہ کا پرزور نیازنامہ آیا ۔ اوسکو پڑھکر ۲۰ نومبر سنہ ۵۸ ع کو ادھر منشی شیو نراین کو لکھا :

« رقعوں کی چھاپی کی باب مین ممانعت لکھ چکا ہون ۔ البتہ اس باب مین میری رای پر تمکو اور مرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہی ۔ » (۱)

اور اوسطرف مرزا تفتہ کی ہٹ کے جواب مین مشفقانہ تحریر کیا :

« رقعات کی چھاپی جانی مین ہماری خوشی نہین ہی ۔ لڑکون کی سی ضد نکرو ۔ اور اگر تمہاری امی مین خوشی ہی تو صاحب مجھ سی نہ پوچھو ۔ تمکو اختیار ہی ۔ یہ امر میری خلاف رای ہی ۔ » (۲)

اسکے بعد ان دونوں نے طباعتِ مکاتیب کے سلسلہ مین کچھ نہین لکھا ۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے ارادۂ طباعت فسخ کردیا تھا ۔

مکتوبات غالب کا پہلا مجموعہ ۔ مہر غالب

اس واقعہ کے دو سال بعد سنہ ۱۲۷۸ ھ (۱۸۶۱ ع) مین چودھری عبد الغفور سرور مارہروی اور منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے میرزا صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر اون خطوط کی طباعت کا تہیا کیا ، جو سرور کے نام میرزا صاحب نے لکھے تھے ۔ ترتیب کا کام سرور کے سپرد ھوا اور طباعت کا ذمہ ، ممتاز علیخان نے لیا ۔ مجموعہ کا سرور نے «مہرِ غالب» نام رکھا اور اوسکے دیباچہ مین لکھا :(۳)

« ارباب علوم کو معلوم ہو کہ مین انکسار ظہور ، عبدالغفور متخلص بہ سرور ، مارہروی بدو شعور سی اہل سخن کا طالب اور صاحب کمال کا خواہان تھا ۔ جب کلام بلاغت نظام رشک صائب ، فخر طالب ، جناب اسد اللہ خان صاحب غالب کا دیکھا ، دل کو بھایا ۔ یکتا پایا ۔ ترسیل

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۶۱ (۲) ایضاً ص ۱۰۵

(۳) اگرچہ سرور نی سنہ ۱۸۶۱ ع مین میرزا صاحب کی خطوط مرتب کرلیی تھی ۔ لیکن دیباچہ لکھنی کی نوبت سنہ ۱۸۶۳ ع مین آئی ، جب کہ کتاب پریس کو جا رہی تھی ۔ اسلئی کہ عود ہندی (ص ۴۷) مین میرزا صاحب کا ایک خط اس دیباچہ کی تعریف مین درج ہی ، جو اسلئی سنہ ۱۸۶۳ ع کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہو کہ اس مین میرزا صاحب نی ماقبل مکتوب کا حوالہ دیا ہو ، اور ماقبل کا خط کثرت بثور و اورام کی داستان پر مشتمل ہو ، جو سنہ مذکورہ کا واقعہ ہو ۔

مراسلات مین قدم بڑھایا . ہر کتابت کا جواب آیا . .... جو نامہ کہ بنام میری بعبارت اردو تحریر کیا ، مکتوب سادہ رویون سی دلربا تر ، اور ہر سطر اوسکی سلسلہ مویون سی تاب فرسا زیادہ ہو . جس آنکھ نی دیکھا وہ بینا ہی . جس کان نی سنا وہ شنوا ہو . پس تنہا متلذذ ہونا اور آپ ہی آپ مزہ اوٹھانا خلاف انصاف جانا . دل مایل تمام بشہرت عام ہوا . اور ہنوز یہ قصد ناتمام تھا ، کہ بحسن اتفاق فخر زمان ، وحید دوران ، جناب ممتاز علیخانصاحب متوطن میرٹھ ... رونق افزای مارہرہ ہوی ... ایک روز محفل ممدوح مین ذکر ہمہ دانی و شیوہ بیانی جناب استادی و مخدومی درمیان آیا . ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جانفزا اور شمیم دلکشا ہو . فارسی کا کیا کہنا ! اردو بھی یکتا ہی . نظم و نثر فارسی تو محلی بحلیۂ انطباع ہوا . لیکن نثر اردو زیور طبع سی عاری رہا . اگر وہ خطوط کہ بنام تمہاری آئی اور تم نی سنائی ہین جمع کرو تو مین اوسکی انطباع کا بیڑا اوٹھاتا ہون . اس تقریر سی نسیم تاثیر نی غنچۂ دل کھلایا . منشای خاطر ظہور مین آیا . وہ مکتوب کہ بنام میری آئی تھی ترتیب دیئی . گویا جواہر بی بہا کان قلمدان سی نکالکر کشتیء اوراق مین جمع کئی . چونکہ محبت جناب غالب میری حال پر بہت غالب ہو ، لہذا نام اس انشا کا « مہر غالب » (بکسر میم) مناسب ہو . سال ختم تالیف بھی اس نام سی مطابق پایا . » (۱)

یہ تجویز پاس ہوگئی اور منشی ممتاز علی خان صاحب میرٹھ چلے آئے . لیکن ابھی طباعت شروع نہوئی تھی کہ اونھین خیال پیدا ہوا کہ میرزا صاحب کے مزید رقعات تلاش کر کے اس مجموعہ مین شامل کئے جائین . اس خیال کی تکمیل مین قدرت نے امداد کی اور اونھین ایک اور مجموعہ کا پتہ چلا ، جو میرزا صاحب کے علم و امداد سے مرتب کیا جا رہا تھا .

مکاتیب غالب کا دوسرا مجموعہ

یہ مجموعہ منشی غلام غوث خان بہادر بیخبر مرتب کر رہے تھے . انھون نے اپنے ارادہ کی اطلاع میرزا صاحب کو پہلے سے دیدی تھی ، اور یہ خواہش کی تھی ، کہ اون تمام خطون کی نقول بھی مہیا کردین ، جو دوسرے احباب اور شاگردون کے نام لکھے گئے ہین . میرزا صاحب نے اس التماس کو قبول کرلیا تھا . لیکن اوسوقت تک اونکا یہ خیال تھا کہ صرف وہ خط مرتب کیے جائین ، جن مین کوئی ادبی خوبی ہو . روزمرہ

(۱) عود ہندی ، ص ۵ و ۶ .

کی نجی ضروریات پر مشتمل خطون کو خارج کردیا جائے . اسلئے بیخبر کو جواب مین لکھا تھا :

« آپ کو معلوم رهی که منشی حبیب الله ذکا اور نواب مصطفی خان حسرتی کو کبھی اردو خط نهین لکھا . هان ذکا کو غزل اصلاحی کی هر شعر کی تحت مین منشاء اصلاح سی آگهی دیجاتی هی . نوابصاحب کو یون لکھا جاتا هی : « کہار آیا . خط لایا . آم پهنچی . کچھ بانٹی . کچھ کهائی . بچون کو دعا . بچون کی بندگی . مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام » . یه تحریر اس هفته مین گئی هی . غرضکه عامیانه لکھنا اختیار کیا هی . اب یه عبارت جو تمکو لکھ رها هون یه لایق شمول مجموعهٔ نثر اردو کهان هی ؟ یقین جانتا هون که ایسی نثرون کو آپ خود نه درج کرین گی . » (۱)

اسی زمانه مین مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ کو ایک خط لکھا تھا . اوسکی نقل بیخبر کو روانه کرتے هوے تمہیداً تحریر کرتے هین :

« پیر و مرشد ! کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر هین کلکته مین . مولوی عبد الغفور خان اونکا نام اور نساخ اونکا تخلص هی . میری اونکی ملاقات نهین . اونهون نی اپنا دیوان چهاپی کا موسوم به « دفتر بیمثال » مجکو بهیجا . اوسکی رسید مین یه خط مین نی اونکو لکھا . چونکه یه خط مجموعهٔ نثر اردو کی لایق هی ، آپ کی پاس ارسال کرتا هون . » (۲)

لیکن ان نجی خطون کی موجودگی سے معلوم هوتا هے که بیخبر نے اونکے اس مشوره کو نه مانا ، اور هر قسم کے خط شاملِ مجموعه کرلیئے .

مقام طباعت

میرزا صاحب کا خیال تھا که بیخبر اس مجموعه کو اله آباد مین ، جہان وه مقیم تھے ، طبع کرائینگے . اسلئے ایک انگریز کے استفسار کے سلسله مین بیخبر کو لکھا :

« جناب کیمس صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجکو آیا . کچھ اردو زبان کی ظهور کا حال پوچھا تھا . اوسکا جواب لکھ بهیجا . نظم و نثر اردو طلب کی تھی . مجموعهٔ نظم بهیجدیا . نثر کی باب مین تمهارا نام نهین لکھا . مگر یه لکھا که اله آباد مین وه مجموعه چھاپا جاتا هی . بعد انطباع و حصول اطلاع وهان سی منگا کر بهیجدونگا . » (۳)

---

(۱) عود هندی ، ص ۱۷٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۲۵ (۳) ایضاً ، ص ۱۷۵

مگر بیخبر نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوے لکھا کہ منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے اپنے مطبع مین طباعت کا اہتمام کیا ھے۔ میرزا صاحب ان بزرگ سے واقف تھے، اسلئے بیخبر کی اس خبر پر اطمینان ظاہر کیا، اور جب بیخبر نے دوبارہ اونکا ذکر کیا تو تحریر فرمایا:

«حضرت پیر و مرشد! اس سے آگے آپکو لکھ چکا ہون کہ منشی ممتاز علیخان صاحب سے میری ملاقات ہو، اور وہ میری دوست ھین.» (۱)

طباعت مین تاخیر

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے مکاتیب کی جمع و ترتیب کا کام سنہ ٦۱ ع مین شروع کیا۔ میرزا صاحب کے مکتوب الیہم مین سے جو بزرگ خود اونکے دوست تھے اونسے براہِ راست، اور جنکی خدمت مین خود نیاز حاصل نہ تھا اونسے بتوسطِ غالب خطوط کی نقلین مہیا کین، اور سنہ ٦٥ ع مین یہ سلسلہ ختم کردیا۔ لیکن میرزا صاحب نے، جو سنہ ٦۳ ع کے بعد سے طباعت کا انتظار کرنے لگے تھے، آخرِ کار مجبور ہوکر تقاضا شروع کردیا۔ چنانچہ ایك خط کے آخر مین بیخبر کو لکھا ھے:

«اور ہان حضرت! وہ مجموعہ چھپےگا بالفتح یا چھپےگا بالضم۔ چھپ چکا ہو تو حق التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ہمت اقتضا کرے فقیر کو بھیجنی.» (۲)

احباب کے تقاضے

اس مجموعہ کی ترتیب مین مختلف اصحاب کے پاس سے خطوط کی نقلین منگائی گئی تھین۔ اسلئے پبلك مین کافی شہرت ہوچکی تھی۔ جب اشاعت مین زیادہ تاخیر ہوگئی تو میرزا صاحب کے پاس تقاضے کے خطوط آنے لگے۔ ان تقاضون سے پریشان ہوکر میرزا صاحب نے ۷ مارچ سنہ ۱۸٦٤ ع کو بیخبر کے نام حسبِ ذیل خط لکھا:

«ہان حضرت! کہیے۔ منشی ممتاز علیخان کی سعی بھی مشکور ہوگی؟ وہ مجموعۂ اردو

---

(۱) عود ہندی، ص ۱۳۸ (۲) ایضاً، ص ۱۲۵

چھپیگا یا چھپا ہی رہیگا؟ احباب اوسکو طالب ہین۔ بلکہ بعض نے طلب کو بسرحد تقاضا پہنچا دیا ہو۔» (۱)

پنجاب احاطے کی مانگ

ان تقاضا کرنیوالے احباب مین سب سے زیادہ حصہ زندہ دلانِ پنجاب نے لیا تھا۔ ان سے مجبور ہوکر میرزا صاحب نے منشی ممتاز علیخان صاحب کو ملزم ٹھہراتے ہوئے بیخبر کو تحریر کیا:

«اجی حضرت! یہ منشی ممتاز علیخان کیا کر رہی ہین؟ رقعی جمع کئی اور نہ چھپوائی۔ فی الحال پنجاب احاطہ مین اونکی بڑی خواہش ہو۔ جانتا ہون کہ وہ آپکو کہان ملینگی جو آپ اون سی کہین۔ مگر یہ تو حضرت کی اختیار مین ہو کہ جتنی میری خطوط آپکو پہنچی ہین وہ سب یا اون سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجکو بھیجدین۔ جی یون چاہتا ہو کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو۔» (۲)

میرزا صاحب کا دیباچہ

غالباً اس کے جواب مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ مجموعۂ نثرِ اردو کیلئے دیباچہ لکھکر روانا فرمائین تو کتاب پریس کو بھیجی جائے۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے تحریر کیا:

«مین صاحب فراش ہون۔ اوٹھنا بیٹھنا ناممکن ہو۔ خطوط لیٹی لیٹی لکھتا ہون۔ اس حال مین دیباچہ کیا لکھون؟» (۳)

بیخبر نے اسکے بعد بھی دیباچہ لکھنے کی درخواست کی تو اونہین ظریفانہ انداز مین لکھا:

«بندہ پرور! اگر ایک بندۂ قدیم، کہ عمر بھر فرمان پزیر رہا ہو، بڑھاپی مین ایک حکم بجا نہ لاوی تو مجرم نہین ہو جاتا۔ مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میری لکھی ہوی دیباچہ پر موقوف ہو، تو اوس مجموعہ کا چھپ جانا بالفتح مین نہین چاہتا، بلکہ چھپ جانا بالضم چاہتا ہون۔ سعدی علیہ الرحمہ فرماتی ہین:

رسم است کہ مالکان تحریر * آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اوسی گروہ یعنی مالکان تحریر مین سی ہین۔ پھر اس شعر پر عمل کیون نہین کرتی؟» (٤)

---

(۱) عود ہندی، ص ۱۲٤ (۲) ایضاً، ص ۱۳۵ (۳) ایضاً، ص ۱۳۸ (٤) ایضاً، ص ۱۲۷

عود ہندی

خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر نے میرزا صاحب کا عذر تسلیم کرکے اپنے جمع کردہ خطوط منشی ممتاز علیخان صاحب کے پاس بهیجدیے۔ منشی صاحب نے چودهری عبـد الغفور سرور اور خواجه صاحب کے مجموعهای مکاتیب کو یکجا کرکے «عودِ هندی» نام رکها، اور خود دیبـاچه لکهکر جمع و ترتیب مین سعی کرنیوالے اصحاب کی محنت کی اسطرح داد دی:

"... نجم الدوله اسد الله خان بهادر غالب، جنکی ذات باکمالات محتاج تعریف نهین ... سارا هند اونهین جانتا هو. ایران تك اونکی جادو بیانی کا چرچا هو. مجهی مدت سی اسکا خیال تها که فارسی تصنیفین تو اونکی بہت مرتب هوئین، اور چهاپی گئین. ... مگر کلام اردو نی سوای ایك دیوان کی ترتیب نپائی. یه دولت ارباب شوق کی هاته نه آئی. حالانکه نثر اردو اونکی اورون کی فارسی سی هزار درجه بہتر هو. یه سلاست بیان، یه شستگی زبان، روزمره کی صفائی، اداؤن کی شوخی، کسی کو کب میسر هو؟ اوسی بهی ترتیب دیجئے. قدر دانون پر احسان کیجئے. میری عنایت فرما اور مرزا صاحب کی شاگرد یکتا چودهری عبد الغفور صاحب سرور تخلص سی یه ذکر آیا، تو اونهون نی جتنی خطوط مرزا صاحب کی اونکی نام آئی تهی، سب کو ایك جا کرکی اور اوسپر ایك دیباچه لکهکی، وه مجموعه عنایت کیا. عرصه تك سرگرم تلاش رها. جابجا سی اور تحریرین مرزا صاحب کی بهم پهچائین. بڑی محنت اوٹهائی، تب تمنا برآئی، اور مجموعـه مرتب هوا. آج پورا اپنا مطلب هوا."

خواجه غلام غوث خانصاحب بهادر بیخبر تخلص، جو نواب معلی القـاب لفٹنٹ گورنر بهادر ممالك مغربی و شمـالی کی میر منشی اور میری مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کی مخلص با اختصاص هین، اس تلاش مین میری معین اور مددگار رهی. بہت کچه ذخیره اونکی بدولت بهم پهنچا.

اس کتاب کی دو فصل اور ایك خاتمه هو. پهلی فصل مین چودهری صاحب کی مرتب کیی هوی خطوط اور اونکا لکها هوا دیباچه، دوسری فصل مین میری جمع کیی هوی رقعات، اور خاتمه مین چند نثرین هین، جو جناب غالب نی اورون کی کتابون پر تحریر فرمائی هین. «عود هندی» اس کتاب کا نام هو.»(۱)

عود هندی کا سال طباعت

عودِ هندی کا یه اڈیشن منشی ممتاز علیخان نے اپنے مطبعِ مجتبائی واقع

(۱) عود هندی، ص ۲ و ۳

شہرِ میرٹھ مین طبع کیا ۔ کتاب ۱۸۸ صفحون پر تمام ہوئی ۔ خاتمہ حکیم غلام مولانا قلق میرٹھی نے لکھا ۔ آخر مین چار تاریخی قطعے اضافہ کیے گئے ۔ ان مین ایک قلق کا ، ایک اونکے شاگرد منشی عبد الحکیم محو میرٹھی کا ، اور بقیہ دو غالباً خود منشی ممتاز علیخان صاحب کے ھین ۔

ان قطعات سے معلوم ہوتا ھے کہ سنہ ۱۲۸۵ ھجری مین طباعت پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔ آخری صفحے کے نچلے گوشہ مین ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ ھجری درج ھے ، جس سے تاریخ و ماہ بھی متعین ہو جاتے ھین ۔

میور صاحب کی نذر

آخری قطعہ کے مطالعہ سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوتی ھے ، کہ منشی ممتاز علیخان نے میور صاحب (غالباً سر ولیم میور گورنرِ ممالک مغربی و شمالی) کی خدمت مین عود کا مطبوعہ نسخہ نذر گزرانا تھا ۔ سر ولیم میور علومِ مشرقیہ کے عالم تھے ۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے ، جو عودِ ھندی کی جمع و ترتیب مین برابر کے شریک تھے ، طابع کو مشورہ دیا ہوگا کہ مطبوعہ نسخہ صوبہ کے اعلی حاکم کے نام معنون کرکے اوسکے نشر و اشاعت کی تکمیل پر مہرِ توثیق ثبت کرین ۔ اوس زمانہ مین اردو زبان مین ایسی نادر کتابین معدودے چند شایع ہوئی تھین ۔ گورمنٹ بعض سیاسی مصالح کے ماتحت نئی مفید کتابون کی اشاعت مین انعام کے نام سے یا امدادِ طبع کہکر اخراجات کا بار اوٹھا لیا کرتی تھی ۔ اسلئے بعید نہین کہ منشی صاحب کو بھی کچھ روپیہ ملگیا ہو ۔

میرزا صاحب کا حق تصنیف

ایکبار میرزا صاحب نے کتاب کی فوری اشاعت کا تقاضا کرتے ہوے بیخبر کو لکھا تھا :

« اور ھان حضرت ! وہ مجموعہ چھپیگا بالفتح یا چھپیگا بالضم ۔ چھپ چکا ہو تو حق

التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ہمت اقتضا کری فقیر کو بھیجیں ۔ » (۱)

یہ امر یقینی ہے کہ عودِ ہندی میرزا صاحب کی زندگی مین شایع ہوئی ۔ اسلئے بظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے حق التصنیف حاصل کیا ہوگا ۔ لیکن اونکے مکاتیب مین اسکی طباعت یا حق التصنیف کے نسخون کی وصولیابی کا مطلق ذکر نہین پایا جاتا ۔ بنابرین اس بارہ مین کسی قطعی رای کا اظہار غیرِ مناسب ہے ۔

عود کی رقعات کی تعداد

عودِ ہندی کے کل رقعات کی تعداد ۱۶۲ ہے ۔ ان مین ۲۵ چودھری عبد الغفور سرور کے نام ، ۲ صاحبعالم مارہروی کے نام ، ۲ شاہ عالم مارہروی کے نام ، ۲۰ نواب انور الدولہ بہادر شفق کے نام ، ۲ یوسف علیخان عزیز کے نام ، ۳۱ میر مہدی مجروح کے نام ، ۱ میر سرفراز حسین کے نام ، ۱ میرزا علاء الدینخان بہادر علائی کے نام ، ۱ مرزا تفتہ کے نام ، ۱۸ مرزا حاتم علی مہر کے نام ، ۲۵ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے نام ، ۱ مولوی عبد الغفور خان نساخ کے نام ، ۱ ظہیر الدینخان کیطرف سے اونکے چچا کے نام ، ۱ نواب مصطفی خان شیفتہ کے نام ، ۱ نواب مردان علیخان رعنا کے نام ، ۱ مرزا رحیم بیگ کے نام ، ۱۰ مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام ، ۱۵ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام ، ۱ مولوی عزیز الدین کے نام ، ۱ سید محمد عباس صاحب کے نام اور ۱ منشی غلام بسم اللہ صاحب کے نام ہے ۔

ان خطوط کے علاوہ دو تقریظین ، مرزا حاتم علی مہر کی مثنوی کی تقریظ اور رجب علی بیگ سرور کی گلزار سرور کی تقریظ ، اور تین دیباچے ، حدایق الانظار کا دیباچہ ، قواعدِ تذکیر و تانیث کا دیباچہ ، اور مرزا کلب حسین خان بہادر کے مجموعۂ قصاید کا دیباچہ بھی کتاب مین شامل ہین ۔ نیز

(۱) عود ہندی ، ص ۱۲۵

ایك خط بیخبر کا بھی درج کیا گیا ھے ، جو میرزا صاحب کے خط کا جواب تھا اور اپنی ادبی خوبیون کی وجہ سے منشی ممتاز علیخان بہادر کی نظر مین شاملِ مجموعہ ہونے کے قابل تھا .

مکاتیب غالب کا تیسرا مجموعہ

ابھی عودِ ھندی طبع ہونے نہ پائی تھی ، کہ اطرافِ ھند سے میرزا صاحب کے مجموعۂ خطوط کی مانگ شروع ہوگئی . میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر کو اونکے مرتب کردہ مجموعہ کی طباعت کے متعلق بار بار لکھا . لیکن جب سال پر سال گزرنے لگا اور کسی طرح کتاب نہ چھپی ، تو انھین اوسکی طباعت کی طرف سے مایوسی ہوگئی . احبابِ دھلی نے یہ دیکھ کر ، کہ میرٹھ اس ادبی انقلاب مین پہلا قدم اوٹھانے سے قاصر نظر آتا ھے ، تہیا کیا کہ اس شرف کو خود حاصل کرین ، اور مالكِ اکمل المطابع دھلی کو اخراجاتِ طباعت برداشت کرنے پر آمادہ کرلیا . اب خطوط کی فراھمی کا مسئلہ باقی رھتا تھا . وہ اسطرح حل ہوگیا کہ خود میرزا صاحب ، جو اپنی انشا کی حقیقی قدر و قیمت اور بازاری مانگ سے باخبر ہوچکے تھے ، اس مین ھاتھ بٹانے کیلئے تیار ہوگئے . چنانچہ چارون طرف اصلِ خطوط یا اونکے نقول کی طلب مین خطوط لکھے گئے ، اور رفتہ رفتہ کافی ذخیرہ فراھم ہوگیا . اس سلسلہ مین خود میرزا صاحب نے جن احباب کو لکھا اون مین سے نواب علاء الدین خان بہادر علائی کے متعلق دستاویزی ثبوت موجود ھے . بقیہ اصحاب نے میرزا صاحب کے تقاضائی خطوط کی نقلین نہین بھیجین . اسلئے کچھ نہین کہا جاسکتا کہ وہ کون بزرگ تھے جنھین خود میرزا صاحب نے ارسالِ نقول کیلئے لکھا تھا .

نواب علاء الدین خان بہادر کو سب سے پہلا خطوط طلب مکتوب اونکے لوھارو پہنچنے کے بعد لکھا ھے . فرماتے ھین :

«مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع مین چند احباب میری مسودات اردو کے جمع کرنے پر اور اوسکے چھپوانے پر آمادہ ہوے ہین. مجھسے مسودات مانگے ہین، اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کیے ہین. مین مسودہ نہین رکھتا. جو لکھا وہ جہان بھیجنا ہو وہان بھیجدیا. یقین ہے کہ خط میرے تمہارے پاس بہت ہونگے. اگر اونکا ایك پارسل بناکر بسبیل ڈاك بھیجدوگے، یا آج کل مین کوئی ادھر آنیوالا ہو اوسکو دیدوگے، تو موجب میری خوشی کا ہوگا، اور مین ایسا جانتا ہون که اوسکے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہوگے.» (۱)

نواب علاء الدین خان بہادر نے اس خواہش کی تکمیل مین پس و پیش کیا. میرزا صاحب نے سمجھا کہ غالباً نواب صاحب نجی معاملات کی اشاعت کے خیال سے گریز کررہے ہین. اگرچہ کچھ عرصہ قبل خود میرزا صاحب نے تفتہ کو یہ کہکر اشاعتِ خطوط سے روکا تھا کہ نجی واقعات کو منظرِ عام پر لانا کیا ضرور ہے؟ لیکن اب اونکا ادبی عقیدہ بدل چکا تھا. چنانچہ نواب صاحب کے اس خیال کی تردید مین تحریر کیا:

«میرے خطوط اردو کے ارسال کے باب مین جو کچھ تمنے لکھا تمہاری حسن طبع پر تم سے بعید تھا. مین سخت بیمزہ ہوا. اگر بیمزگی کے وجوہ لکھون تو شاید ایك تختۂ کاغذ سیاہ کرنا پڑے. اب ایك بات موجز و مختصر لکھتا ہون. سنو بھائی! اگر اون خطوط کا تمکو اخفا منظور ہو، اور شہرت تمہاری منافی طبع ہو، تو ہرگز نہ بھیجو. قصہ تمام ہوا. اور اگر اونکے تلف ہونے کا اندیشہ ہے، تو میری دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو، اور کسی متصدی سے نقل اوترواکر، چاہو کسی کے ہاتھ چاہو بسبیل پارسل، ارسال کرو، لیکن جلد. خدا کے واسطے! کہین غصہ مین آکر «عطای تو بلقای تو» کہکر اصل خطوط نہ بھیجدینا، کہ یہ امر میرے مخالف مقصود ہے.» (۲)

معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کے بعد بھی علائی نے ارسالِ نقول مین توقف کیا تھا؛ مگر میرزا صاحب نے پھر اس کے متعلق کچھ نہ لکھا، اور جب اونھون نے اصلِ خطوط بھیجکر میرزا صاحب کے ترکِ طلب کا سبب دریافت کیا، تو صبح شنبہ ۳۰ مئی سنہ ۱۸۶۳ع کو از راہِ معذرت لکھا:

«لاموجود الا اللہ. اوس خدا کی قسم! جسکو مین نے ایسا مانا ہے، اور اوسکے سوا کسی کو موجود نہین جانا ہے، کہ خطوط کے ارسال کو مکرر نہ لکھنا از راہ ملال

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹۸ (۲) ایضاً، ص ٤۲۳

نه تها . طالب کی ذوق کو سست پاکر مین متوقف هوگیا . متوسط ایك جلیل القدر آدمی اور طـالب کتب کا سوداگر هی . اپنا نفع نقصان سونچیگا . لاگت بچت کو جانچیگا . مین متوسط کو مهتمم سمجها تها ، اور یه خیال کیا تها که یه چهپوائیگا . ۳۰ رقعی ایك جگه سی لیکر اونکو بهیجی . اوسکی رسید مین تقریباً اونهون نی طلب رقعات به تکلیف سوداگر لکهی ، اور اوس سوداگر کو مفقود الخبر لکها . ظاهرا کتابین لیکر کهین گیـا هوگا . (یا) کتابین لینی گیا هوگا . یه ۲۳ لفـافی اور ۳٤ خط بدستور میری بکس مین موجود و محفوظ رهین گی . اگر متوسط بتقاضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلین اوسکو اور اصل تمکو بهیجدونگا . ورنه تمهاری بهیجی هوی کاغذ تمکو پهنچ جائینگی . » (۱)

غالباً اس خط کی روانگی کے بعـــد هی مهتمم ِ طبع نے خطوط کی نقلین حاصل کرلین . میرزا صاحب یکشنبه ۳۰ محرم الحرام سنه ۱۲۸۰ ھ مطابق ۲۱ جون سنه ۱۸٦۳ ع کو اصلِ خطوط واپس کرکے لکھتے ھین :

« میری جان ! مرزا علی حسین خان آئی اور مجهسی ملی . مین نی خطوط مرسله تمهاری یکمشت اونکو دیی . اب تمهاری پاس بهیجنی کا اونکو اختیار هی . رسید کا البته مجهی انتظار هی . » (۲)

اردوی معلی

مکاتیب کا یه تیسرا مجموعه « اردویِ معلی » کے اسم سے موسوم ھوا . میر مهدی مجروح نے اسکا دیباچه اور میرزا قربان علی بیگ سالك نے خاتمـه لکھا . کتاب دو حصون مین منقسم ھوئی . « پهلے حصه مین صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے . تا طلبایِ مدرسه فائده اوٹهائین . دوسرے حصے مین مطالبِ مشکله کی تحریر اور تقریظ وغیره لکهی » . [۳] لیکن غالباً پهلی بار صرف حصۂ اول شایع ھوسکا . اس لئے که کتب خانۂ عالیـۂ رامپور مین جو نسخه موجود ھے وه مکمل ھوتے ھوے صرف حصۂ اول پر مشتمل ھے .

اردوی معلی کا سال طباعت

بظـاهر یه یقین کرنے کے تمـام وجوه موجود تھے که مکاتیب کا یه مجموعه جلد از جلد شایع ھوگا . لیکن قدرت نے اس ادبی انقلاب کی اولیت کا شرف میرٹھ ھی کو ودیعت کیـا تھا . عودِ ھندی ۱۰ رجب سنه ۱۲۸۵ ھ

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۲۸ (۲) ایضاً ، ص ٤۰۸ (۳) ایضاً ، ص ٥

کو شایع ہوگئی ، اور اردوی معلی کو یہ دن بھی نصیب نہوا کہ اپنے خالقِ مجازی کا دیدار کرلیتا . اسلئے کہ حسبِ تصریحِ خاتمۂ طبع یہ مجموعہ جمعہ کے دن ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ھ مطابق ٦ مارچ سنہ ۱۸٦۹ع کو چھپ کر تیار ہوا،[1] اور میرزا صاحب نے ۲ ذیقعدہ سنۂ مذکور کو وفات پائی . اس حساب سے اونکے انتقال سے ۱۹ دن کے بعد کتاب تمام ہوئی . سالك نے سالِ طبع لکھا :

کیا کہون ! کچھ کہا نہین جاتا ☆ لب پہ نالون کا ازدحام ہوا
صدمۂ مرگِ حضرتِ غالب ☆ سببِ رنجِ خاص و عام ہوا
ہے یہی سالِ طبع و سالِ وفات ☆ «آج اونکا سخن تمام ہوا»
۱۲۸۵

مقام طباعت اور حق تصنیف

اردوی معلی دلی کے مطبعِ اکمل المطابع مین طبع ہوا . حکیم غلام رضا خان اس کے مالك ، میر فخر الدین مہتمم ، اور لاله بہاری لعل منشی تھے .[2]

کتاب کے آخر مین ایك اعلان شایع ہوا کہ اسکا حقِ تصنیف میرزا صاحب نے حکیم غلام رضا خان صاحب کو عطا کردیا ہے ، اور ایك رقعہ بطورِ سند لکھدیا ہے . لهذا کوئی صاحب حکیم صاحب کی بلا اجازت رقعات چھاپنے کا قصد نکرین . اسکے بعد میرزا صاحب کی حسبِ ذیل تحریر چھپی :

« پیکر بی روح و روان فقیر اسد الله خان غالب تخلص ہیچمدان کہتا ہی اور لکھدیتا ہو کہ یہ جو اردوی معلی تصنیف فقیر مطبع اکمل المطابع دہلی مین چھاپا ہوا ، سو مین نی از راہ فرط محبت اپنا حق تالیف نور چشم اقبالنشان حکیم (غلام) رضا خان کو بخشدیا ہی اور اوس حق کو خاص اونکا حق کیا . اب اور کوئی صاحب اگر مالك اکمل المطابع حکیم (غلام) رضا خان کی بی اطلاع اردوی معلی کی چھاپنی کا قصد کرین گی تو مواخذہ می محفوظ نرہین گی . اور فوراً حسب منشاء قانون بستم ، سنہ ۱۸٤۷ع سزا پائینگی . (مہر نجم الدولہ دبیر الملك اسد الله خان بہادر نظام جنگ ۱۲٦۷) » (۳)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۵۸ (۲) ایضاً ، ص ۵ و ٤۱٤ (۳) ایضاً ، ص ٤٦٤
ث — مکاتیب غالب

اردوی معلی کا پہلا ایڈیشن

اردوئ معلی حصۂ اول کا پہلا ایڈیشن ٤٦٤ صفحات پر مشتمل ھے. ان مین ٥ صفحے میر مہدی مجروح کے دیباچہ کے ھین. پانچوین صفحے کی پندرھوین سطر سے خطوط شروع ھوکر صفحۂ ٤٥٨ کی تیرھوین سطر پر ختم ھوتے ھین، اور باقی چار سطرین خاتمۃ الطبع پر مشتمل ھین. صفحۂ ٤٥٩ سے ٤٦١ کی ساتوین سطر تک میرزا قربان علی بیگ سالك کا خاتمہ ھے. اسکے بعد منشی جواھر سنگھ جوھر کی تاریخِ طبع ھے، اور پھر اسی صفحہ کی گیارھوین سطر سے صفحۂ ٤٦٤ کی تیرھوین سطر تك تصحیحِ اغلاط کا نقشہ دیا ھوا ھے. بعد ازان میرزا صاحب کا اعلانِ عطیۂ حقِ تالیف ھے. شروع مین زرد رنگ کا ٹائٹل پیج ھے. یہ میرزا صاحب کی زندگی ھی مین چھپ گیا تھا. اسلئے اس مین اونھین مرحوم نہین لکھا گیا ھے.

رقعات کی تعداد

اردوئ معلی کے اس ایڈیشن کے رقعات کی کل تعداد ٤٧٢ ھے. ان مین ١٠ نواب میر غلام بابا خان بہادر کے نام، ٢٩ منشی میان داد خان سیاح کے نام، ١٠ منشی حبیب اللہ خان ذکا کے نام، ٨٩ منشی ھرگوپال تفتہ کے نام، ٣ شاھزادہ بشیر الدین صاحب بہادر کے نام، ٥ سید بدرالدین المعروف بفقیر کے نام، ١٦ چودھری عبدالغفور سرور مارھروی کے نام، ٢ میر سرفراز حسین صاحب کے نام، ٤٣ میر مہدی مجروح کے نام، ٢ شاہ عالم صاحب کے نام، ٢ صاحب عالم صاحب کے نام، ١ مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ کے نام، ١ مرزا یوسف علیخان عزیز کے نام، ١١ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام، ٢ مردان علیخان رعنا مراد آبادی کے نام، ٢ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام، ١ مولوی عزیزالدین صاحب کے نام، ١ مفتی سید عباس صاحب کے نام، ٢٣ عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان صاحب کے نام، ١ حکیم ظہیر الدین

احمد خان کے نام، ۱ نجم الدین حیدر خان کے نام، ۵ نواب میر ابراهیم علیخان بهادر وفا کے نام، ۲ مولوی احمد حسن صاحب قنوجی کے نام، ۱۱ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام، ۱ تفضل حسین خان کے نام، ۱۸ مرزا حاتم علی مهر کے نام، ۲ منشی نبی بخش صاحب کے نام، ۱ منشی عبداللطیف ابن منشی نبی بخش کے نام، ۱٤ خواجه غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص به بیخبر کے نام، ۱ نواب ضیاءالدین احمد خانصاحب بهادر نیر کے نام، ۷ مرزا شهاب الدین احمد خانصاحب کے نام، ۱۹ نواب انور الدوله سعدالدین خانصاحب شفق کے نام، ۳ میر افضل علی عرف میرنصاحب کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ سالك کے نام، ۲ مرزا شمشاد علی بیگ خانصاحب رضوان کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ صاحب کامل کے نام، ٤ ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب کے نام، ۱۲ یوسف مرزا صاحب کے نام، ۳۳ منشی شیونراین کے نام، ۲ بابو هرگوبند سهای صاحب کے نام، ٦ نواب امین الدین احمد خان بهادر رئیسِ لوهارو کے نام، ٥٦ مرزا علاءالدین احمد خانصاحب بهادر علائی کے نام، ۱ مرزا امیرالدین احمد خان عرف فرخ مرزا کے نام، ۲ میر احمد حسین میکش کے نام، ۱ حکیم غلام مرتضی خان کے نام، ۱ حکیم غلام رضا خان کے نام، ۳ ماسٹر پیارے لال صاحب کے نام، ۲ منشی جواهر سنگھ جوهر کے نام، ۱ منشی هیرا سنگھ کے نام، اور ۲ منشی بهاری لال مشتاق کے نام هین۔

اردوی معلی حصهٔ دوم

غالباً میرزا صاحب کے یکایك انتقال کے صدمه نے مهتممینِ اشاعتِ اردویِ معلی کو حصهٔ دوم کی ترتیب و طباعت کیطرف سے برداشته خاطر کردیا، اور یه حصه دیباچه کے وعده کے باوجود شایع نهوسکا۔

ت — الف

سنه ۱۸۹۹ع مین مولوی عبد الاحد مرحوم، مالكِ مطبعِ مجتبائی دهلی، نے اردوی معلی کی اشاعت کا ارادہ کیا. خواجه الطاف حسین حالی مرحوم نے حصۂ دوم کیلئے کچھ مواد عطا فرمایا، جو مهتممِ طباعت نے حصۂ دوم کے نام سے آخر مین شامل کردیا. خود عبد الاحد مرحوم کے الفاظ مین «اس حصه مین خاصکر وہ رقعات هین جن مین انهون نے (میرزا صاحب نے) لوگون کو اصلاحین دی هین، یا شاعری کے متعلق کوئی هدایت کی هے، یا کوئی نکته بتایا هے، اور بعض کتابون کے دیباچے اور ریویو بهی هین».

چونکه میر مهدی مجروح نے بهی تقریباً اسی قسم کے خطوط مرتب کرنے کا وعدہ کیا تها، اسلئے کہا جاسکتا هے که موجودہ حصۂ دوم نے اونکے ارادہ کی تکمیل کردی. لیکن جهان تك مواد کا تعلق هے اغلب یه هے که میر مهدی مجروح کا ذخیرہ خواجه صاحب کو نہین ملا. ورنه مولوی عبد الاحد مرحوم اسکا ذکر کرتے.

مجتبائی ایڈیشن کا حصۂ دوم ٥٦ صفحات پر مشتمل هے. ابتدا مین ۷ سطرون کا ایك مختصر تقریبی نوٹ هے. اسکے بعد سراج المعرفت اور حدایق الانظار کے دیباچے هین. بعد ازان شاہِ ظفر کی ایك کتاب اور مرزا رجب علی بیگ سرور کی گلزارِ سرور کی تقریظین هین. انکے بعد دیوانِ ذکا، میرزا کلب حسین خان کی ایك کتاب، نیز رسالۂ تذکیر و تانیث مصنفۂ سید احمد حسن بلگرامی کے دیباچے هین. یه تمام دیباچے اور تقریظین صفحات ۱ - ۱۳ پر درج هین. انکے بعد اسی صفحه سے اصلاحی خطوط شروع هوتے هین، جن مین ۳٤ خطوط مرزا تفته کے نام، ۱ ماسٹر پیارے لال کے نام، ٥ منشی حبیب الله ذکا کے نام، ٥ سیف الحق سیاح کے نام، ۲ شاهزادہ بشیرالدین کے نام، ۱ کیول رام هشیار کے نام، ۱ مولوی کرامت علی کے نام، ۱ جواهر

سنگھ جوھر کے نام ، ۱ منشی ھیرا سنگھ کے نام ، اور ۲ میر مہدی مجروح کے نام ھین ۔

ضمیمۂ اردوی معلی

سنہ ۱۹۲۹ع مین شیخ مبارك علی صاحب ، تاجرِ کتب لاھور ، نے اردوی معلی کے حصۂ اول و دوم کے ساتھ مسٹر شیر محمد خان سرخوش کا مرتب کیا ھوا ایك ضمیمه بھی شایع کیا ھے ، جو اوسوقت تك غیر شایع شده ۲۳ خطوط پر مشتمل ھے ۔ ان مین سے ۲۲ سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام اور ایك شیخ لطیف احمد بلگرامی کے نام ھے ۔

اس ضمیمه کے آغاز مین دو خط اور شامل کئے گئے ھین ، جو پبلشر کو آغا محمد باقر ، ایم-اے ، نبیرۂ حضرتِ آزادِ دھلوی سے دستیاب ھوے تھے ۔

مکاتیب غالب ۔ میرزا صاحب کی خطوط کا آخری مجموعه

مذکورۂ بالا مجموعون کی اشاعت سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد ریاستِ عالیۂ رامپور کی طرف سے میرزا صاحب کے اون خطوط کا مجموعه « مکاتیبِ غالب » کے نام سے شایع کیا جا رھا ھے ، جو موصوف نے نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان یا وابستگانِ دربار کو لکھے تھے ۔

میرزا صاحب کی دربارِ رامپور سے مراسلت باره سال تك جاری رھی ۔ اگر اس طویل مدت کے تمام خطوط محفوظ ھوتے تو اونکی تعداد چار پانچ سو تك پہنچ جاتی ۔ لیکن سوءِ اتفاق سے انکا بڑا حصه محفوظ نہین ره سکا ۔ صرف وه خطوط دست بردِ زمانه سے بچ گئے ھین ، جو دارالانشا کے سپرد کردیے گئے تھے ۔

سرکاری خط و کتابت سے قطعِ نظر خود شہر کے اربابِ ذوق سے بھی میرزا صاحب کے خاصے تعلقات تھے ، اور ان مین سے اکثر اصحاب سے مراسلت بھی رھتی تھی ؛ لیکن بدقسمتی که بجز ایك خط کے شہر کے کسی گوشه سے

کوئی مکتوب دستیاب نہوا۔ ایك خط اگرچه ایك غیر سرکاری مکتوب الیه کے نام تھا، لیکن حسنِ بخت سے دارالانشا کی مِثلون مین ملا، جو اس مجموعه مین شامل کردیا گیا ھے۔

مکاتیب کی تعداد

مجموعۂ ھذا کے مکاتیب کی تعداد ۱۱۵ ھے۔ ان مین سے ٤١ نواب فردوس مکان کے حضور مین، ٦٤ نواب خلد آشیان کی خدمتِ مبارك مین، ۲ صاحبزاده سید زین العابدین خان بهادر کے نام، ٦ منشی سیلچند میر منشیِ دارالانشا کے نام، ۱ خلیفه احمد علی رامپوری کے نام، اور ۱ مولوی محمد حسن خان ایڈیٹر اخبارِ دبدبۂ سکندری کے نام ھے۔

نواب فردوس مکان کے نام کے عرایض مین ٤ بزبانِ فارسی اور بقیه اردو مین ھین۔ چونکه مجموعه مین ایك فارسی قصیده اور ایك قطعه مستقل نمبرون کے تحت درج کئے گئے ھین، بنابرین کل خطوط کی تعداد ۱۱۷ ھوتی ھے، جن مین سے ٤٢ نواب فردوس مکان کے اور ٦٥ نواب خلد آشیان کے نام ھین۔

مکاتیب غالب کی طباعت

آخر مین مکاتیبِ غالب کی طباعت کے متعلق دو چار لفظ کہنا بھی ضروری ھے۔ جیسا که ناظرین ملاحظه کرین گے کتاب کی طباعت نہایت خوشنما نسخ ٹائپ مین کرائی گئی ھے۔ اس اقدام کا واحد منشا یه ھے که اردو خوان پبلك میرزا صاحب کے کلام کی خاطر ٹائپ کے حروف پڑھنے کی جرات کرے، اور اسطرح ان حروف کی عادی ھوکر اھلِ مطابع سے اسی قسم کی طباعت کی خواھان ھو۔ جب تك اردو کتابین پتھر کے چھاپے کے بجائے لوھے کے حروف مین طبع ھونا شروع نہونگی، اردو پریس دیگر ترقی یافته اقوام کے پریس کے دوش بدوش چلنے کے قابل نہین ھوسکتا۔ کیونکه پتھر کی چھپائی

مین صحت ، خوشنمائی اور یکسانیت کی وہ خوبیان یك قلم مفقود هین، جو بڑے سے بڑے ٹائپ مین بهی پائی جاتی هین . اسکے علاوہ تعلیمی نقطۂ نگاہ سے بهی پتهر کا چهاپا سراسر ناقص ہے. اگر اسکے بجائے ٹائپ اختیار کرلیا جائے تو مبتدی کی چهہ مہینے کی محنت گهٹکر صرف دو ماہ رهجائے گی ، اور اسطرح برادرانِ وطن کا تعلیمی نقطۂ نظر سے اس عجیب و غریب خط پر اعتراض یك لخت دفع هو جائے گا .

خاتمہ

دیباچه کے مباحث نے امید کے خلاف کافی وقت لیا ، اسلئے اس عذر کیساتهہ سلسلۂ کلام ختم کرتا هون :

☆ لذیذ بود حکایت ، دراز تر گفتم ☆
☆ چنانکه حرفِ عصا گفت موسی اندر طور ☆

والحمد لله رب العلمین.

بسم الله الرحمن الرحیم

« بحضور نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض و عمانِ احسان جناب نواب محمد یوسف علیخان بهادر دام اقباله مقبول باد » [1]

(نواب سید یوسف علیخان بهادر فردوس مکان طاب ثراه نواب سید محمد سعید خان بهادر ابن نواب سید غلام محمد خان بهادر ابن نواب سید فیض الله خان بهادر ابن نواب سید علی محمد خان بهادر بانیِ ریاستِ روهیلکهنڈ کے فرزندِ اکبر تهے . آپ جنابعالیه فتح النسا بیگم صاحبه بنتِ محمد نور خان بڑیچ همشیرزادۂ نواب سید فیض الله خان بهادر کے بطن سے دو شنبه ۵ ربیع الثانی سنه ۱۲۳۱ هجری مطابق ۵ مارچ سنه ۱۸۱٦ ع کو متولد هوئے، اور دو شنبه ۱۳ رجب سنه ۱۲۷۱ ه مطابق یکم اپریل سنه ۱۸۵۵ ع کو مسندِ حکم رانی پر قدم رکھا . جلوس سے دو سال دو ماه بعد ۱٤ رمضان سنه ۱۲۷۳ ه مطابق ۹ مئی سنه ۱۸۵۷ ع کو مشهور واقعۂ غدر رونما هوا . آپ نے اس فتنه کے فرو کرنے مین حکومتِ هند کی اعانت کر کے بسلسلۂ اعترافِ خدمات خلعت قیمتی بیس هزار روپیه ، ایك لاکھ بیس هزار سالانه آمدنی کا جدید علاقه ، اور « فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیه » کا خطاب حاصل کیا . سلامی گیارا ضرب توپ کے بجائی تیرا ضرب مقرر کیگئی ، اور مراسلت مین القاب وآداب « نواب صاحب مشفق بسیار مهربان کرمفرمای مخلصان سلامت ، بعد از شوقِ ملاقاتِ

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکھا کرتی تهی . مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی .

مسرت آیات مشہودِ خاطرِ الطاف ذخائر میدارد» طے پایا. آپ نے خود اس عطیه کی حسبِ ذیل تاریخ ارشاد فرمائی ھے:

جب گورمنٹ سے ھوا حاصل ملك مجکو بصیغۂ انعام
ناظم از روی ِ همتِ عالی سالِ بخشش ھے بخششِ حکام

آپ نے عربی و فارسی کی باقاعده اور ایك حد تك مکمل تعلیم پائی تهی. فارسی مین خلیفه غیاث الدین عزت مصنف غیاث اللغات اور میرزا غالب سے، اور علومِ عربیه و حکمیه مین مفتی صدر الدین آزرده اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تها. تخت نشینی کے بعد شعر وسخن کا مشغله بهی شروع کردیا تها. ناظم تخلص کرتے تھے، اور میرزا غالب سے مشورۂ سخن تها. نکته رس ذهن، رنگین و شوخ طبیعت، اور اعجوبۂ روزگار استاد نے اونکو زبانِ اردو کا ایك بلند پایه شاعر بنادیا. مومن وغالب کے بعد انکی نظیر «الا ما شاء الله» کا حکم رکھتی ھے. دیوان دو بار شایع هوا. لیکن اب کمیاب ھے.

آپ فنونِ سپهگری مین بهی کامل دستگاه رکھتے تھے. جسم ورزشی اور مضبوط، اور چهره نهایت خوش قطع تها. داڑھی مونچھ صاف کراتے. اور اکثر رنگین و زرتار لباس زیبِ تن فرمایا کرتے تھے.

آپنے دس سال چند ماه حکومت کرکے جمعه کے دن ۲٤ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۱ اپریل سنه ۱۸٦٥ ع کو اس دارِ فانی سے رحلت کی، اور قلعۂ معلے کے اندر امام باڑے مین اپنےوالدِ ماجد کے برابر مدفون هوے.)

(۱)

بحضورِ سراسر سرور، جنابِ مستطاب، نوابِ همایون القاب، جهانیان کام بخش، جهان جهان کامیاب، دام بقاءه بقبول الاقبال.

سجده فشانیِ قلم باپوزش گستریِ عریضه نگار توام افتاده. همانا آن درگاهِ اسکندر و دارا گزرگاه پیوسته در نظر است، که هم از دور در

زمرهٔ نزدیکان بندگی بجا می آورد. سپاسِ این معنی خود از اندازه افزون تواند بود، که بعنوانِ روشناسیِ ذره با مهر، وآشنائیِ قطره با بحر، گدا را با شاه بیگانگی درمیان نیست. در آن روزگارِ رنگین تر از نوبهار، که به فرِ فرخندگیِ وجودِ مسعود، وساده با سپهر ساده دم از برابری زد، نگاشتن وروان داشتنِ قطعهٔ تاریخِ جلوس[۱] به توانائیِ آن دانائی و روان آسائیِ آن شناسائی صورت پزیرفت. اکنون که گیتی خدایِ قلمروِ دانش، آن به فرتابِ تابِ نظر با برجیس جلیس، وآن به فروزهٔ فروزشِ عمل با عقلِ فعال همال، امیر الدوله مولوی حافظ محمد فضل حق خان بهادر[۲] به بندهٔ فرمان پزیر فرمان فرستادند، که غالب به

---

(۱) میرزا صاحب کی اس قطعهٔ تاریخ کا پتا نهین چلا.

(۲) مولانا فضل حق مولانا فضل امام صاحب کی صاحبزادی اور خیرآباد کی رهنی والی تهی. علوم عقلیه و نقلیه اپنی والد ماجد سی اور حدیث مولانا شاه عبد القادر دهلوی سی حاصل کی. امیر مینائی «انتخاب یادگار» (ص ۲۹۱) مین لکهتی هین: «فنون حکمیه مین مرتبهٔ اجتهاد، بڑی ادیب، بڑی منطقی، نهایت ذهین، نهایت زکی، طابق و ذلیق، انتها کی صاحب تدقیق و تحقیق، ... جس شهر مین آپ رونق افروز هوی، صدها آدمی بهره اندوز هوی. شاهجهان آباد مین اگرچه عدالتین کی سررشته دار تهی، مگر بڑی ذی اقتدار وصاحب اختیار تهی. جهجهر مین مشاهرهٔ جلیله پر نوکر رهی. الور اور سهارنپور اور ٹونك سب جگه معزز و موقر رهی. لکهنو مین صدر الصدور تهی، اور اس دار الریاست (رامپور) مین پهلی محکمهٔ نظامت اور پهر مرافعهٔ عدالتین پر مامور تهی. جناب مستطاب نواب فردوس مکان کو بهی آپ سی تلمذ رها هی، اور بندگان حضور (نواب خلد آشیان) نی بهی کچه پڑها هی. آٹه برس بهت اعزاز واکرام کیساته رهی. پهر یهان سی تشریف لیگئی». مولانا سنه ۱۲۱۲ ه مین پیدا هوی، اور ۲ صفر سنه ۱۲۷۸ ه کو ٦٦ سال کی عمر مین جزائر انڈمان مین، جهان بجرم بغاوت سنه ۵۷ ع آپکو جلاوطن کردیا گیا تها، وفات پائی. آپنی متعدد تصنیفات چهوڑی هین، ان مین سی هدیهٔ سعیدیه، جو نواب سید محمد سعید خان بهادر کی نام معنون هی، نواب فردوس مکان کیلئی لکهی گئی تهی. میرزا غالب انکی مخلص دوست اور معتقد خاص تهی. جب مولانا نی سررشته داری عدالت دهلی سی استعفا دیا اور نواب فیض محمد خان کی دعوت پر جهجهر تشریف لیجانی لگی، تو میرزا صاحب اور دیگر اهل دهلی کو بیحد قلق تها. حتی که خود شاه ظفر، جو اوسوقت ولی عهد تهی، اسپر متاسف تهی. میرزا صاحب نی مولوی سراج الدین احمد کی نام ایك مکتوب مین یه تمام واقعه لکهکر خواهش کی هی که اسکو اخبار آئینهٔ سکندر مین شائع کرین. اسی مکتوب مین مولانا کی علمی منزلت کی باری مین تحریر کرتی هین: «نهفته مبادکه بی تمیزی وقدر شناسی حکام رنگ آن ریخت که فاضل بی نظیر والمعی یگانه مولوی حافظ محمد فضل حق از سررشته داری عدالت دهلی استعفا کرده خود را از ننگ و عار وارهاند. حقا که اگر پایهٔ علم و فضل و دانش وکنش مولوی فضل حق آن مایه بکاهند که ازصد یك واماند، و باز آن پایه را بسررشته داری عدالت دیوانی سنجند، هنوزاین عهده دون مرتبهٔ وی خواهد بود» (کلیات نثر غالب، ص ۱٤۷).

پرستشگری کمر بندد ، و در مشاطگیِ شاهدانِ افکار حسنِ خدمت عرضه دهد . اندیشهٔ مهر پیشه درنگ برنتافت . وهم امروز که فردایِ ورودِ نوازشنامهٔ مولاناست ، این نامه ، که بخطِ بندگی ماناست ، روان داشته آمد . چشمداشت آن ست که دوریِ راه تفرقه درمیان نیندازد . وسپس در حاضرانِ آن حضرت ، و دعاگویانِ دولت بشمار آیم . زیاده حدِ ادب . بختِ ازل آورد درروز افزونیِ دولتِ ابد پیوند باد . عرضداشتِ هوا خواه اسد الله . نگاشته و روان داشتهٔ چار شنبه ۲۸ جنوری سنة ۱۸۵۷ ع . (مهر نجم الدوله دبیرالملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ ، سنه ۱۲۶۷)[1] .

(۲)

(همانا اگر گوهرِ جان فرستم — به نواب یوسف علی خان فرستم

ز نامش نشانے بعنوان طرازم — ز مدحش طرازے بدیوان فرستم

ز دخلش حسابے به معدن نویسم — ز بذلش صلائے بعمان فرستم

ز لطفش، که عامست درکام بخشی ، — نویدے به گبر و مسلمان فرستم

(۱) اس عریضه مین میرزا صاحب نے جس سابق تعلق کی طرف اشاره کیا هے وه رشتهٔ استادی و شاگردی تها . نواب فردوس مکان اپنے والد ماجد کی تخت نشینی سے پہلے دهلی مین قیام پزیر هوے تهے . طلب علم کا زمانه تها . انکے چچا نواب سید عبد الله خان بهادر صدر الصدور میرٹهه اور نواب سید عبد الرحمن خان بهادر میرزا صاحب کے محب تهے . ان دونون کے حسب ارشاد نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب سے فارسی کی تعلیم پائی . اس عریضه کے جواب مین نواب صاحب نے ٥ فروری سنه ٥۷ ع کو ارقام فرمایا: «نمیقهٔ انیقهٔ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولوی صاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت و اشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمه کش عیون وصول نشاط شمول گردیده ، باطلاع خیریتها سرمایهٔ سرور نا محصور افزوده ، از مزید شفقت و ایتلاف قلبی متصور شد . مشفقا ! هر چند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب صدر الوصف دلم خواست که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود . چون سبیلے به ازین بنظرم نرسید ، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده ، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت. چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند . از آنجا که اتحاف شیرینی هم درین خصوص از دستوراتست ، لهذا مبلغ دو صد و پنجاه روپیه بتقریب شیرینی لف رقیمهٔ الوداد هذا میرسد . بمقتضای الطاف منظور فرموده از رسید آن مطلع فرمایند . و مخلص را لیل و نهار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثائق بعبارت سلیس که در خواندنش تأملی بوقوع نیاید ، مسرور و مطمئن میفرموده باشند » .

زنطقش، که خاصست در ملک گیری — مثالے بشیراز و شروان فرستم
زهے شهسوارے که گردِ سمندش — پیِ سرمهٔ چشمِ خاقان فرستم
رود سام چون بهرِ پیکار سویش — عزا نامه سویِ نریمان فرستم
درش را بود پایهٔ در خیالم — نگه سویش از دور پنهان فرستم
کلیم ار عصا ارمغانم فرستد — من این ارمغان بهرِ دربان فرستم
وجودش بود فخرِ اجرام و ارکان — تحیت باجرام و ارکان فرستم
ز جودش بود وعده با زیردستان — بشارت به برجیس و کیوان فرستم
ز مویش شمیمی به جنت رسانم — ز کویش نسیمی برضوان فرستم
هم از شرقِ اشراقِ وی آفتابی — باختر شناسانِ یونان فرستم
هم از رویِ نیکویِ وی ماهتابے — به شب زنده دارانِ کنعان فرستم
اگر بگزرد تیرش از سینهٔ من — دل از سینه همراهِ پیکان فرستم
وگر سر ازین راه دزدد جبین را — چو گویش درین ره بچوگان فرستم
سرشت از خزانست بدخواهِ او را — سه فصلِ دگر هم بدینسان فرستم
هم از آتشِ دوزخ آرم تموزش — هم از زمهریرش زمستان فرستم
دگر تا بهاران بسختی بمیرد — در اردی بهشتش بزندان فرستم
سپه چون کشد، گر نه از ناتوانی — توانم که خود را بمیدان فرستم
درین انزوا از نفسهائی گیرا — برایات آیاتِ قرآن فرستم
بتوقیعِ فضلِ حق آن عینِ معنی، — که آباد بر وی فراوان فرستم
گزشت اندر اندیشه کز خامه رشحے — بدان قلزمِ فیض و احسان فرستم
بدل گفتم «البته کاریست مشکل — نباید که این نامه آسان فرستم»
سگالش چنین رفت در کار سازی — که فرخ بود چون بفرمان فرستم
فرستادم، اما نیامد جوابے — که تا هرچه فرمان رسد آن فرستم
ندانم که شورِ فغانِ گدا را — چسان باز تا گوشِ سلطان فرستم

بدل گفتم «آرے فرستاده باشم — گر از راهِ چاکِ گریبان فرستم
و گر جادهٔ ره نمایان نگردد — هم از جیب چاکے بدامان فرستم
بدان تا روائی دهم کارِ خود را — ز خون نابه موجے بمژگان فرستم
دمم در تنِ نے دمِ آتشین را — فروزنده شمعے بایوان فرستم
برفتارِ ناز اندر آرم قلم را — تدروے بصحنِ گلستان فرستم
سخن کوته آن به که از نظم جز وی — بدیوانِ آن صدرِ گیهان فرستم»
فرستم ولیکن خرد چون پسندد — که برگِ گیاهے به بستان فرستم
گرفتم که رنگین خیالم بگیتی — شقایق به بنگاهِ نعمان فرستم
گرفتم که بحرِ روانم به معنی — گهر جانبِ ابرِ نیسان فرستم
گرفتم که روشن روانم بدانش — چراغے به مهرِ درخشان فرستم
درین پرده خواهم که از مورِ مسکین — سلامے بسویِ سلیمان فرستم
نبشتم که خدمتگزار است غالب — پیِ دعویِ خویش برهان فرستم
بشب بستم این نقش و در بندِ آنم — که حرزِ دعا بامدادان فرستم
بقا بهرِ داور ز دادار خواهم — به آمین خروش از سروشان فرستم)[1]

(۳)

بحضورِ هور ظهور، حضرت نوابِ معلی القاب، جاودان کامیاب، ولیِ نعمت، آیهٔ رحمت، دام اقباله.

سپاس بجا می آورد، و پوزش همی گسترد. آن بارگاهِ سپهر کارگاه را

---

(۱) میرزا صاحب کی اس قصیده کا لفافه مثل مین موجود هی . اصل قصیده کی متعلق میر منشی صاحب لکهتی هین: «قصیدهٔ (همانا اگر گوهر جان فرستم) بتاریخ ۱۹ شعبان سنه ۱۲۷۶ھ بمواجه میرزا نوشه صاحب بحضور پرنور گزرانیده شد» . اس سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانه مین نواب صاحب نی قصیده دارالانشا سی منگایا، اور اپنی پاس رکهه لیا . چونکه اوسکا شامل مثل هونا متحقق تها ، اسلئی کلیات غالب فارسی (نولکشور ایڈیشن) کی صفحه ۳۲۵ سی نقل کرکی یهان قوسین مین اضافه کر دیا گیا هی . قصیده کی متعلق نوابصاحب کی رای عریضه نمبر (٤) کی حاشیه مین درج هوگی . پته کی نیچی میرزا صاحب نی لکها هی : «از غالب یکرنگ بیرنگ از روی احتیاط یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷» . روانگی قصیده کی یهی تاریخ عریضه نمبر (۳) مین بهی مذکور هی .

قبلۂ حاجات میداند ، و بهنجارِ سرگزشت حکایتے بعرض میرساند . سه شنبه ۲۷ جنوری نامۂ مولینا و بالفضل اولینا[۱] بمن رسید . چهار شنبه ۲۸ جنوری عرضداشت روان داشتم . چون دو هفته گزشت ، و سررشتۂ ڈاك درین بندوبستِ جدید استوار نمانده ، گفتم «مگر نرسیده باشد» . دی ، که چهار شنبه یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷ بود ، چاشتگاه قصیدۂ بقصدِ اظهارِ فرمان پزیری فرستادم . شامگاه سرهنگِ یام[۲] منشورِ عطوفت آورد . برمردمكِ دیده سودم ، وخردۂ جان نثار کردم . تا نورد از هم کشودم ، دو ورق از فهرستِ گنجینۂ اسرار ، یعنی اوراقِ اشعارِ گهر بار ، وسفتچۂ دوصد وپنجاه روپیه درآن نورد یافتم . دفترِ شعر سجلِّ اعتبارِ من شد ، و زرِ آن سفتچه بمعرضِ وصول آمد . کرم در بنده پروری بهانه می جوید ، ورنه این افتتاح بشیرینی نیاز نداشت . کریمان بنده را به نمك همی پرورند ، ولیِّ نعمت را بنده بشکر پروردن آئین است . شکرِ این شکر بعهدۂ جانِ شیرین فرو گزاشتم . واین نامه بهرِ آن ، که رسیدنِ عطیه حالی گردد ، بدین زودی نگاشتم . اشعار خود بهنگامِ خویش خواهد رسید ، واین سررشته هیچگاه از هم نخواهد گسست . زیاده حدِ ادب . نیرِ دولت واقبال سرچشمۂ فروغِ بے زوال باد . غالب . پنجشنبه ۱۲ فروری سنه ۱۸۵۷ .

(٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آداب بجا لاتاهون . غزلون کے مسودات صاف کر کر حضور مین بهیجتا هون . مسودات اپنے پاس رهنے دئے هین ، اس نظر سے که اگر احیاناً ڈاك مین لفافه تلف هوجائے ، تو مین پهر اوسکو صاف کر کر بهیجدون ، ورنه موقعِ حك واصلاح مجهے کیا یاد رهیگا .

مین نهین چاهتا که آپ کا اسمِ سامی اور نامِ نامی تخلص رهے . ناظم ،

---

(۱) مولانا فضل حق خیرآبادی مراد هین .
(۲) یام : ڈاك

عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سے جو پسند آئے وہ رہنے دیجیے. مگر یہ نہین کہ خواہی نخواہی آپ ایسا ہی کرین. اگر وہی تخلص منظور ہو تو بہت مبارك. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تك

عنایت کا طالب غالب. روزِ یکشنبہ ۱۵ فروری ۱۸۵۷[۱].

(میرزا صاحب نے ۸ مارچ ۱۸۵۷ع کو ایك عریضہ ارسال کیا تھا، جو ۱۱ ماہِ مذکور کو رامپور پہنچا. اسکا لفافہ شاملِ مثل ہے، اور اوسکی پشت پر یہ نوٹ تحریر ہے: «عرضی حسب الحکم چاك نمودہ شد. ۱۶ رجب سنہ ۱۲۷۳ ھ»)[۲].

---

(۱) عرائض نمبر (۳ و ٤) کی جواب مین نواب فردوس مکان نی ۳ رجب سنہ ۱۲۷۳ ھ مطابق یکم مارچ سنہ ۱۸۵۷ع کو تحریر فرمایا: «... دو قطعۂ صحیفۂ شریفہ، یکی مشعر ترسیل قصیدہ بمضمون انتظار و ہم در جواب رقیمۃ الوداد رسید اشعار و سفتچۂ مرسلۂ اینجا، و ثانی مع اشعار مذکور بعد نظر اصلاح و تجویز چند الفاظ جہت تخلص مخاص بایمای پسند از آنجملہ، بمضامین برجستہ و عبارات دلپسند متواتر بسبیل ڈاك گلگونہ آرای چہرۂ وصول فرحت شمول گردیدہ ... ومطالعۂ قصیدۂ نادرۂ فصاحت تضمین، کہ اگر ہر شعر نغزش راگنجینۂ معانی، و معدن لآلی سخندانی، خوانند بجا، و یا گلدستۂ برجستۂ چمنستان علوم وکمال نامند زیبا. غواص فکر در بحر زخار استعارات و نکات متینش مستغرق گرداب نارسائی، و اوہام عقلاء زمان بدریافت خوبی و بلاغت آن خزینۂ اسرار معترف بہ کوتاہی، قصائد عرفی و خاقانی بمقابلۂ متانت و برجستگی مضامین نزہت آگینش ہیچ، و معانی فیض قرین در الفاظ نادرش چون زلف ماہرویان پیچ در پیچ، ابواب افادہ و انشراح بی اندازہ بر روی دل صفا منزل کشود. رنگ کثافت طبعی از سجنجل خواطر مستفیضان زدود. و غزلیات کہ بنظر اصلاح «آہن کہ بپارس آشنا شد * فی الفور بصورت طلا شد» فائز گشتہ. العظمۃ للہ تغیر و تبدل الفاظ نادرہ در اشعار مذکور چون نقش بر نگین زینت تازہ گرفت، وطلای طبع خام بر محك فیض عام جلوہ پزیرفت ... ومنجملۂ الفاظ تخلص لفظ (ناظم) مطبوع طبع نیاز گشت».

(۲) اس عریضہ کی جواب مین نوابصاحب نی ۲۵ رجب سنہ ۷۳ ھ مطابق ۲۳ مارچ سنہ ۵۷ع کو تحریر فرمایا: «صحیفۂ مسرت آگین ... مشعر رسید رقیمۃ الوداد و اینکہ صحائف شرائف عبارت اردو بعد ملاحظہ چاك شدہ باشند ... وصول گردیدہ. مشفقا! حسب الارقام سامی صحیفۂ موصوفہ را بعد استفاضۂ مضمونش چاك نمودہ شد. و آیندہ ہم دربارۂ ہمچو مکاتیب تعمیل ایمای سامی ملحوظ خواہد ماند». اس سی یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہی، کہ میرزا صاحب کی یہ خط و کتابت بصیغۂ راز تھی. ورنہ ۱۵ فروری سنہ ۵۷ع کا خط بھی زبان اردو ہی مین تھا، اوسکو چاك کرنی کی ہدایت کیون نہ کی. اور اگر کی تھی، تو یہان تعمیل کیون نہوئی، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال.

(میرزا صاحب نے یکم اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع کو ایك اور عریضہ ارسال کیا تھا، جو ۳ اپریل کو رامپور پہنچا. مثل مین اسکا بھی صرف لفافه شامل هے، اور اوسکی پشت پر نوٹ هے: «عرضی از دستِ مبارك چاك شد، وبندِ غزلیاتِ مرسله در حضور ماند. ۹ شعبان سنه ۱۲۷۳ ھ»).

(۵)

جنابِعالی! کچھ کم مہینا هوا، که مین نے حضور کی غزلون کو دیکھکر خدمت مین روانه کیا هے، اور اوسکے پہنچنے سے اطلاع نہین پائی. اب ڈاك مین خط تلف بھی هو جایا کرتے هین. اسواسطے مین متردد هون، اور مدعا اس تحریر سے یه هے، که اگر وه لفافه نه پہنچا هو تو مین اوس مسوده کو پھر صاف کرکر روانه کرون. زیاده حدِ ادب. از غالب. نگاشتهٔ صبحِ پنجشنبه ۲۷ شعبان سنه ۱۲۷۳ هجری[۱].

(۶)

جنابِعالی! آداب بجا لاتا هون. اور عرض کرتا هون، که اجوره دار پہنچا. مگر لٹا هوا، اور بھیگا هوا، اور بھاگتا هوا. گوجرون نے اوسے لوٹ لیا. روپیه کتمل سب لے لیا. خط اوس داروگیر مین گرپڑا. بھیگ گیا. لفافه مجھ تك نپونچھا[۲]. خط مع هنڈوی کے پہنچا. خط مین سے القاب بتکلف پڑھا. اور یه جمله «سفتچهٔ مبلغ دو صد و پنجاه روپیه» پڑھا گیا. اور باقی خیر و عافیت. «مکرر آنکه» اسکے بعد جو کچھ لکھا تھا، اوس مین سے «مولوی» یه لفظ، اور بعد ایك لفظ کے «خانصاحب» یه پڑھا گیا. اور کچھ

---

(۱) نواب فردوس مکان نی اس عریضه کی جواب مین ٤ رمضان سنه ۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنه ۵۷ ع کو تحریر فرمایا: «... مشفقا! این مرتبه که توقف در تسطیر رقیمة الاخلاص بظهور آمده باعث آن عدم فرصتی تصور توان نمود. حالاکه فرصت دست داد، به ترقیم ما فی الضمیر اتفاق افتاد».

(۲) یه میرزا صاحب کا خود نوشته املا هی. دراصل اونهین سهو هوا. ورنه یهی لفظ اسی سطر مین اونهون نی درست لکھا هی.

نہین . مجکو غم یہ ھے کہ غزلہای اصلاحی اور دیوانِ اردو کی رسید مین نے نہ پائی[۱] .

ھنڈوی کا بعینہ وہ حال جو میرے خط کا تھا. کچھ پڑھا جائے، کچھ نہ پڑھا جائے. آپ کا نام اور ڈھائی سو روپیہ یہ پڑھا گیا. چونکہ مہاجن مجکو جانتا تھا، اوسنے اوس بھیگے ہوئے کاغذ کو اپنی چٹھی مین لپیٹ کر رامپور اوس مہاجن کے پاس بھیجا ھے. جب وہ صحیح کرکر بھیجیگا، تب وہ مجکو روپیہ دیگا. اوسکے صحیح کرنے مین کیا تامل ھے. مین نے صرف بطریقِ اطلاع لکھا ھے. اور غزلون کی اور دیوان کی رسید اور جو اس

(۱) میرزا صاحب کے دیوان اردو کا یہ نسخہ کتبخانہ مین موجود ھی . سائز ۱۱½ × ۷¾ ، اوراق ۷۳ اور فی صفحہ ۱۵ سطرین ھین . خط صاف اور روشن نستعلیق اور ابتدائی دو صفحی طلاکار ھین . ھر غزل کی خاتمہ پر رنگین بیل بوٹی ھین اور تمام صفحات کی جدولین رنگ آمیز ھین . آخرمین نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نیر کی تقریظ ھی . اس نسخۂ دیوان کی متعلق مرزا صاحب نی منشی شیونراین کو لکھا ھی: «اب تم سنو . دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا . مگر ھان مین نی غدر سی پہلی لکھواکر نواب یوسف علی خان بہادرکو رامپور بھیجدیا تھا . اب جو مین دلی سی رامپور جانی لگا، تو بھائی ضیاء الدین خان صاحب نی مجکو تاکید کردی تھی . کہ تم نواب صاحب کی سرکار سی دیوان اردو لیکر کسی کاتب سی لکھواکر مجکو بھیجدینا . مین نی رامپور مین کاتب سی لکھوا کر بسبیل ڈاك ضیاء الدین خان کو دلی بھیجدیا تھا» (اردوی معلی ، ص ۳۸۱) . بعدازان ۳ جولائی سنہ ۶۰ع کو اس کی مکمل ہونی کی باری مین لکھا ھی : «میان تمہاری باتون پر ھنسی آتی ھی . یہ دیوان ، جو مین نی تم کو بھیجا ھی ، اتم و اکمل ھی . وہ اورکونسی دو چار غزلین ھین جو مرزا یوسف علی خان عزیز کی پاس ھین ، اور اس دیوان مین نہین . اسطرف سی آپ اپنی خاطر جمع رکھین . کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سی باھر نہین ھی . معہذا اون سی بھی کہونگا . اور وہ غزلین اون سی منگا کر دیکھونگا» (ایضاً، ص ۳۸٤) . اس نقل سی منشی شیونراین نی اپنی مطبع واقع شہر آگرہ مین دیوان کی طباعت کا انتظام کیا تو اسکی متعلق میرزا صاحب نی نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھا : «اردو کا دیوان رامپور سی لایا ہون، اور وہ آگرہ گیا ھی . وھان منطبع ھوگا . ایك نسخہ تمہاری پاس بھی پہنچ جائیگا» (ایضاً ، صفحہ ٤۳۶) . لیکن بعد ازان آگرہ مین انطباع سی قبل ھی میرزا صاحب نی دھلی مین طبع کرا لیا . ان تمام خطوط سی معلوم ھوتا ھی ، کہ اسوقت دیوان غالب کی جسقدر ایڈیشن شایع ھو چکی ھین ، وہ سب کی سب نسخۂ رامپور کی نقل اور نقل در نقل ھین . میرزا صاحب نی خود اپنا کلام کبھی جمع نکیا (ایضاً ، صفحہ ۱۳۷) . نواب ضیاء الدین خان نیر اور ناظر حسین مرزا کی کتب خانہ مین اس کی نسخی موجود تھی ، لیکن اونکی ذخیرۂ کتب کی ساتھ ھنگامۂ غدر مین لٹ گئی . (عود ھندی ، صفحہ ۲۷ و ۲۹ و ۶۵ ، واردوی معلی ، صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۶ و ۲۵۹ و ۳۶۳) . اگر رامپور مین اصل نسخہ محفوظ نہوتا تو میرزا صاحب کی کلام کا موجودہ مجموعہ دستیاب ھونا تقریباً ناممکن تھا .

خط مین «مکرر آنکه»[۱] بعد مطالب مندرج تھے، وه پھر ایسے هی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساهوکار کو دیجیے گا، اور اوسکو تاکید کیجیے گا، که اسکو بھیجدے. یہان کے ساهوکار نے میری خاطر سے اس رقعه کو اپنی چٹھی مین روانه کیا هے. غالب. پنجم ذی الحجه[۲].

(۷)

بوالا خدمت، رفعات درجت، جناب نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض ومحیطِ احسان، عز نصره و دام ملکه.

آدابِ نیاز بجا می آرد، ونیازمندانه عرضه می دارد. در زمانِ چیره دستیِ کور نمکانِ سیاهِ روسیاه سررشتهٔ یام از هم گسست. ناچار بفرستادنِ نامه بر رساندنِ نامه و پیام صورت بست. درین روزگار، که فرمانِ داورانِ دادگر روائی، وسلسلهٔ آمد شدِ نامه رسائی یافت، نامه در یام روان داشته شد. و نارسیدنِ پاسخِ آن را چنان پنداشته شد، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد. یا فرطِ احتیاط مانعِ تحریرِ جواب گردیده باشد. هر آئینه در دل چنان گزشت، که درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، که سرگزشتِ من از ولیِّ نعمت نہان، و حجابیے درمیان نماند.

حالیِ رایِ جہان آرای باد، که دیرینه نمکخوارِ سرکارِ انگریزم. و از سر آغازِ سالِ یکہزار وهشت صد وشش، که دران گاه شمارِ سنینِ عمرِ من از ده نگزشته بود، بعوضِ جاگیرِ عمِ حقیقیِ نسبیِ خود نصرالله بیگ خان بہادر[۳]،

---

(۱) یہان لفظ «کی» ساقط معلوم هوتا هی.

(۲) نوابصاحب کی محوله فرمان کا مسوده مثل مین منسلك هی، لیکن اوس مین قابل نقل بات کوئی نہین.

(۳) نصرالله بیگ خان ابتداء مرهٹون کیطرف سی آگره کی صوبیدار تهی. بعد فتح آگره اپنی برادر نسبتی نواب احمد بخش خان والی لوهارو وفیروزپور جهرکه (متوفی سنه ۱۸۲۷ع: حالات کیلئی ص ۱۲، نوٹ ۲، ملاحظه هو) کی سفارش سی انگریزی فوج مین رسالدار هوگئی، اور مدد معاش کیلئی نواحی اکبرآباد مین پرگنهٔ سونك سونسا مرحمت هوا. انهون نی سنه ۱۸۰۶ع مین انتقال کیا.

که با جمعیتِ رسالهٔ چهار صد سوار بمعیتِ جرنیل لارڈ لیک بهادر[۱] در فتحِ هندوستان کوششهایِ نمایان کرده، وپرگنهٔ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیات جاگیر یافته، و هم درآن عهد بمرگِ ناگاه از جهان رفته بود، بفرمانِ جرنیل لارڈ لیك بهادر ومنظوریِ گورمنٹ مشتِ زرے شاملِ جاگیرِ عمِ سبیِ من نواب احمد بخش خان بهادر[۲] در وجهِ معاشِ من منجملهٔ زرِ استمراریِ سرکاری، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهرِ دوام واجب الادا بود، قرار یافت. چون جانشینِ احمد بخش خان[۳] کیفرِ کردار یافت، وجاگیر بسرکار باز یافت شد، رسیدنِ آن وجهِ مقرری از خزانهٔ کلکتریِ دهلی صورت پزیرفت. چنانکه تا انجامِ اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکتریِ دهلی یافته ام. و از مئی خود آشکار است که حال چیست. پیوندِ تعلق با بهادر شاه[٤] جز آن نبود، که از هفت هشت سال بتحریرِ تاریخِ سلاطینِ تیموریه، واز دو سه سال به اصلاحِ اشعارِ شهریار

(۱) لارڈ لیك سنه ١٧٤٤ ع مین پیدا هوئی. سنه ١٧٥٨ ع مین پیدل فوج مین نام لکھایا. اور مختلف عهدون پر فائز رهکر سنه ١٨٠٢ ع مین جنرل مقرر هوگئی. سنه ١٨٠١ ع سی سنه ١٨٠٥ ع تك هندوستان کی افواج کی کمانڈر انچیف اور کونسل کی ممبر رهی. انهون نی مرهٹون سی کامیاب جنگ کی. اور انگلستان واپس جاکر ٢٠ فروری سنه ١٨٠٨ ع کو فوت هوئی. یه بهت نامور اور هردلعزیز سپه سالار مانی جاتی تهی.

(۲) نواب احمد بخش خان فیروزپور جهرکه کی رئیس اور لوهارو کی جاگیردار تهی. حکومت انگریزی مین انکی بڑی عزت اور منزلت تهی. نواب الهی بخش خان معروف، میرزا غالب کی خسر، انکی چهوٹی بهائی تهی. احمد بخش خان نی آخر عمر مین حکومت سی کناره کشی اختیارکرکی اپنی بڑی لڑکی نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور جهرکه کی ریاست، اور نواب ضیاء الدین خان نیر و نواب امین الدین خان کو لوهارو کی جاگیر عطا کردی تهی. میرزا غالب کی پنشن ریاست فیروزپور سی متعلق تهی.

(۳) احمد بخش خان کی جانشین سی نواب شمس الدین احمد خان والی فیروزپور مراد هین. یه مزاج کی درشت اور فساد پیشه تهی. اسلئی نواب هوکر اهل خاندان سی تعلقات درست نه رکھ سکی. میرزا غالب بهی ان سی ناراض تهی. خط مین انکا نام نه لینی کی یهی وجه هی. مسٹر ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کی قتل کی الزام مین اکتوبر سنه ١٨٣٥ ع کو انهین پهانسی دیدیگئی، اور ریاست فیروزپور ضبط هو گئی.

(٤) بهادر شاه هندوستان کی مغلیه فرمانرواؤن کی آخری چشم وچراغ تهی. یه سنه ١٨٣٧ ع مین تخت نشین هوئی. غدر سنه ١٨٥٧ ع مین باغیون نی انهین اپنا مطلق العنان بادشاه بنایا. بعد فتح دهلی الزام بغاوت مین رنگون کی طرف جلاوطن کئی گئی، اور وهین ٧ نومبر سنه ١٨٦٢ ع کو فوت هوئی. میرزا صاحب نی ایك خط مین میر مهدی کو لکھا هی: « ٧ نومبر، ١٤ جمادی الاول سال حال جمعه کی دن ابو ظفر سراج الدین بهادر شاه قید فرنگ وقید جسم سی رها هوئی».

می پرداختم. درین هنگامه خود را بکنار کشیدم. و بدین اندیشه که مبادا گر یك قلم ترك آمیزش کنم، خانهٔ من بتاراج رود، وجان در معرضِ تلف افتد، بباطن بیگانه وبظاهر آشنا ماندم. هرگاه شهر بر دستِ سپاهِ انگریز فتح شد، همه جاگیر داران و پنسنداران از شهر بدر رفتند. چنانکه تا امروز آوارهٔ دشت و کوه اند. من از جا نه جنبیدم. وهم چنان گوشه گیر ماندم. درین بندوبست که خاصه از بهرِ سیاستِ مجرمان ست، وتحقیقاتِ جرم از رویِ دفترِ قلعه واظهارِ مخبران می کنند، هیچ گونه آلایشِ دامنِ من پدید نیامد. وداروگیر وباز پرس رو نه داد. بودنِ من در شهر از حکام نهان نیست. اما چون پرسشے درمیان نیست، لاجرم محفوظ مانده ام. می بایست که خود سلسله جنبان گشتمے، وبا حکام پیوستمے. درین باره سخن آنست، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقهٔ معرفتے ندارم. ومعهذا هنوز موقع ومحلِ آن نمی نگرم، که نامه نویسم، وخواهشِ ملاقات بمیان آورم. راستی اینکه درین فتنه وآشوب خدمتے بجا نیاورده ام. لیکن مقامِ شکر است، که به تقدیم نرسیدنِ خدمت از راهِ بیدستگاهی است، و ذریعهٔ اخلاص وخلوص همان بیگناهی است. حالِ خود را، اگرچه پرسش از جانبِ آن والا مناقب نبود، گفتم[1]. وخون میخورم که صحت وعافیتِ ذاتِ همایونِ اقدس، که یا رب! جاودان سلامت باد، چگونه دریابم. همدرین کنج، که مسکنِ من ست، شنیده ام که والا شان زین العابدین خان بهادر[2] بشهر آمده اند. نیازمندیِ من با مرحومی نواب عبد الله خان بهادر[3]، ومهرورزیِ من

(۱) مزید تفصیل کی لئی ملاحظه هو اردوی معلی، صفحه ۳۵.

(۲) زین العابدین خان بهادر کا تذکره مکتوب نمبر ۱۰۷ کی ذیل مین ملاحظه هو.

(۳) نواب سید عبد الله خان بهادر ابن نواب سید غلام محمد خان بهادر نواب فردوس مکان کی چچا تهی. شعر و سخن سی دلچسپی رکهتی تهی. زور آزمائی کا بهی شوق تها. دهلی مین عرصه تك مقیم رهی. میرزا صاحب اور ان مین بهت ارتباط وخلوص تها. پنج آهنگ مین میرزا صاحب کا ایك خط انکی نام بهی درج هی (کلیات نثر غالب، صفحه ۲۱۸). یه عرصه تك میرٹهه کی صدرالصدور رهی تهی. اور وهین ستر برس کی عمر مین بعارضهٔ تپ سنه ۱۲۷٤ ﻫ کو رحلت فرمائی، اور درگاه چشتی پهلوان مین مدفون هوی. ان کا ایك شعر امیر مینائی مرحوم نی تذکرهٔ انتخاب یادگار (صفحه ۲۱۱) مین درج کیا هی. فرماتی هین:

منحصر تجهه پر شفاعت هی، بهلا جائین کهان * ای شفیع عاصیان! هم تیرا دامان چهوڑ کر

با اصغر علیخان مرحوم[۱]، ومحبت وخلتِ من با نواب عبد الرحمن خان بهادر مغفور[۲] کجا دیده اند، وآن مدارج کی در نظر دارند، که ایشان را در ضمیر میگزشت، که گدای گوشه نشین را باید دید. من خود پائی، که رفتار داشته باشد، ندارم. واز زاویه برون آمـــدن نتوانم. به نگاشتنِ این نامـه زحمتِ اوقاتِ ملازمان از آن رو روا داشته ام، که اگر نفرستادنِ نامه محض از رویِ احتیاط است، هویدا گردد، که در عنایت تفریط ودر رعایت افراط است. چشم دارم که بمشاهـدۀ سوادِ نوازشنامـه فروغِ نظر اندوزم. شغلِ شعر وسخن هر آئینه یقین دارم که درین چنین فتنۀ وآشوب دل بدان کار چگونه گراید. دولت پاینـده ونصرت طرب فزاینـده باد. از **اسد اللہ غالب**. نگاشته وروان داشتۀ پنجشنبه ۱٤ جنوری سنه ۱۸۵۸.

له - دبیرانِ خاص بر عنوانِ نامـه هایِ پیشین نشانِ کلبـۀ این درویشِ دلریش عقبِ مسجدِ جامع نبشته اند. و من از هفت هشت سال در محلۀ بلّی‌مار می مانم. سپس نشانِ این محله نگاشته شود[۳].

(۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

منشورِ عطوفت کے دیکھنے سے زندگی کی صورت نظر آئی. مخمس اور

---

(۱) سید اصغر علی خان مرحوم نواب سید عبد اللہ خان بهادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا زاد بهائی تهی، امیر مینائی تذکرۂ مذکور (صفحه ۲۵) مین لکهتی هین: «شاعر خوش مذاق هین. آفرینش مضامین عاشقانه مین طاق هین. مومن خان صاحب دهلوی کی شاگرد رشید. کلام انکا لایق دید وقابل شنید. ۳۸ برس کی عمر پائی. بارهوین رجب کو سنه ۱۲۷۳ هجری تهی که عارضۂ خناق مین مبتلا هوکر میرٹه مین رحلت فرمائی: وهان سی جنازه اونکا دهلی کو گیا. اور درگاه حضرت خواجه باقی باللہ مین دفن هوی». ان کا دیوان شائع هوگیا هی.

(۲) نواب سید عبد الرحمن خان بهادر، نواب سید غلام محمد خان بهادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا تهی.

(۳) اگر میرزا صاحب کی تخمینه کو صحیح مانا جائی، تو اونهین سنه ۱۸٤۹ ع یا سنه ۱۸۵۰ ع سی محله بلی مار مین مقیم هونا چاهئی. میر مهدی مجروح کی نام کی خط مین سنه ۱۸۵۰ ع کی تصریح موجود هی. اسلئی یهی سنه درست معلوم هوتا هی. فرماتی هین: «.... یه لکهو که اسد اللہ خان پنشن دار سنه ۱۸۵۰ع سی حکیم پٹیالی والی کی بهائی کی حویلی مین رهتا هی» (عود هندی، صفحه ۸۳، و اردوی معلی، صفحه ۱۹٤).

غزلون کے پہنچنے کی اطلاع پائی. یہ بھی ایك بخشش کا بہانہ پیدا کرنا ھے. ورنہ حضور کے کلام کو اصلاح کی احتیاج کیا ھے. میری کیا سخنوری اور سخن سرائی ھے. آپ کی قدر دانی بلکہ قدر افزائی ھے. تکلف ھے اگر کہون کہ تا قیامت رھو. بے تکلف دعا یہ ھے، کہ خدا کرے ایك سو بیس برس تك سلامت رھو.

اس قرینے سے، کہ بسبب کم فرصتی کے اون کا ملاحظہ نکرنا مرقوم ھوا، ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ھوا. دیوان کے دیکھنے ندیکھنے مین آپکو اختیار ھے. مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ھے، اسکا دیکھنا ضرور درکار ھے. فارسیِ قدیم اور پھر حسنِ معنی اور صنعتِ الفاظ. با این ھمہ ھر امر کی احتیاط، اور ھر بات کا لحاظ[1].

جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے. خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے. خدا کا شکر یہ کہ با وجودِ تعلقِ قلعہ کسی طرح کے جرم کا بہ نسبت میرے احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطایِ پنسنِ[2] قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے. گویا بن کھائے جینا ھے. کہتے ھین کہ جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیہ ملے گا. دیکھئے کیا نیا گل کھلے گا. پہلی نومبر کو یہان اشتہارِ عام ھوگیا ھے، کہ اب قلمروِ ھندوستان مین عملِ ملکۂ معظمۂ عالیمقام ھوگیا ھے. مین پہلے سے مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ھون. اور وزرایِ ملکۂ دارا دربان کے دو سارتی فکٹ پا چکا ھون. اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاھئے، تو اسی کتاب موسوم بہ دستنبو مین دیکھا چاھئے. خوشنودی کا طالب **غالب**.
نگاشتۂ روزِ یکشنبہ ھفتم نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع.

---

(۱) اس چار جزو کی رسالہ سی «دستنبو» مراد ھی. چنانچہ آخر عریضہ مین اسکی نام کی تصریح کرکی مرزا صاحب نی ابہام دور کر دیا ھی.

(۲) میرزا صاحب نی اس لفظ کا إملا «شین» کی بجائی «سین» سی لکھا ھی. اسی طرح لفظ سارٹیفکٹ مین پہلی «ٹ» کو «ت» تحریر کیا ھی.

(٩)

خداوندِ نعمت سلامت .

جو آپ بن مانگے دین، اوسکے لینے مین مجھے انکار نہین. اور جب مجکو حاجت آپڑے ، تو آپسے مانگنے مین عار نہین .

بارِ گرانِ غم سے پست ہو گیا ہون. آگے تنگدست تھا، اب تہی دست ہو گیا ہون. جلد میری خبر لیجے . اور کچھ بھجوا دیجے . عنایت کا طالب غالب . چار شنبہ یازدہم ربیع الثانی سنہ ١٢٧٥ ھجری و ١٧ نومبر سنہ ١٨٥٨ ع[1] .

(١٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد آداب بجالانے کے عرض کرتا ہون ، کہ منشورِ رافت لکھا ہوا ٢٥ نومبر کا جمعہ کے دن تیسری دسمبر کو اس دعا گویِ دولت کے پاس پہنچا . ڈھائی سو روپیہ کی ہنڈوی معتمد کے حوالہ کی گئی . آج یا کل روپیہ آجایگا . خاطرِ عاطرِ اقدس جمع رہے .

میرے حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھے ، مین وھان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کے وصول کا زمانہ قریب آیا ھے . اسکو ملتوی چھوڑ کر کیونکر چلا آؤن . سنا جاتا ھے ، اور یقین بھی آتا ھے ، کہ جنوری آغازِ سال

---

(١) نواب فردوس مکان نے عرایض مورخۂ ٧ نومبر و ١٧ نومبر کے جواب مین تحریر فرمایا : «... دو قطعۂ صحیفۂ تلطف طراز ، اولین حاوی حالات نہ ملنے زر پنشن آپکو ، اور دوسرا مورخہ اٹھاروین ماہ نومبر سنہ حال مشعر نوید خیریت مزاج وھاج کے ، متواتر رنگ افروز چہرۂ وصول نشاط شمول کا ہوا . اور مراتب مندرجہ سے مطلع فرمایا . مشفقا! جو کہ مخلص کو اشتیاق معانقہ اور مکالمہ آپ کا بدرجۂ کمال ھے ، اور اب تشریف آوری آپکی اس جگہ مناسب ھے ، اسواسطے حوالہ خامۂ محبت نگار کے ہوتا ھے ، کہ آپ دیدار فایض الانوار اپنے سے مخلص کو مسرور فرمائیے . اور قطعۂ ہنڈوی مبلغ دو سو پچاس روپیہ کا واسطے مصارف خدام آپ کے بلف رقیمۃ الوداد ھذا کے مرسل ھے . قبول فرمائیے . ... ١٨ ربیع الثانی سنہ ١٢٧٥ھ مطابق ٢٥ نومبر سنہ ١٨٨٨ ع » . عریضہ نمبر ١٠ ہنڈوی کی رسید اور نآنے کے عذر پر مشتمل ھے .

۵۹ عیسوی مین یه قصه انجام پائے. جس کو روپیه ملنا ھے اوسکو روپیه، جس کو جواب ملنا ھے اوس کو جواب ملجائے.

حضور نے یه کیا تحریر فرمایا ھے، که ان باره غزلون کی اصلاح مین کلامِ خوش مطلوب ھے. اگلی غزلون کی طرح نهون. مگر اگلی غزلون کی اصلاح پسند نه آئی، اور اون اشعار مین کلامِ خوش نتها. حضرت کا تو اون غزلون مین بهی وه کلام ھے، که شاید اورون کے دیوان مین ویسا ایك شعر بهی نه نکلیگا. مین بقدر اپنے فهم واستعداد کے کبهی اصلاح مین قصور نهین کرتا. زیاده حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۀ جمعه ۲۶ ربیع الثانی سنه ۷۵ و ۳ دسمبر ۵۸[۱].

(۱۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

مین اس دولتِ ابد مدت کا از راهِ مودت خیر خواه هون. امرِ ملال انگیزِ اندوه آور مین آرائشِ گفتار گوارا نهین کر سکتا. نواب مرزا[۲] نے دلی آ کر پهلے نویدِ بزم آرائی سنائی. چاهتا تها، که اوسکی تهنیت لکهون.

(۱) نواب فردوس مکان کی مسودۂ فرمان مین یه مضمون تحریر نهین. ممکن هو که مبیضه مین اپنی قلم سی اضافه کردیا هو.

(۲) نواب مرزا خان داغ تخلص خاف نواب شمس الدین خان دهلوی مراد هین. نواب فردوس مکان کی عهد مین انکی پهوپی عمده خانم ریاست سی وظیفه پاتی تهین. یه اونکی توسط سی ابتداء مورد انعام و عنایات رهی. بعد ازان تعلق خدمت بهی هوگیا. چنانچه نواب خلد آشیان کی عهد مین اصطبل اور فراش خانه کی داروغه تهی، سو روپیه ماهوار تنخواه پاتی تهی. نواب صاحب کی انتقال کی بعد بزم علم وادب منتشر هوئی، تو مرزا داغ حیدرآباد چلی گئی. اور وهان حضور نظام مرحوم کی استاد مقرر هوئی. اور وهین سنه ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۵ع) مین انتقال کیا. داغ صاحب شیخ ابراهیم ذوق دهلوی کی شاگرد تهی. اور رامپور مین شعراء دهلی کی کامیاب نماینده شمار هوتی تهی. امیر مینائی مرحوم لکهنوی اسکول کی حامی تهی، اسلئی دربار خلد آشیان مین ان دونون مین مسابقت کی سعی جاری رهتی تهی. بعض نقادون کا خیال هی که اس کشمکش مین امیر مینائی مرحوم نی داغ کا رنگ اختیار کرکی اعتراف شکست کیا. مگر واقعه یه هی که دربار رامپور کی یه تابنده گوهر اپنی علمی صحبتون مین ایك دوسری سی برابر استفاده کرتی رهی هین. اور یه فیصله دشوار هی که ان مین سی کس نی دوسری پر فتح پائی. تاهم نواب خلد آشیان کی دربار مین امیر صاحب کا رنگ سب سی زیاده جما. اسلئی قیام رامپور تك اونکو فتحیاب میدان سخن شمار کرنا بیجا نهین هی.

کل اوسنے از روی خطِ آمدِ رامپور حضرت جنابعالیہ کے انتقال[1] کی خبر سنائی. کیا کہون، کیا غم و اندوہ کا ہجوم ہوا. حضرت کے غمگین ہونیکا تصور کرکر اور زیادہ مغموم ہوا. بیدرد نہین ہون، کہ ایسے مقام مین بطریقِ انشا پردازی عبارت آرائی کرون. نادان نہین ہون، کہ آپ جیسے دانا دلِ دیدہ‌ور کو تلقینِ صبر و شکیبائی کرون.

از دستِ گدایِ بےنوا ناید ہیچ   جز آن کہ بصدقِ دل دعائی بکند

حق تعالی ذاتِ ستودہ صفات کو دایماً اور ابداً جاہ وجلال و دولت و اقبال کیساتھ سلامت با کرامت رکھے. عریضہ نگار اسد اللہ المتخلص بہ غالب. مرقومۂ یکشنبہ ۲۱ شعبان و ۲۸ مارچ سالِ حال.

(۱۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

ایك خط مشتمل اپنے حال پر اور ایك خط جناب بیگم صاحبہ و قبلہ مغفورہ کی تعزیت مین روانا کر چکا ہون. اب ایك قطعۂ تاریخ بھیجتا ہون. اگرچہ ایك کا تعمیہ ہے. لیکن تعمیہ کتنا خوب اور بےتکلف ہے. عرضداشتِ اسد اللہ. معروضۂ ۱۳ رمضان و ۱۷ اپریل سالِ حال.

قطعہ

جنابِعالیہ از بخششِ حق   بفردوسِ برین چون کرد آرام

سخن پرداز غالب سالِ رحلت   «خلود خلد» گفت از رویِ الہام

(سنہ ۱۲۷۵ ہجری)

(۱۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد تسلیم کے عرض کرتا ہون. آج دوشنبہ کا دن ١٤ رمضان

---

(۱) جناب عالیہ نواب فردوس‌مکان کی والدۂ محترمہ کا لقب تھا. انکا نام فتح النسا بیگم ہو. یہ محمد نور خان ولد محمد شاہ خان بڑیچ کی صاحبزادی، اور محمد نور خان نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی ہمشیرزادہ تھی (گلشن فتوت قلمی، ذکر نواب فردوس مکان، و اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۱).

المبارك کی اور ۱۸ ماہِ اپریل کی صبح کے وقت ڈاك کا ہرکارہ آیا ، اور منشورِ عطوفت لایا . مین نے سر پر رکھا . آنکھون سے لگایا . تعجب ھے کہ میرے دو خطون کی رسید اس عنایت نامہ مین مرقوم نہین . آیا نہ پہنچے ، یا پہنچے اور نہ پڑھے گئے ، کچھ معلوم نہین(۱) .

پہلے خط مین یہ عرض کیا ھے ، کہ مجموع پنسنداروں کی مثل مرتب ھے ، اور ہنوز صدر کو روانا نہین ھوئی . نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر(۲) نے کلکتہ سے میری پنسن کے کواغذ طلب کئے ، اور وہ کاغذ فہرست مین سے الگ ھو کر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ھوئے . وھان سے کلکتہ کو بھیجے جائین گے . پھر وھان سے حکمِ منظوری پنجاب ھوتا ھوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا . آج روپیہ ملا . کل مین نے آپ سے سواری اور بار برداری مانگی . آج سواری اور بار برداری پہنچی ، اور کل مین نے رامپور کی راہ لی . بلکہ اسی نیاز نامہ مین کچھ حسنِ طلب بھی تھا . افسوس کہ ایسا خطِ ضروری نہ پہنچے .

دوسرا خط جنابِ عالیۂ مغفورہ کی تعزیت مین تھا . اوسکا بھی ذکر اس عنایت نامہ مین نتھا . ناچار پہلے خط کا مضمون اس ورق مین مکرر لکھدیا ، اور دوسرے خط کے صرف ذکر پر اکتفا کیا . حق تعالی آپکو

---

(۱) نواب فردوس مکان کا محولۂ بالا خط حسب ذیل ھی : «.... حال تشریف آوری آپکا اسطرف کی ابھی تك سامعہ نواز نہین ھوا . اور دل صفا منزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا ھی . اسواسطی حوالہ خامۂ اتحاد نگار کی ھوتا ھی ، کہ آپ براہ عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی ، کہ کبتك ممکن الوقوع ھی ، مطلع اور مطمئن فرمائي . ۹ رمضان سنہ ۱۲۷۵ھ ۱۳ اپریل سنہ ۵۹ ع ».

(۲) لارڈ کیننگ بہادر سنہ ۱۸۱۲ ع مین پیدا ھوئی . سنہ ۱۸۵۲ ع مین ہندوستان کی گورنر جنرل اور سنہ ۱۸۵۸ ع مین پہلی وائسرائی بنائی گئی . غدر انھی کی عہد حکومت مین رونما ھوا . اودہ حکومت کی مکمل ضبطی بھی اسی عہد کا واقعہ ھی . مارچ ۱۷۶۲ ع مین انگلستان واپس گئی ، اور ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۲ ع کو وھین فوت ھوئی . اپنی عزم واستقلال ، تدبر ، اور خوبی انتظام کی بدولت انھون نی بڑی شہرت حاصل کی ھی .

سلامت رکھے ، اور صبر و ثبات و دولت و اقبال و عمر و جاہ و جلال بطریقِ دوامِ عنایت کرے .

دو غزلین منجمله باره غزلون کے بعدِ اصلاح ارسال کرچکا هون . خدا کرے پہنچ گئی هون. پرسون ایك قطعه جناب بیگم صاحب و قبله کی تاریخِ وفات کا بھیجا ہے. یقین ہے که پہنچے گا. از راهِ احتیاط وه قطعه اس ورق مین پھر لکھتا هون. اور نیز از راهِ احتیاط یه خط بیرنگ روانا کرتا هون. زیاده حدِ ادب . عریضۂ **اسد الله خان**. معروضۂ دوشنبه چهاردهم رمضان سنه ۱۲۷۵ ، مطابق هژدهم اپریل سنه ۱۸۵۹[۱] .

قطعه

جنابِ عالیه از بخششِ حق بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت «خلودِ خلد» گفت از روی الهام
(۱۲۷۵)

(۱٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

نوازشنامه کے ورودِ مسعود کی اطلاع دیتا هون ، اور هنڈوی کے پہنچنے کا شکر بجا لاتا هون . ستمبر سنه ۱۸۵۹ کے مهینے کے سو روپیه پہنچے . خاطرِ اقدس جمع رہے .

عزمِ ولایت کا حال معلوم هوا . حق تعالی آپ کو هر جگه مظفر و منصور و کامیاب رکھے[۲]. خدمت گزار هون، اور دعا و ثنا میرا کام ہے .

---

(۱) اس عریضه کی جواب مین نواب فردوس مکان نی تحریر فرمایا : « سابق اس سی دو قطعی تلطف صحیفۂ طمانینت افزا آپکی، اول مشعر مراتب تعزیت رحلت جناب والده صاحبه معظمه کی اس جهان فانی سی، اور دوسرا بانتظار جواب اور قطعۂ تاریخ رحلت جناب موصوفه کی متواتر وصول هوئی ... سبحان الله کیا تاریخ آپنی تصنیف فرمائی هی ، که الفاظ جامع مختصر هین ، اور تعمیه بطرز نادر اور بی تکلف هی » .

(۲) نوابصاحب کی ۷ ستمبر سنه ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۹ صفر سنه ۱۲۷۶ ھ کی فرمان سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب نی سفر انگلستان کی باری مین استفسار کیا تها . جس کی جواب مین نوابصاحب نی مذکورۂ بالا (باقی)

بڑھاپے نے کھو دیا. جز نفسے چند مجھ مین کچھ باقی نہین. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۂ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ عیسوی.

(۱۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تقدیمِ تسلیم گزارش کرتا ہون. پرسون ایك نیازنامہ بھیجا ہے. یقین ہے کہ پہنچے گا، اور اوسکا جواب جلد عنایت ہوگا. کل نوازشنامہ، جس مین سو روپیہ[۱] کی ہنڈوی بابت ماہِ اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ تھی، شرفِ ورود لایا. زرِ مندرجۂ ہنڈوی معرضِ وصول مین آیا. خاطرِ اقدس جمع رہے..... (شنبہ ٥ نومبر سنہ ۱۸۵۹)[۲].

(۱٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون. یہ میرا دردِ دل ہے. نامۂ تہنیت مین اسکا اندراج مناسب نہین جانا. مین انگریزی سرکار مین علاقہ ریاستِ دودمانی کا رکھتا ہون. معاش اگرچہ قلیل ہے، مگر عزت زیادہ پاتا ہون. گورمنٹ کے دربار مین داهنی صف مین دسوان نمبر

(بقیہ) تاریخ کو لکھا: «مشفقا! جو آپ نے نسبت عزیمت مخلص کے بسمت انگلستان استفسار فرمایا ہے. حال یہ ہے کہ فی الحقیقت ارادہ مخلص کا جانے انگلستان کو مصمم ہے. لیکن ابھی تك کوئی زمانہ جانے کا مقرر نہین ہوا ہے. اسواسطے حوالہ خامۂ اتحاد نگار کے ہوتا ہے کہ جس وقت زمانہ جانے ولایت کا قرار پاویگا، آپکو پیشتر سے اس خصوص مین اطلاع دہی عمل مین آویگی». میرزا صاحب کا عریضہ (نمبر ١٤) اس فرمان کا جواب ہے. یہان یہ واضح کردینا مناسب ہے کہ نواب صاحب کا یہ سفر ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے دست مبارك سے صلۂ خدمات غدر پانے کے سلسلہ مین ہونیوالا تھا. لیکن بعد ازان کسی وجہ سے سفر ملتوی ہو گیا. اور گورنر جنرل کے دربار فتح گڑھ مین خلعت وغیرہ عطا ہوا. دربار کی تفصیل عریضہ نمبر ۱۷ کے حاشیہ مین ملاحظہ ہو.

(۱) میرزا صاحب نے الفاظ کے اوپر حسابی رقم بھی لکھی ہے.

(۲) میرزا صاحب کے اس عریضہ کا آخری حصہ پھٹگیا ہے. اسلئے نام اور تاریخ متن مین موجود نہین. قوسین مین جو تاریخ درج ہے وہ لفافہ سے نقل کردیگئی ہے.

اور سات پارچے اور جیغہ ، سرپیچ ، مالائے مروارید ، خلعت مقرر ہے . لاڑد[1] ہاردنگ صاحب[2] کے عہد تک پایا . لاڑد دلہوسی[3] یہان آئے نہین . اب یہ نوابِ معلی القاب آتے ہین[4] . زمانے کا رنگ اور . کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین . بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب[5] . وہ بھی چیف سکرتر نرہے . لفٹنٹ گورنر ہوگئے . وہ سکرتر رہتے تو مجھے کچھ غم نتھا . ابتک مین اپنے کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ہون یا گنـاھگار . مقبول ہون یا مردود . مانا کہ کوئی خیر خواہی نہین کی ، جو نئے انعـام کا مستحق ہون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ہوئی ،

---

(۱) یہ میرزا صاحب کا املا ھی . صحیح لفظ لارڈ ھی .

(۲) لارڈ ھارڈنگ صاحب ھندوستان کی گورنر جنرل تھی . سنہ ۱۷۸۵ع مین پیدا ھوئی . جولائی سنہ ۱۸٤٤ع سی جنوری سنہ ۱۸٤۸ع تک گورنر جنرل ھند رھی . سکھ وار مین بہت نمایان خدمات انجام دین . انتظام مملکت مین بھی مفید اصلاحات نافذ کین . جگہ جگہ اسکول قائم کئی . ریلوی اور آبپاشی کی محکمون مین اضافہ کیا . اور اتوار کی عام تعطیل مقرر کی . آخر مین سنہ ۱۸۵۲ع سی سنہ ۱۸۵٦ع تک کمانڈر انچیف رھی ، اور امی سال ماہ ستمبر مین انتقال کیا .

(۳) لارڈ ڈلھوسی سنہ ۱۸۱۲ع مین پیدا ھوئی . سنہ ۱۸٤۷ع مین ھندوستان کی گورنر جنرل مقرر کئی گئی . اور ۱۲ جنوری سنہ ۱۸٤۸ع کو آفس کا چارج لیا . انھون نی سکھون کو زیر کرکی سنہ ۱۸٤۹ع مین پنجاب کا الحاق کیا . انکا اندرونی انتظام مملکت بہت عمدہ اور مضبوط مانا جاتا ھی . محکمۂ ریلوی مین نئی ضابطی نافذ کئی . اور صوبون کی درمیان ٹیلیگراف سسٹم قائم کیا . شاھی ڈاکخانہ کا نظم بھی انھی کا رھین منت ھی . پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ ، جیل ، جنگلات ، سروی اور محکمۂ تعلیمات قائم کیا . لیجسلیٹیو کونسل کا از سر نو انتظام کرکی اوسی وسعت دی . برما پر حملہ کیا ، اور خان قلات اور امیر افغانستان سی معاھدی مرتب کئی . صوبہ برار فوجی مصارف کی لئی حاصل کیا . ان کی ھاتھون بہت سی دیسی ریاستون کا خاتمہ ھوا . حادثۂ غدر کی تمام تر ذمہ داری بھی انھی کی کاندھون پر رکھی جاتی ھی . یہ بڑی جفاکش کارکن تھی . چنانچہ انکی سوانح کا خلاصہ فتح ، استحکام ، اور ترقی ھی . انھون نی لندن واپس جاکر سنہ ۱۸٦۰ع مین انتقال کیا .

(٤) لارڈ کیننگ بہادر وائسرائی مراد ھین .

(۵) ایڈمنسٹن صاحب سنہ ۱۸۱۳ع مین پیدا ھوئی . سنہ ۱۸۳۱ع مین اضلاع شمال و غرب مین تقرر ھوا . ستلج کی فتح کی بعد وھان کی ریاستون کی کمشنر بنائی گئی . سنہ ۱۸۵۳ع مین پنجاب کی کمشنر مالیات ھوئی . سنہ ۱۸۵۵ع سی سنہ ۱۸۵۷ع تک گورنمنٹ آف انڈیا کی فارن سیکریٹری رھی . بعد ازان جنوری سنہ ۱۸۵۹ع مین پنجاب کی گورنر ھوگئی . اور فروری سنہ ۱۸٦۳ع تک اس عہدہ پر فائز رھی . انھون نی ۲٤ ستمبر سنہ ۱۸٦٤ع کو انتقال کیا .

جو دستورِ قدیم کو برهم مارے[۱]. بہر حال اس تشویش مین هون. راهِ چاره مسدود، اور دکھ موجود. عرفی خوب کہتا ھے:

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ   زند بفرقم وگوید که هان سرے میخار

مرقومۂ صبحِ یکشنبه ۷ نومبر سنه ۱۸۵۹[۲].

(۱۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا هون. منشورِ عطوفت پہنچا. نوابِ عالی جناب کی ملازمت کا حال بسبیلِ اجمال مندرج تھا. مین از رویِ اخبار به تفصیل دریافت کر چکا هون. هندستان مین کسی رئیس کیواسطے یه بات کاھےکو هوئی ھے. مسند تکیه کسی کو کب ملا ھے. یه کمالِ عز و شان اور استحکامِ بنایِ ریاست کا نشان ھے. لطف یه ھے که اب صاحبانِ کورٹ آف ڈرکٹر حائل نہین رهے. نواب گورنر جنرل بہادر نائبِ سلطنت هین. اس صورت مین جو کچھ انهون نے دیا ھے، وه عطیه حضرتِ فلك رفعت ملکۂ معظمه کا ھے. ایسے شاهنشاه کی سرکار سے وسادۂ سروری کا عطا هونا بہت بڑی نوازش اور سزاوارِ صد گونه نازش ھے. یه چار بالشِ امارت اور «کاشی پور» کا ضمیمۂ ملكِ موروثی هونا پہلے آپ کو اور پھر ولیعہد بہادر کو اور پھر آپ کی اولاد و اخوان و انصار کو اور سب کے بعد غالبِ دعا گویِ گوشه نشین کو مبارك هو. زیاده حدِ ادب. مرقومۂ صبحِ یکشنبه ۲۷ نومبر ۱۸۵۹ ع[۳].

---

(۱) یه فارسی کی محاوره «برهم زدن» کا ترجمه هی.

(۲) نواب فردوس مکان نی جواباً تحریر فرمایا: «شفقا! هنگام ملاقات کی اکثر صاحبان ذیشان سی تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپ کا عمل مین آیا هی. الله تعالی کی فضل اور قدردانی سرکار دولتمدار سی یقین واثق هی که جو مدارج شریف آپکی قدیم سی هین، پیشگاه گورنمنٹ سی بھی اوسی مطابق ظهور مین آویگا. کسواسطی که اهالی سرکار ابدقرار قدردان و قدرشناس هین».

(۳) میرزا صاحب نی اس عریضه مین جس واقعه کی طرف اشاره کیا هی، وه اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۹۷-۱۱۰) کی بیان کی مطابق حسب ذیل هی: (لارڈ کیننگ صاحب بهادر گورنر جنرل نی ۱۵ نومبر سنه (باقی)

(۱۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لا کر عرض کرتا ہون ، کہ سو روپیہ کی ہنڈوی بابت

(بقیہ) ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۶ھ کو مقام فتحگڑھ مین ایك عالیشان دربار منعقد فرمایا . . .
اس دربار مین بہت سی دیسی روسا اور بہت سی یوروپین معزز حکام خصوصاً کانڈر انچیف صاحب شریك
تھی .... اس دربار عام مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بہادر سی مخاطب ہو کر کہا :
«مجکو بڑی خوشی اس بات کی ہی ، کہ ان خدمات کی عوض جو آپ نی ملکۂ معظمہ کی کین ، آج آپ
کا شکریہ ادا کرنیکا موقع ملا . آپ اپنی ذات خاص سی زمانۂ غدر مین نہایت مستعد اور صادق رہی .
اور آپ نی ، باوجود خوف جان و ریاست کی ، گرد و نواح مین نہایت مشقت اور مستعدی سی
حکومت برقرار رکھی . اور ملکۂ معظمہ کی افسرون کی مدد بقدر امکان بخوبی کی . سب سی بڑھ
کر یہ ہی ، کہ آپ نی ایك مجمع کثیر ہمقوم ملکۂ معظمہ کی جانین بچائین . ان کو سب آفتون
سی محفوظ رکھا . اور انکو ہر طرح کی آسایش دی . حالانکہ وہ زمانہ چارون طرف خوف سی
گھرا ہوا تھا . مین بڑی خوشی سی روبرو سپہ سالار افواج ہند ملکۂ معظمہ اور بہت سی معزز
افسر اور حاکمان ملکی کی ، جو گرد و نواح اور دیگر مقامات ہندوستان مین عہدہ‌ہای جلیلہ پر
منصوب ہین ، آپ کی حسن خدمات کا اقرار کرتا ہون . مجکو یقین ہی کہ آپ کی کارگزاریون
کو یہ لوگ ہرگز نہ بھولینگی» . اس دربار مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بہادر کو
خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ کا عطا کیا . اور سلامی کی فیر گیارہ کی بجای تیرہ مقرر ہوی .
علاوہ اسکی «فرزند دلپذیر» کا خطاب عنایت ہوا . القاب وآداب ان الفاظ کی ساتھ قرار پایا :
«نوابصاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمای مخلصان سلامت») .

بعد ازان ۲۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو گورنر جنرل بہادر کی سکریٹری نی گورنمنٹ ممالك مغربی
وشمالی کی سکریٹری کی نام حسب ارشاد گورنر جنرل بہادر ایك خط لکھا . اس خط کی دفعہ ۵ مین
تحریر تھا : (گورنر جنرل نی .... نواب صاحب کو مطلع کیا کہ انکی مستحکم وفاداری اور اعلی
درجہ کی امداد کی سبب سی ، جو انہون نی گورنمنٹ کو دی ہی ، انکو پرگنۂ کاشی پور ضلع
مرادآباد جسکی جمع ایك لاکھ چار ہزار چار سو روپیہ سالانہ ہی ، معافی مین بخشا ہی .
جسکو وہ اور انکی وارث اپنی جاگیر کی ایك ٹکڑی کی طور پر اپنی قبضہ مین رکھین .)

اس عطیۂ شاہی کی تہنیت مین میرزا صاحب نی یہ قطعہ فارسی نظم کیا :

ای آنکہ خود بمہر ہمی پروری مرا	از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد
رای تو در زمانہ بامضای کارہا	با اہتمام سہم سعادت سہیم باد
در صبح دولت تو ز گلہای رنگرنگ	دائم مشام دہر رہین شمیم باد
آن دم ، کہ مردہ را باثر زندہ ساختی ،	در باغ طالع تو بجای شمیم باد
پاشند آب گر برہت بہر دفع گرد	ہر قطرہ زان نمونۂ در یتیم باد
ہر صیغۂ، کہ وضع وی از بہر امر تست،	فارغ ز ننگ زحمت تقدیم میم باد
گر بہر خویش نیز دعای کنم چہ باك	این نغمہ ہم گزیدۂ طبع سلیم باد
آزادہ ام خلوص وفا شیوۂ من ست	راہم ورای مسلك امید و بیم باد (باقی)

مصارفِ ماہِ نومبر ۱۸۵۹ پہنچی . اور روپیہ وصول مین آیا. اور صرف ہو گیا. اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا. تم سے نکہون تو کس سے کہون. اس مشاہرۂ مقرری سے علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیج دیجیگا تو جلا لیجیگا. لیکن اس شرط سے کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۂ صبحِ پنجشنبہ ہشتم دسمبر سنہ ۱۸۵۹ بمجردِ ورودِ عنایت نامۂ مرقومۂ ماہِ حال[1].

(بقیہ) چون رهروی که بر نمط جاده ره رود — پیوسته سیر من بخط مستقیم باد
مانند فکر من رخ بخت تو دلفروز — مانند کلك من دل دشمن دونیم باد
پابستۂ زمان و مکان نیست دردمند — گر خود رود بکعبه برین در مقیم باد
شادم بکنج امن و نگویم که بنده را — خشتی ز زر خالص و خشتی ز سیم باد
مقصود از لباس همان پوشش تنست — پوشش گر از حریر نباشد گلیم باد
بالجمله این سه بیت که سرجوش فکرتست — در خورد لطف خاص و عطای عمیم باد
«نواب مهر مهر منوچهر چهر را — حاصل جمال یوسف و قرب کلیم باد
چون غنچۂ که پهلوی گل بشگفد بباغ — ملك جدید شامل ملك قدیم باد
هر دم ترا بخلوت راز و ببزم انس — روح الامین مصاحب و غالب ندیم باد»
(کلیات غالب فارسی، ص ۲٦)

اس قطعہ کے متعلق یہ بتانا، کہ کس تاریخ لکھا گیا، اور کب رامپور پہنچا، سخت دشوار ہے. اسلئے کہ مثل مین ایسا کوئی خط شامل نہین، جس مین اسکا ذکر ہو. لیکن ۲۷ نومبر کے مکتوب مین اسکا مذکور نہونے کے باعث، قیاس یہ ہے، کہ اس تاریخ کے بعد لکھا گیا ہوگا. اور اسی مہینے کے کسی آخری تاریخ مین یا ماہ دسمبر کے شروع مین نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال ہوا ہوگا. نوابصاحب کی تاریخ روانگی وآمد صاحب اخبارالصنادید نے ذکر نہین کی. لیکن خود نوابصاحب نے میرزا غالب کو ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۷٦ ھ مطابق ۸ نومبر سنہ ۵۹ ع کو لکھا ہے: «مخلص بتاریخ ۱۲ اس مہینے کے طرف فرخ آباد کے روانہ ہوگا اور بتاریخ ۱۸ اس مہینے کے معاودت کرکے رامپور پہونچے گا.....».

(۱) میرزا صاحب کے اس عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان نے القاب و تسلیمات کے بعد تحریر فرمایا: «مشفقا! بپاس ارقام سامی کے، کہ مخلص کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے محبت اور موانست قلبی ہے، ہنڈوی مبلغ دو سو روپیہ کی سوائے مشاہرۂ معینہ معطوف رقیمۃ الوداد ہذا کے مرسل ہے. اور چشمداشت آپ کی لطف فرمائی سے یہ ہے، کہ رسید ہنڈوی مذکور سے مطلع اور مطمئن فرمائین. اور سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کے متکلف ہوا ہون. لیکن ابتك آپ نے سرور ملاقات بہجت آیات سے مسرور نہین فرمایا. اب لازم اشفاق کا یہ ہے کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین.

اس ارشاد کی تعمیل مین میرزا صاحب صبح پنجشنبہ ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ ع کو دلی سے روانا ہوکر شام کو مرادنگر، اور جمعہ ۲۰ جنوری کو میرٹھ پہنچے. وہان ۲۱ کو قیام کرکے دوسری دن شاہجہانپور، گڑھ مکتیسر، اور مرادآباد ہوتے ہوے، جمعہ کے دن ۲۷ جنوری کو وارد رامپور (باقی)

(۱۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لاتا ہون . اور مزاجِ اقدس کی خبر پوچھتا ہون . اور بکمالِ ناچاری بصد گونہ شرمساری عرض کرتا ہون کہ آج سہ شنبہ ۷ فروری کی ہے . جو لوگ کہ میرے ساتھ ہین گوش بر آواز ہین . اور جو وظیفہ خوار دلی مین ہین وہ چشم براہ ہونگے . زیادہ حدِ ادب . خوشنودی کا طالب غالب . صبحِ سہ شنبہ ۷ فروری سنہ ۱۸٦۰[1] .

(۲۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

تقدیمِ مراسمِ تسلیم مقدمہ اس گزارش کا ہے، کہ عالم دو ہین . ایك عالم شہادت ، ایك عالمِ غیب . جسطرح عالمِ شہادت مین آپ میری دستگیری کررہے ہین ، عالمِ غیب مین آپ کا اقبال مجکو مدد پہنچا رہا ہے . تفصیل اس اجمال کی یہ کہ وہ نقشا پنسن دارون کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وہ اب صدر سے بعدِ صدورِ حکم آ گیا . حکم بہ نسبت ہر واحد کے مختلف ہے .

(بقیہ) ہوی . یہان منجانب ریاست مہمانداری کا انتظام کیا گیا . اور محلۂ راجدوارہ مین ایك مکان قیام کیلئے عطا ہوا . نواب فردوس مکان نے تعظیم و توقیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین کیا . اور چند دن کے بعد زر دعوت کے نام سے سو روپیہ ماہوار مقرر فرما دیا . رامپور کی آب وہوا میرزا صاحب کے مزاج کے موافق تھی . اسلئے وہ چاہتے تھے کہ یہان زیادہ عرصہ رہین . لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ آئے تھے . اونھون نے دلی واپس چلنے کیلئے ضد کی . چونکہ یہ دونون کم عمر تھے اسلئے انکا تنہا دلی بھیجنا مناسب نہ تھا . مجبوراً میرزا صاحب نے رخصت مراجعت کی درخواست کی . نواب فردوس مکان نے قیام پر اصرار کیا . لیکن آخرکار اجازت عطا فرما دی اور میرزا صاحب رامپور سے ۱۷ مارچ سنہ ٦۰ ع کو روانا ہوکر ۲٤ ماہ مذکور کو دلی جاجا پہنچے . سفر کی تفصیلات کیلئے دیباچہ ملاحظہ ہو .

(۱) اس عریضہ کے لفافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرزا صاحب کے قیام رامپور کے زمانہ مین نواب فردوس مکان کو لکھا گیا ، اور فتح محمد خانصاحب کے توسط سے کیمپ مین پیش ہوا . مقام کا نام لفافہ پر درج نہین . لیکن جوابی فرمان کے مسودہ مین «از مقام کمھریا» تحریر ہے . جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اوسوقت سرکار بسلسلۂ دورۂ ریاست موضع کمھریا تحصیل سوار مین فروکش تھی .

تقلیل بهت هے. سو روپیه مهینے والے کو پچهتر[۱] بهی هین، اور پچیس[۱] بهی هین، اور دس[۱] بهی هین. اب فرمائیے میرے واسطے کیا احتمال گزرتا هے. یاسِ کلی هے. لیکن واقعه یه هوا هے، که سب سے پهلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم. طرفه یه که میرے نام کے ساتھ ایک انگریزی تحریر هے، که جسکے دیکھنے سے یه معلوم هوتا هے، که گورمنٹ کا حکمِ منظوری اس تحریر پر متفرع هے. حکام کے عمله مین اور وکلا اور اهل شهر مین یه مشهور هے، که وه تحریر ولایت سے آئی هے. بهر حال دو امر هنوز مبهم هین. ایک اس انگریزی تحریر کا حال، اور دوسرے میرے بهائی کی پنسن کی حقیقت. سو یه دونون امر چند روز مین معلوم هو جائینگے. اور جو معلوم هوگا، وه عرض کیا جایگا. غالب. ۲۲ اپریل سنه ۱۸۶۰[۲].

(۲۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

شکرِ بنده پروری بجا لاکر عرض کرتا هون، که کل ۱۲ جولائی کو نوازشنامه مع سو روپیه کی هنڈوی کے پهنچا، اور روپیه معرضِ وصول مین آیا. متوقع هون، که یه عطیه چوتهی پانچوین انگریزی کو، جیسا که همیشه

---

(۱) ان مقامات پر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بهی لکهی هین.

(۲) اس عریضه کے جواب مین ۲۸ رمضان سنه ۱۲۷۶ ه مطابق ۲۰ اپریل سنه ۱۸۶۰ع کو نواب صاحب نے تحریر فرمایا: «مشفقا! جب کوئی مسرت پیش آنیوالی هوتی هے، تو آغاز هی سے مقدمات سرور پیدا هوتے هین. ایسی سامان نظر آتی هین که بے اختیار دلکو انبساط، طبیعت کو نشاط هو. حسن اتفاق دیکهیئے، که ۱۹ تاریخ اپریل سال حال پهلے تو ایک لاکھ بیس هزار کی جاگیر پر دخلدهانی کا خریطه آیا. مین اوسی پڑهرها تها، که آپکا نامهٔ سرور افزا پونچا. اوس سے آپکی پنشن کی بحالی کا مژده پایا. نشهٔ سرور دوبالا هوگیا. اور اسقدر بالیدگی اور خوشی حاصل هوئی که زینهار بیان اوسکا مجال زبان وقلم نهین. بارخدایا مبارک هو. سپاس منعم حقیقی ادا نهین هوسکتا. اسوقت مین بلا نقصان پنشن کا جاری هونا محض شان قدرت باری هے. شکر اوسکے احسانات کا کهانتک ادا کیجئے. عجب قدرت نمائی فرمائی هے. دلکو طرفه مسرت هاتھ آئی هے». میرزا تفته کے نام کے ٦ مئی سنه ۱۸۶۰ع کے خط سے معلوم هوتا هے که ٤ مئی سنه ۱۸۶۰ع کو زر پنشن وصول کیا گیا تها (اردوی معلی، صفحه ۹۰). وصول شده رقم، دوهزار دوسو پچاس روپیه کے خرچ کی پوری تفصیل کیلئے اردوی معلی، صفحه ۱۸۲، خط بنام میر مهدی ملاحظه هو. آخر مین یه عرض کرنا ضروری هے که میرزا صاحب کے عریضه کی تاریخ ۲۲ اپریل سهو قلم معلوم هوتا هے.

پهنچتا تها، پهنچا کرے. دسوین بارهوین نهوا کرے.

تم سلامت رهو قیامت تك

خوشنودی کا طالب **غالب**. صبحِ جمعه ۲۳ ذی الحجه سنه ۱۲۷٦ مطابق ۱۳ جولائی سنه ۱۸٦۰.

(۲۲)

ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت[۱].

بعدِ تسلیم معروض هے. عنایت نامه کے ورود سے مین نے عزت پائی. سو روپیه کی هنڈوی بابت مصارف مارچ سنه ۱۸٦۱ کے پهنچی. زرِ مندرجه معرضِ وصُول مین آیا. خاطرِ اقدس قرینِ جمعیت رهے. کلیاتِ فارسی کے پهنچنے سے اور اس نذر کے مقبول هونے سے مجکو بهت خوشی حاصل هوئی[۲].

تم سلامت رهو قیامت تك

عنایت کا طالب **غالب**. صبحِ یکشنبه ۷ اپریل سنه ۱۸٦۱ ع.

(۲۳)

ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم توره اور خلعت کے عطیّه کا آداب بجا لاتا هون. خدا آپ کو سلامت رکھے. اور اپنی اولاد کی اولاد کی شادیان کرنی اور اون

---

(۱) عریضه نمبر ۲۲ تا ۲۵ مین خلاف معمول لفظ «حضرت» ساقط هے.

(۲) میرزا صاحب کا یه نسخهٔ کلیات فارسی حسب تصریح فرمان مورخه ۳۰ مارچ سنه ٦۱ ع ڈاك کی ذریعه حضور مین پیش هوا. نوابصاحب نی اسکو «آئینهٔ جهان نما بل مخزن نکات مسرت افزا» تحریر کیا هے. یه نسخه کتب خانهٔ سرکاری مین محفوظ هے: خط نهایت صاف، کاغذ نیلگون اور جابجا مرزا صاحب کی قلمی تحریر سی مزین هے. اسکی کاتب کی باوی مین مرزا صاحب نواب ضیاءالدین خان بهادر کو لکھتی هین: «آپ کو دیوان کی دینی مین تامل کیون هے. روز آپ کی مطالعه مین نهین رهتا. بغیر اوسکی دیکھی آپ کو کهانا نه هضم هوتا هو، یه بهی نهین. پهر آپ کیون نهین دیتی: رها کتاب کی تلف هونیکا اندیشه، یه خفقان هے. کتاب کیون تلف هوگی. احیاناً اگر ایسا هوا، اور دلی لکھنو کی عرض راه مین ڈاك لٹگئی، تو مین فوراً بسبیل ڈاك رامپور جاؤن گا، اور نواب فخرالدین خان مرحوم کی هاتھ کا لکھا هوا دیوان تمکو لادونگا» (اردوی معلی، صفحه ۲۸۹).

شادیون مین تورہ وخلعت کی تقسیم نصیب ہو .

یہ تحریر نہین . مکالمہ ہے . گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریقِ انبساط عرض کرتا ہون ، کہ یہ سوا سو روپیئے ، جو تورہ و خلعت کے نام سے مرحمت ہوئے ہین ، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا ، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا ، تو میرا خلعت حضور پر باقی رہیگا یا نہین ؟

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

داد کا طالب غالب . دوشنبہ . بحسابِ تعزیہ داران پانچوین ، اور از روی دوج ٦ محرم الحرام سنہ ۱۲۷۸[1] .

---

(۱) اس عریضہ مین نواب فردوس مکان کی منجھلی صاحبزادی سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کا حوالہ ہی . یہ شادی نواب سید احمد علی خان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی نواسی کیساتھ ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۷ ھ مطابق ۲۷ جولائی سنہ ۱۸٦۱ ع کو قرار پائی تھی . مہینون قبل سی تیاریان ہوئی تھین . ملازمان ریاست کو خلعت اور عام باشندگان شہر کو کھانا تقسیم ہوا تھا . اور ساری شہر مین جابجا رقص و سرود کی محفلین آراستہ کی گئی تھین . ریاست کی بیرونی متوسلین اور احباب کی نام دعوتنامی جاری ہوئی تھی . اس سلسلہ مین میرزا صاحب کو بھی دعوت شرکت دیگئی تھی . لیکن وہ ضعف طبع کی سبب سی نآسکی تھی . چنانچہ نواب علاء الدین خان علائی کو ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸٦۱ ع کو لکھا ہی : «والی رامپور نی بھی تو مرشد زادہ کی شادی مین بلایا تھا . یہی لکھا گیا ، کہ مین معدوم محض ہوگیا ہون . تمھارا اقبال تمھاری کلام کو اصلاح دیتا ہی . اس سی بڑھکر مجھسی خدمت نہ چاہو» (اردوی معلی ، صفحہ ۳۰٤ و ۳۰۵) .

میرزا صاحب نی تورہ و خلعت کا عطیہ پاکر ایك تہنیت نامہ اور دو قطعات مبارکباد نوابصاحب کی خدمت مین روانہ کیئی تھی . قطعات مثل مین شامل نہین . لیکن حسن اتفاق سی کلیات فارسی (مطبوعہ لکھنو ، ص ۳۱) مین شایع ہوچکی ہین . مقام کی مناسبت چاہتی ہی کہ انہین یہان نقل کیا جائی . فرماتی ہین :

(۱)

دید ور یوسف علیخان کز فروغ رای او　　مہر تابان برد قسط فیض ومن ہم یافتم
از ولیعہدش سخن رانم کہ چون ماہ منیر　　طلعتش را دیدہ روشن ساز عالم یافتم
وان دگر فرزانہ فرزند فرہمندش کہ ہست　　کوکبی کش در دل افروزی مسلم یافتم
خواست تا سازد بآئین بہینش کدخدا　　شادگشتم چون خبر زین جشن اعظم یافتم
بہرہ بردم در تصور زان ہمایون انجمن　　بسکہ در خود طاقت رنج سفر کم یافتم
بزم طوی فرخ حیدر علیخان را بدہر　　خوشتر وخرم تر از بزم کی و جم یافتم (باقی)

(۲۴)

ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. آٹھ سات برس سے مصدرِ خدمت اور

(بقیه) سال این دولت فزا شادی بامهان نظر «مشتری» با «زهره» در «طالع» فراهم یافتم
اس قطعه مین مصرع آخر کی الفاظ (زهره، مشتری، اور طالع) سی سال جشن ۱۲۷۷ھ نکلتی هین.

(۲)

بهار هند که نامند بر شگال آنرا — پس از دو سال بر اهل جهان مبارکباد
بباغ وکشت و بیابان و کوه سر تا سر — سحاب و سبزه و آب روان مبارکباد
گزشت عهد سموم و وزید باد خنك — ز جان به تن، دگر از تن بجان مبارکباد
اگرچه رحمت عامست لیك بالتخصیص — برامپور کران تا کران مبارکباد
زبرگ برگ نیستان که گرد آن شهر است — رسد بگوش چنان کز زبان مبارکباد
ز انبساط پراست آنچنان که از رگ ابر — بجای قطره تراود همان مبارکباد
سپس بداد گر آیم که اهل دانش را — شود هرآئنه خاطر نشان مبارکباد
خود ابر و باد بگیتی ز دیر باز نبود — عطیه ایست که بر همگنان مبارکباد
معاف باشم اگر خود ز خویشتن پرسم — برامپور خصوصاً چسان مبارکباد
چو رامپور بود وجه تازه روئی دهر — ز هر چه این همه گل کرد آن مبارکباد
ز فیض همت فرمانروای آن شهرست — که ورد خلق بود هر زمان مبارکباد "
ظهور میمنت کدخدائی فرزند — بر آن رئیس سپهر آستان مبارکباد
که میهمان حق ست آن و ما طفیلی او — نزول مائده بر میهمان مبارکباد
بجیب و دامن مردم ز بخشش نواب — متاع خاصهٔ دریا و کان مبارکباد
کشایش در گنجینه و آنکه از در گنج — بدر شتافتن پاسبان مبارکباد
بطالبان زر و سیم سیم و زر فرخ — بسائلان تهی کاسه نان مبارکباد
بمن که تشنه‌لب باده‌های پرزورم — ازان میان دو سه رطل گران مبارکباد
مگو ز شادی اهل زمین، که می گویند — فرشتگان بلند آسمان مبارکباد
بدین ترانه که هان ای امیر شاه نشان — نوید فرخی جاودان مبارکباد
بشهریار و ولیعهد و شاهزادهٔ عهد — خوشی و خوبی و امن و امان مبارکباد
ازان جهت که ستایش نگار نوابی — ترا هم ای اسد الله خان مبارکباد

نواب فردوس مکان نی ۱۱ جولائی سنه ۱۸۶۱ ع مطابق غرهٔ محرم الحرام سنه ۱۲۷۸ ھ کو ان قطعات کی متعلق تحریر فرمایا: «.... قطعات مبارکباد اور تهنیت نامهٔ شادی کت خدائی برخوردار کامگار محمد حیدر علی خان بهادر ایام فرحت التیام مین سرور افزای خاطر نیاز هوی. اور سرمایه هزاران مسرت اور شادمانی کا ارزانی کیا. سبحان الله هریك شعر قطعون اور تهنیت نامه کا مضامین میمنت آگین اور معانی لطافت تضمین سی ایسا مملو تها، که وصول اسکا احاطهٔ تحریر و تقریر سی متزاید هی. الله تعالی آپکو ابد الدهر سلامت با جمعیت رکهی». (باقی)

شریکِ دولت ہون۔ لازم کرلیا ہے، کہ بیہودہ گزارش نکرون۔ اور کبھی کسی کی سپارش نکرون۔

بھائی حسن علیخان کے بیٹون کے باب مین جو علی بخش خانصاحب[1] کو لکھا، اس کو مین سپارش نسمجھا تھا۔ مخبر بنا، اور آپ کے اہل کارون کو اوس بات کی خبر دی، کہ جس کا تدارک صاحبانِ ملک و حاکمانِ عہد پر لازم ہے۔ سو بمقتضایِ نصفت و عدالت وہ مقدمہ فیصل ہوگیا۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو[2] واللہ باللہ اگر مین نے بھیجا ہو۔ نوکری کی

(بقیہ) اب صرف تہنیت نامہ باقی رہ جاتا ہی۔ بظاہر عریضہ نمبر ۲۳ تہنیت نامہ معلوم ہوتا ہی، لیکن اس کو مذکورۂ فرمان تہنیت نامہ قرار نہین دیسکتے۔ اس لئی کہ فرمان سی مترشح ہی، کہ تہنیت نامہ بھی منظوم تھا۔ اور یہ عریضہ منثور ہی۔ علاوہ برین اس کو تہنیت نامہ قرار دینا اسلئی بھی ناممکن ہی، کہ یہ لفافہ کی انگریزی تاریخ کی مطابق ۱۵ جولائی کو لکھا گیا تھا۔ اور تہنیت نامہ کا ذکر نواب صاحب کی ۱۱ جولائی کی فرمان مین آچکا ہو۔

(۱) علی بخش خانصاحب شیخ محبوب بخش بن شیخ امان اللہ کی لڑکی تھی۔ یہ ۱٤ شوال سنہ ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ع) کو نجیب‌آباد مین پیدا ہوئی۔ انکی دادا اور نانا اس ریاست کی قدیمی نوکر اور خدمت گزار تھی۔ انھون نی ایام غدر مین بڑی جانفشانی اور خیرخواہی سی کام کیا۔ اور اسکی صلہ مین گورنمنٹ سی پانچ ہزار روپیہ کا خلعت، تلوار، طلائی گھڑی اور تین ہزار چودہ روپیہ سالانہ کی جاگیر ضلع مرادآباد مین انعام پائی۔ نواب خلد آشیان نی تخت نشینی کی ایک سال بعد انھین چالیس ہزار روپیہ نقد یکمشت عطا کیی۔ اور جب یہ بیمار ہوئی، تو دو بار بنفس نفیس انکی عیادت کو تشریف لیگئی۔ انھون نی ۲ محرم سنہ ۱۲۸٤ھ مطابق سنہ ۱۸٦۷ع کو رامپور مین انتقال کیا اور مولانا جمال الدین رح کی مزار مین دفن ہوئی۔ انکی اولاد مین مولانا محمد علی مرحوم بین الاسلامی شہرت کی قومی رہنما ہوئی ہین (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱٤۱، وتذکرۂ کاملان رامپور، ص ٤٦٦)۔

(۲) میر سرفراز حسین میر مہدی مجروح کی بھائی اور میر افضل علی عرف میرن صاحب اونکی دوست تھی۔ میرزا صاحب سی بھی ان دونونکی خوردانہ تعلقات تھی۔ اردوی معلی اور عود ھندی مین انکی نام متعدد خطوط درج ہین۔ میرزا صاحب نی انکی ابتری معاش کا حال دیکھکر خانسامان صاحب کی نام تعارفی خط دیکر رامپور بھیجا تھا۔ لیکن شومی بخت سی اوس وقت یہان ملازمت نہ مل سکی، اور یہ دونون سو روپیہ کی زیرباری کی بعد واپس چلی گئی۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نی میر مہدی کو لکھا ہی: « سید صاحب کل پہر دن رہی، تمھارا خط پہنچا۔ یقین ہو کہ اوسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمھاری پاس پہنچ گئی ہون۔ حال سفر کا، جو کچھ ہی، اونکی زبانی سنلوگی۔ مین کیا لکھون۔ مین نی بھی جو کچھ سنا ہی اونھین سی سنا ہی۔ اونکا اسطرح ناکام پھرنا میری تمنا اور میری مقصود کی خلاف ہی۔ لیکن میری عقیدی (باقی)

جستجو کو نکلے تھے. میر سرفراز حسین نوکری پیشہ، اور میرن مرثیہ خوان اور یہان کے مرثیہ خوانون مین ممتاز. خانساما نصاحب کو جو مین نے یہ لکھا، کہ یہ ایسے هین اور ایسے هین. غرض اس سے یہ تھی، کہ محرم مین جہان دس پانچ مرثیہ خوان اور مقرر هوتے هین، میرن بھی مقرر هو جائین. آخر جا بجا تھانہ دار، کوتوال، تحصیلدار نوکر هین. میر سرفراز حسین هوشیار اور کارِ گزار آدمی هین. کسی علاقہ پر یہ بھی مقرر هو جائین. یہ دونو امر یا ان دونون مین سے ایك هوجاتا بہتر تھا. نہوا بہتر. درحقیقت سپارش نتھی. صرف معرّف هونا تھا. سپارش کرتا تو کیا مین آپ کو نہ لکھ سکتا تھا. میری طرف سے خاطرِ عاطر جمع رہے.

ز سینہ تا بلبم سالہا نیابد راہ هرآن نفس کہ رضایِ تو اندرآن نبود

دادکا طالب **غالب**. دوشنبہ ۲۲ جولائی سنہ ۱۸۶۱.

(۲۵)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد تسلیم کے عرض کرتا هون. اور طلوعِ ستارۂ اقبال کی مبارکباد دیتا هون. یقین هے کہ اس سفرِ فیض اثر مین «ریل گاڈی» کی سواری کی بھی سیر دیکھ لی هوگی. یہ اوس میمنت و شکوہ و شوکت سے علاوہ ایك تماشا

(بقیہ) اور میری تصور کی مطابق هی. مین جانتا هون کہ وهان کچھ نہوگا. سو روپیہ کی ناحق زیرباری هوئی. چونکہ یہ زیرباری میری بھروسی پر هوئی، تو مجھی شرمساری هوئی. لیکن مین نی اس چھیاسٹھ برس مین اسطرح کی شرمساریان اور روسیاهیان بہت اوٹھائی هین. جہان هزار داغ هین ایك هزار ایك سہی. میر سرفراز حسین کی زیر باری سی دل کڑھتا هی» (اردوی معلی، ص ۱۸۵). بعد ازان ۱۸ اگست سنہ ۱۸۶۱ع کو پھر لکھتی هین: «بھائی تم سچ کہتی هو. بر سر فرزند آدم هرچہ آید بگزرد. لیکن مجھی افسوس اس بات کا هی کہ یہ زیرباری میری تحریر کی بھروسہ پر هوئی اور خلاف میری مرضی کی هوئی. جسطرح سی یہ آئی هین، اگرچہ میری طبیعت اور میری خواهش کی منافی هی لیکن واقہ میری عقیدہ اور تصور اور قیاس کی مطابق هی. یعنی مین یہی سمجھا تھا کہ البتہ یونہی هوگا (ایضاً، ص ۱۵٤).

نیا دیکھا۔ حق تعالی حضرت کو سلامت باکرامت رکھے[1]

دعاگو ایک مہینا بھر سے بیمار ہے۔ ابتدا وہی قولنج دورے۔ بسببِ استعمالِ ادویۂ حارّہ، کہ اس مرض مین اوس سے گزیر نہین، تپ نے آ گھیرا. کئی باریان بھگتین۔ اب دو باریان ٹلگئی ہین۔ لیکن طاقت باالکل[2] سلب ہوگئی ہے۔ اور ضعفِ دماغ نے قریب بہ ہلاکت پہنچا دیا ہے۔ باالفعل[2] آب سیب کا استعمال ہے۔

---

(۱) نواب صاحب کی مذکورہ سفر کی تفصیل یہ ہی، کہ «.... جناب ملکۂ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کا ایک فرمان ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۶۱ ع کو صادر ہوا: جسکا خلاصہ یہ تھا. کہ [مابدولت نی اپنی مرضی خاص اور علم کامل اور عزم مبارک سی ایک رتبۂ جدید بہادری جو آج سی دوام کیلئی خطاب 'موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا' سی موسوم ہوکر مشہور ہوگا، تجویز اور ایجاد کیا ہی. اور مابدولت کا ارشاد ہوتا ہی، کہ رتبۂ مذکور مین ایک شخص 'ساورن' (سردار اعلی) ایک 'گرانڈ ماسٹر' (سردار) اور پچیس 'نائٹ' (بہادر) شریک رہین. اور والیان ہند اور سرداران ہندوستانی اور ہماری رعایا مین سی وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتی ہون، اس رتبۂ عالی سی محروم نہ کئی جائین. مابدولت کی تجویز اقدس سی مابدولت کی عزیز مشیر اکبر چارلس جان ارل کیننگ گورنر جنرل ہندوستان اس .... رتبہ کی اول سردار مقرر ہوی. اور یہ مقتضای دانشمندی اور مصلحت ہی، کہ رتبۂ مذکور کا سردار ایسی اشخاص کو، جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سی نامزد ہوکر اس رتبہ کی بہادر مقرر کئی جائین، عہدۂ موسومہ 'نائٹ بیچار' عطا کرنیکا مجاز ہی ....]. اسکام کیواسطی لارڈ کیننگ صاحب نی ایک دربار الہ‌آباد مین مقرر کرنیکی تجویز کی. اور نواب سید یوسف علیخان بہادر کو بھی بلایا. نوابصاحب مع خدم وحشم الہ‌آباد گئی: یکم نومبر سنہ ۱۸۶۱ ع کو ایک شاہانہ دربار منعقد ہوا .... جب تمام اہالی جلسہ اپنی اپنی کرسیون پر بیٹھ گئی، تو نوابصاحب بہادر تخت شاہی کی محاذی تشریف لیگئی. اور گورنر جنرل نی اپنی ہاتھ سی اس رتبہ کی تمغی عطا فرمائی. اور کھڑی ہوکر بیان کیا: '.... چونکہ یہ رتبہ سب سی پہلی آپ صاحبون کو عطا ہوا ہی، امید ہی کہ آپ ہند کی باشندون مین ایسا طریقہ اختیار کرینگی کہ آپ کا طرز عمل دیکھنی سی ہند کی سردارون یا باجگزارون کو ملکۂ معظمہ کیساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی پیدا ہو'. بعد اس تقریر کی دربار برخاست ہوا. اور نوابصاحب گورنر جنرل سی رخصت ہوکر اپنی دارالریاست کو واپس تشریف لائی» (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱۱۳-۱۱۶).

نوابصاحب کی فرمان بنام غالب مورخۂ ۸ اکتوبر سنہ ۶۱ ع مطابق ۲ ربیع الثانی سنہ ۷۶ھ سی معلوم ہوتا ہی، کہ حضور ۱۳ اکتوبر سنہ ۶۱ ع کو الہ آباد روانہ ہوی. تقریباً ایک ماہ رامپور سی باہر رہنی کا خیال تھا. لیکن جیسا کہ میرزا صاحب کی خط سی معلوم ہوتا ہی نومبر کی پہلی ہفتہ مین واپس تشریف لی آئی.

(۲) ان دونون لفظون مین میرزا صاحب نی ایک الف زائد لکھدیا ہی. صحیح «بالفعل» اور «بالکل» ہی.

طریقۂ دعا گوئی و ثنا خوانی کی رعایت سے نو بیت بسبیل مثنوی، کہ جس مین حصولِ عطیۂ سلطانی کی ہجری وعیسوی تاریخ ہے، بہر حال لکھ لی ہین. کل ورودِ عنایت نامہ سے معزز ہو کر آج وہ اشعار نذر کرتا ہون[1]. زیادہ حدِ ادب. تم سلامت رہو قیامت تک. شفقت کا طالب **غالب**.
دو شنبہ ۱۱ نومبر سنہ ۱۸٦۱.

(۲٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل ایک شعر ظہوری مغفور کا اور ایک شعر غالب مرحوم کا ایک ورق پر لکھکر صبح کو ڈاک مین بھجوا دیا. شام کو توقیعِ وقیع ہرکارۂ ڈاک نے لا دیا. اگست سنہ ۱۸٦۲ کی پرورش کی ہنڈوی پہنچی، اور سو روپیہ وصول ہوگئے.

فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ہے. چند روز سے تفقد و التفاتِ قدیم مین، خدا نخواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ہون. اگر غلط ہے میرا گمان، تو بشرفِ اطلاع مشرف فرمائیے. اور اگر میرا دلِ دیوانہ سچ سمجھا ہے، تو متوقع ہون کہ عتاب کے سبب سے آگہی پاؤن. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

معروضۂ صبحِ دو شنبہ ۱۵ ستمبر سنہ ۱۸٦۲ ع. [مہرِ **غالب** سنہ ۱۲۷۸ ھ].

یہ عرضداشت جدا ہے، البتہ اس کے جواب کا امیدوار ہون، اور رسیدِ معمولی جدا ہے[2].

(۲۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے پہنچا.

---

(۱) اس مثنوی کے متعلق لفافہ کی پشت پر نوٹ ہے «تاریخ نزد منشی سیلچند ماند». سرکار نے اسکی تعریف مین ۱۷ نومبر کو تحریر فرمایا «سبحان اللہ! ہر تاریخ بے بدل اور بطور نادر اور تحفۂ بے مثل ہے».
(۲) یہ عبارت عریضہ کے آخر مین مہر کے بعد تحریر ہے.

اگست سنه ۱۸٦۲ کے مهینے کی پرورش کا روپیه وصول هوا .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

[مهرِ غالب سنه ۱۲۷۸ ه] . دو شنبه ۱۵ ستمبر سنه ۱۸٦۲ .

(۲۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامه مع هنڈوی سو روپیه کے شرفِ ورود لایا . سو روپیه مصارفِ ستمبر سنه ۱۸٦۲ کا معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

معروضهٔ دهم[۱] اکتوبر سنه ۱۸٦۲ . خوشنودیِ مزاج کا طالب **غالب** .

(۲۹)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامهٔ ربوبیت طراز ، مورخهٔ ۱۱ مارچ سنه ۱۸٦۳ ، ۱٤ ماهِ مذکور کو مین نے پایا . دوسو روپیه کی هنڈوی کا شکر بجا لایا . کهانتك شکر بجا لاؤنگا . کس کس عنایت کا سپاس ادا کرونگا . « شکرِ نعمتهایِ تو چندانکه نعمتهایِ تو » .

اب سنیئے اپنے دعاگو کی داستان . منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بهادر نے[۲] خلعت عطا کیا . اور فرمایا که هم تمهین مژده دیتے هین ،

---

(۱) لفافه پر یوم جمعه ۱۰ اکتوبر سنه ۱۸٦۲ لکها هی .

(۲) سر رابرٹ منٹگمری صاحب مراد هین . یه فروری سنه ۱۸۵۹ ع سی جنوری سنه ۱۸٦۵ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رهی تهی . قدر بلگرامی کی نام کی مکتوب سی معلوم هوتا هی ، که مرزا صاحب انکی دربار مین شریك نهین هوی تهی . دربار کی بعد منٹگمری صاحب نی بلاکر اپنی طرف سی خلعت عطا کیا ، اور وهین دربار انباله کی متعلق گفتگو هوئی . فرماتی هین : «.... رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ بهادر قلمرو پنجاب یهان (دلی) آئی . دربار کیا . مین نگیا . دربار کی بعد ایك دن باره بجی چپراسی آکر مجکو بلا لی گیا . بهت عنایت فرمائی . اور اپنی طرف سی خلعت عطا کیا » (اردوی معلی ، ص ٤۰٦ ، لاهور ایڈیشن سنه ۱۹۲٦ ع) . منشی شیونراین کی نام کی خط مین واقعه کی مزید تفصیلات تحریر کی هین . فرماتی هین : «... بڑی لارڈ صاحب کی ورود کی زمانی مین نواب لفٹنٹ گورنر بهادر پنجاب بهی دلی مین آئی . دربار کیا . خیر کرو . مجھ کو کیا . ناگاه دربار کی تیسری دن باره بجی چپراسی آیا ، اور کها که (باقی)

که نواب گورنر جنرل بہادر نے[1] اپنے دفتر مین تمھارے دربار اور خلعت کے بدستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا. مین نے عرض کیا که مین انبالے جاؤن؟ فرمایا البته انبالے جانا ہوگا.

بعد جناب نوابصاحب کے جانے کے شہر مین شہرت ہوئی، که دلی کے لوگ انبالے جانے سے ممنوع ھین. گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا. آپ خط اپنا دے آیا. زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا. پھر خط کے جواب مین خط محررۂ ۷ مارچ آیا. چنانچه لفافه بلحاظِ گرانیِ وزن رہنے دیتا ہون. اور خط بجنسه حضرت کو بھیجتا ہون.

کل سے ایك اور خبر اوڑی ھے، که نصیبِ اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہو گئی ھے. انبالے مین دربار نکرینگے. اور شمله کو چلے جائینگے. اب مین دو وجه سے بین السفر و السکون متردد ہون. پہلی وجه خاص. دوسری وجه عام. دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا ھے، اور سو مہاجن کے ھان ڈاك اور خرچِ راه کیواسطے رہنے دئے ھین. تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا. جو حکم آئیگا آپ سے عرض کر کے اوسکی تعمیل کرونگا.

(بقیه) نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ھے. بھائی یه آخر فروری ھے. اور میرا حال یه ھے که علاوه اوس دائیں ھات کے زخم کے سیدھی ران مین اور بائیں ھات مین ایك ایك پھوڑا جدا ھے. حاجتی مین پیشاب کرتا ھون. اوٹھنا دشوار ھے. بہر حال سوار ھوگیا. پہلے صاحب سکرتر بہادر سے ملا. پھر نوابصاحب کی خدمت مین حاضر ھوا. تصور مین کیا بلکه تمنا مین بھی جو بات نه تھی وه حاصل ھوئی. یعنی عنایت سے عنایت، اخلاق سے اخلاق. وقت رخصت خلعت دیا. اور فرمایاکه یه ھم تجھ کو اپنی طرف سے از راه محبت دیتے ھین. اور مژده دیتے ھین، که لارڈ صاحب کے دربار مین بھی تیرا نمبر اور خلعت کھل گیا. انبالے جا. دربار مین شریك ھو. خلعت پہن. حال عرض کیا گیا. فرمایا: 'خیر اور کبھی کے دربار مین شریك ھونا'. اس پھوڑے کا برا ھو انبالے نجاسکا، (اردوی معلی، ص ۳۸۳ و ۳۸٤).

(۱) لارڈ الگن بہادر مراد ھین. یه لارڈ کیننگ کے بعد ہندوستان کے وائسرای ھوے. جنوری سنه ۱۸۶۲ع مین چارج لیا اور ۲۰ نومبر سنه ۱۸۶۳ع کو فوت ھوگئے. میرزا صاحب ایك مکتوب کے آخر مین لکھتے ھین: «۲۱ جمادی الثانی سال 'غفر' مطابق ۳ دسمبر سال 'کیا غضب ھے ھے' یه گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی ھے» (اردوی معلی، ص ٤۰۵).

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

معروضۂ ۱٦ مارچ سنه ۱۸٦۳ . (مہرِ غالب سنه ۱۲۷۸ ھ)[1] .

(میرزا صاحب نے ایک عریضه ۲۸ جولائی سنه ۱۸٦۳ ع کو لکھا تھا. مثل مین اوسکا لفافه موجود ھے . میر منشی صاحب دارالانشا نے اوسپر تحریر کیا ھے : «عرضی در حضور ماند») .

(۳۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . جب انبالے میرا جانا نہوا ، تو مین نے قصیدۂ

---

(۱) میرزا صاحب نے ۱۳ رمضان مطابق ٤ فروری (سنه ٦۳ ع) کو میرزا تفته کے نام حسب ذیل خط لکھا ھے : «... همیشه نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار مین مجکو ۷ پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا . لارڈ کینگ صاحب میرا دربار اور خلعت بند کر گئے ہین . ناامید ہوکر بیٹھرھا . اور مدت العمر کو مایوس ھو رھا . اب جو یہان لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے . مین جانتا تھا ، که یه بھی مجھسے نه ملینگے . کل اونھون نے مجکو بلا بھیجا . بہت سی عنایت فرمائی . اور فرمایا که لارڈ صاحب دلی مین دربار نکرینگے . میرٹ ھوتے ھوے اور میرٹ مین اون اضلاع کے علاقه دارون اور مالگزارون کا دربار کرتے ھوے انبالے جائینگے . دلی کے لوگون کا دربار وھان ھوگا . تم بھی انبالے جاؤ . شریك دربار ھوکر خلعت معمولی لے آؤ . بھائی کیا کہون که کیا میرے دل پر گزری . گویا مرده جی اٹھا . مگر ساتھ اس مسرت کے یه بھی سناٹا گزرا ، که سامان سفر انباله و مصارف بے انتہا کہان سے لاؤن . اور طره یه که نذر معمولی میرے قصیده ھے . ادھر قصیده کی فکر . اودھر روپیه کی تدبیر . حواس ٹھکانے نہین . شعر کام دل و دماغ کا ھے . وه روپیه کی فکر مین پریشان . میرا خدا یه مشکل بھی آسان کریگا . لیکن اندنون مین نه دن کو چین ھے . نه رات کو نیند ھے . یه کئی سطرین تھین ، اور ایسی ھی کئی سطرین جناب نوابصاحب کو ، لکھکر بھیجدی ھین . جیتا رھا تو انبالے سے آکر خط لکھونگا » (اردوی معلی ، ص ۱۱۱) .

اس خط سے معلوم ھوتا ھے ، که میرزا صاحب نے محولۂ بالا « سطرین » چار فروری کو یا اس سے ایك دو دن قبل نوابصاحب کی خدمت مین ارسال کی تھین . سوء اتفاق سے ان سطور والا عریضه مثل مین موجود نہین . البته نوابصاحب کا جواب شامل ھے . القاب وآداب کے بعد ارشاد فرمایا ھے: «... مشفقا! ھنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای مصارف تشریف فرمائی سامی برای ملازمت جناب مستطاب معظم الیهم معطوف رقیمة الوداد هذا مرسل خدمت شریف است ». یه فرمان ۱۱ مارچ سنه ٦۳ ع کو تحریر کیا گیا تھا . میرزا صاحب کے عریضه مین اسیکا حواله ھے . اصل عریضه کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ۱۹ مارچ کو تحریر فرمایا : «... جوکه خط نواب صاحب کمشنر بہادر سے عدم حصول شرف ملازمت جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام اقبالھم کا بمقام انبالے مستنبط ھے ، اسواسطے تشریف لیجانا آپ کا انبالے کو بلا استجازت ضرور نہین معلوم ھوتا . آینده جو رای زرین آپکی اس خصوص مین مقتضی ھو . اور خط مسطور بجنسه واپس بھیجا جاتا ھے ...» .

مدح، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا، بطریقِ ڈاك جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا، که آپ اسکو جناب نوابِ معلی القاب کی نظر سے گزرانین[۱]. اور یه دستورِ قدیم تھا، که جب مین قصیدۂ مدحیه بھیجتا، تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکامِ ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نے موافقِ معمول قصیده بھیجا، یقین ھے که مارچ یا اپریل کے مہینے مین وه لفافه یہان سے لشکر کو گیا، صدائی بر نخاست. ناامید ھوکر بیٹھرھا. بلکه یه خیال گزرا که جب رسمِ تحریرِ خطوط نرھی، تو دربار اور خلعت کہان. ناگاه کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاك مین آیا. وھی افشانی کاغذ. وھی القاب. جی چاھتا تھا که اصلِ خط مع سرنامه بھیجدون، تاکه حضور ملاحظه فرمائین. مگر برسات کا اندیشه مانع آیا. نقل سرنامه اور خط کی بھیجتا هون.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

حضور کی خوشنودی کا طالب غالب. صبحِ سه شنبه ٤ ماهِ اگست سنه ۱۸٦۳[۲].

---

(۱) قصیدۂ مذکور کیلئے مثنوی ابر گہربار (ص ۳۵، مطبوعه اکمل المطابع، دهلی، سنه ۱۲۸۰ھ) ملاحظه هو.

(۲) صاحب سکرتر بہادر کی محولۂ بالا خط کی نقل حسب ذیل هی:

نقل خط جناب صاحب سکرتر بہادر

سر نامه.

در شهر دهلی.

خانصاحب بسیار مهربان دوستان، مرزا اسد الله خان غالب سلمه الله تعالی.

خط بر کاغذ افشان.

خانصاحب بسیار مهربان دوستان سلامت.

قصیدۂ با آب و تاب در مدحت نواب مستطاب معلی القاب ویسرای وگورنر جنرل بہادر دام اقباله وصول گردیده، بر رخ ارادت آن مهربان آبی، و بر جبین عقیدت ایشان تابی افزود. واز گرانمایه گوهرهای بحر فکر یکتا سخنور معنی پرور، که گنج بر گنج نهاده بود، از نظر قبولی بندگان نوابصاحب ممدوح گزشته، طرب پیرای خاطر همایون ایشان گشت. زیاده چه نگاشته آید. (دستخط انگریزی) مرقوم ۳۰ جولائی سنه ۱۸٦۳ع.

یہان یه امر قابل اظهار هی که میرزا صاحب کی اس روحانی سرور کی حصول مین اونکو ایك جسمانی عارضه نی خلل اندازی کی. چنانچه جمعه ۲۷ مارچ سنه ۱۸٦۳ع کو میر سرفراز حسین کو (باقی)

(۳۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـد تسلیم کے معروض ہے . نوازشنامه اور اوسکے ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین . «شکرِ نعمتهایِ تو چنـــدانکه نعمتهایِ تو» . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیـامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب **غالب** . سه شنبه پنجم جولائی سنه ٦٤ .

(۳۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت مع قطعۂ ہنـڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیـــه بابت تنخواهِ جولائی سنه ۱۸٦٤ کے معرضِ وصول مین آیا .

تم سـلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترحّم کا طالب **غالب** . ۱۱ اگست سنه ۱۸٦٤ .

(۳۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامه مع ہنـڈوی عزِ ورود لایا . سو روپیـه بابت تنخواهِ ماهِ اگست سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده

(بقیه) لـکھتے ہین: «رجب کے مہینے مین سیدھے ہاتھ پر ایك پھنسی ہوئی، پھنسی پھوڑا ہوگئی . پھوڑا پھوٹکر زخم بنا . زخم بگڑ کر غار ہوگیا . اب بقدر یك کف دست وه گوشت مردار ہوگیا . انبالے جانے کی بھی یہی وجه ہوئی» (اردوی معلی ، صفحه ۱۵۲) . بعد ازان ۳ مئی کو منشی شیو نراین کو لـکھا ہے : «... اس پھوڑی کا برا ہو انبالے نجاسکا» (ایضاً ، صفحه ۳۸٤) . میرزا تفته کو ایك غیر مورخه خط مین اطلاع دی ہے : «لو صاحب ! ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کرکے انبالے کا جانا موقوف کیا . اور بڑے گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا . بیمار ہون . ہات پر ایك زخم ، زخم کیا ایك غار ، ہوگیا ہے . دیکھئے انجام کار کیـا ہوتا ہے» (ایضاً ، صفحه ۳٦۸ ، لاہور ایڈیشن سنه ۱۹۲٦ ع) .

حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار
نجات کا طالب **غالب** . جمعه نہم ستمبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . صدورِ والا نامه سے مین نے عزت پائی . بذریعۂ هنڈوی سو روپیه بابت تنخواهِ ستمبر سنه ١٨٦٤ وصول هوئے . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار
ترحم کا مستحق اور تفقّد کا طالب **غالب** . دو شنبه دهم اکتوبر سنه ١٨٦٤ عیسوی .

(٣٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم و نیاز معروض هے . جب سے حضرت کی ناسازیِ مزاجِ مبارك کا حال خارج سے مسموع هوا هے ، عالم الغیب گواه هے که مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میرے فرزند حسین علی خان[1] پر کیا گزر رهی هے . ایکدن رات میرے گھر مین روٹی نہین پکی . هم سب نے فاقه کیا . بارے وه خبرِ وحشت اثر غلط نکلی . حواس ٹھکانے هوئے . باالکل[2] اطمینان جب هوگا که آپ کے غسلِ صحت کی نوید سنونگا ، اور قطعۂ تاریخِ غسلِ صحت لکھکر

(١) حسین علی خان ، مرزا صاحب کی متبنی زین العابدین خان عارف کی لڑکی تھی . باپ کی انتقال کی بعد مرز صاحب نی انھین پوتون کی طرح پالا تھا . نواب خلد آشیان کی عهد مین ریاست سی وظیفه پانی لگی تھی . یه نہایت خوشگو شاعر تھی . اردو اور فارسی دونون زبانون مین شعر کہتی تھی . فارسی مین خیالی اور اردو مین شادان تخلص تھا . اپنی والد کی طرح انهون نی بھی نوجوانی کی عالم مین سنه ١٢٩٦ھ (١٨٨٠ع) مین انتقال کیا . « شادان فرخ نهاد » مادۂ تاریخ هی (انتخاب یادگار ، صفحه ٢٧ و ١٧٦ ، وتاریخ لطیف قلمی ، ص ١٥٢ ، مصنفه مولوی مهدیعلیخان مرحوم سابق تحویلدار کتب خانه) .

(٢) میرزا صاحب نی اس لفظ کا املا دو الفون کی ساتھ لکھا هی . صحیح « بالکل » بیك الف هی .

بھیجونگا. فی الحال اتنا چاھتا ھون کہ اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقتِ مرض سے آگھی حاصل ھو[1]. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار
تمھاری سلامتی کا طالب **غالب**. ۸ نومبر سنہ ۱۸٦٤.

(۳٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. ابتدای یکم نومبر سے ۱۱ تك عرض نہین کرسکتا کہ لیل و نہار مجھ پر کیسے گزرے ھین. راہ دور، مین رنجور، معہذا بیمقدور. اگر دلی سے رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی ھوتی، تو مین یہان ایك دم نہ ٹھرتا اور خدمت مین حاضر ھوتا. تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل ھو. ناچار از راہِ اضطرار ۸ ماہِ حال یعنی نومبر کو عریضہ روانا کیا. خدا کی عنایت اور مرشدِ کامل یعنی حضرت کی ھدایت نے اوس خط کے جواب آنے کی مدت سے پہلے مجھے گردابِ اضطراب سے نکالا. کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامہ آگیا. گویا میری جان بچ گئی. بلکہ ایك اور نئی جان میرے بدن مین آگئی. اب استدعا یہ ھے کہ حالِ ناسازیِ مزاجِ اقدس مفصل معلوم ھو. زیادہ حدِ ادب[2].

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار
عافیت کا طالب **غالب**. یکشنبہ ۱۳ نومبر سنہ ۱۸٦٤.

---

(۱) نواب فردوس مکان اس سال عارضۂ سرطان مین مبتلا ھوکر مسلسل ٦ ماہ تك علیل رھی. میرزا صاحب سی اونکی تعلقات شاگردانہ اور کریمانہ تھی. اسلئی جب علالت کی اطلاع ملی تو یہ بہت متردد ھوی، اور بذریعۂ عریضۂ ھذا حقیقت مرض سی آگاہ کرنیکی درخواست کی. لیکن مثل مین اس کا جواب موجود نہین. اس سی خیال ھوتا ھی کہ غالباً شدت مرض کی سبب جواب مین تاخیر ھوئی. اور جب اس عرصہ مین میرزا صاحب کا آیندہ خط بھی موصول ھوگیا تو دونون کی جواب مین مرض کی حقیقت سی اونہین اطلاع دیگئی.

(۲) اس عریضہ کی جواب مین ۱۹ نومبر کو نوابصاحب نی تحریر فرمایا «مشفقا! اب فضل الہی سی پھوڑۂ لاحقہ مین بہت تخفیف اور قریب الاندمال کلی ھی». عریضہ نمبر ۳۸ سی معلوم ھوتا ھی کہ یہ فرمان مرزا صاحب کو ۲٦ نومبر کو موصول ھوا.

(۳۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . عنایت نامه مع هنڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیه بابت اکتوبر سنه ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

عافیت کا طالب غالب . ١٣ نومبر سنه ١٨٦٤ .

(۳۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . کس زبان سے کہون ، اور کس قلم سے لکھون ، که یه هفته عشره کس تردد و تشویش سے بسر هوا ہے . هر روز شام تك جانبِ در نگران رهتا ، که ڈاك کا هرکاره آئے ، اور حضرت کا نوازشنامه لائے . بارے خدا کی مهربانی هوئی . از سرِ نو میری زندگانی هوئی ، که کل چار گھڑی رات گئے ڈاك کے هرکارے نے وه عطوفت نامۂ عالی دیا ، جس کو پڑھکر روحِ تازه رگ و پے مین دوڑ گئی . نیند کس کی . سونا کس کا . روشنی کے سامنے بیٹھا اور اشعارِ تهنیت لکھنے لگا . سات شعر مع مادۂ حصولِ صحت جب لکھ لئے تب سویا . اب اس وقت وه مسوده صاف کرکے ارسال کرتا هون[1] .

---

(۱) اشعار مذکور کی متعلق عریضه کی لفافه پر نوٹ هی : « حسب الحکم تاریخ نزد مولوی امیر احمد صاحب فرستاده شد . یکم دسمبر سنه ١٨٦٤ ع » . امیر صاحب نی تذکرۂ انتخاب یادگار (ص ٢٥٠) مین ، قطعۂ تاریخ غسل صحت کی نام سی یه ٦ شعر درج کئی هین :

دانم شنیدۂ که در اقصای مغربست	سر چشمۂ که خضر شد از وی بقا پزیر
جوی بریده اند و روان کرده اند آب	حمام را بحوض ازان فرخ آب گیر
هنگام شب که زیر زمین باشد آفتاب	از تاب مهر گرم شد آن آب نا گزیر
حمام حوض بنگر و گل جامش آسمان	و آن را سفید کرده فروغ مه منیر
آمد برای غسل بگرما به اندرون	مانند معنی که نهد روی در ضمیر
اینك (فراغ) و (اخترنیك) و (خجسته روز)	پیداست زین سه لفظ سه تاریخ دلپذیر

١٢٨١ھ . ١٢٨١ھ ١٢٨١ھ

(باقی)

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

خیر و عافیت کا طالب **غالب**۔ ٢٧ نومبر سنہ ١٨٦٤

(٣٩)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ نوازشنامہ عزِ ورود لایا۔ از روی ِ ہنڈوی سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ نومبر سنہ ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

تمھاری سلامتی کا طالب **غالب**۔ ١٣ رجب و دسمبر سنہ ١٨٦٤۔

(٤٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ حضرت کے قدمون کی قسم چوب چینی کے ارسال کا حکم ڈاک سے مین نے نہین پایا۔ ٢٢ دسمبر کو ہرکارہ آیا۔ نوازشنامۂ شرف افزا لایا۔ دلّی اب شہر نہین، چھاؤنی ہے، کنپ ہے۔ نہ قلعہ، نہ شہر کے امرا، نہ اطرافِ شہر کے روسا۔ بہر حال تین چار دن مین ہر یک جگہ سے منگوا کر رنگین وسنگین و بے گرہ یا کم گرہ خود چنکر پانچ سیر قطعاتِ

(بقیہ) اس مین چوتھی شعر کی بعد ایک شعر ساقط معلوم ہوتا ہی۔ نوابصاحب نی اس قطعہ کی تعریف مین حسب ذیل گرامی نامہ ٢٤ شعبان سنہ ١٢٨١ھ مطابق ٢٥ جنوری سنہ ١٨٦٥ع کو تحریر فرمایا: «ہماری صحت کی تہنیت مین قطعہ مبارک باد کا، جو آپ نی بھیجا ہی، وہ پونہچا۔ اوسکی آنی سی سرور صحت دوبالا ہوگیا۔ ایسی نظم ایسی تاریخین دوسریسی کب ہوسکتی ہین۔ حقا کہ اللہ تعالی نی آپکو بی مثل اور عدیم النظیر پیدا کیا ہی۔ جس کمال کو دیکھیی اوس مین آپکی ذات فرد کامل ہی۔ فی الحقیقت ہم نی اس مرض مین بڑی تکلیف اٹھائی۔ بہت ایذا پائی۔ اللہ نی بڑا فضل فرمایا۔ دوستونکی دعا کو قبول کیا۔ شفا حاصل ہو گئی ہی۔ اندک زخم اندمال ہونیکو باقی ہی۔ غالب ہی کہ دس بارہ دن مین مرہم لگانا موقوف ہو جائی۔ آپ کا ہدیۂ مرسلہ اکثر نقل محفل رہتا ہی۔ جو سنتا ہی جو دیکھتا ہی وارفتہ ہوجاتا ہی۔ سچ ہی ایسی لوگ کہان پیدا ہوتی ہین۔ ہزارون برس فلک چرخ لگاتا ہی تب کہین ایک شخص اس کمال کا پیدا ہوتا ہی۔ الہم بصحت وعافیت طول عمر عطا کری۔ اور تا دیرگاہ اہل جہان آپ کی ذات سی مستفید ہوا کرین۔ باقی خیریت»۔

چوب چینی ایك ٹھلیا مین رکھکر آٹے سے منھ بند کیا . پھر کپڑا لپیٹا . ڈورے سے خوب مضبوط باندھکر دو جگہ اپنی مہر کی اور وہ ٹھلیا کہار کو سونپی .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

روزِ دو شنبہ ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸٦٤. وقتِ صبح حوالۂ کہارِ سرکار. (مہرِ غالب).

(٤١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامہ کے ورود سے عزت اور ادراكِ صحت و عافیتِ مزاجِ اقدس سے مسرت حاصل ہوئی . پرچۂ ہنڈوی اوس توقیع مین ملفوف پایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

حضور کی سلامتی کا طالب غالب . ١٤ جنوری سنہ ١٨٦٥ عیسوی .

(٤٢)

بحضرتِ فلك رفعت . نوابِ معلی القاب . انجم گروہ ، آفتاب شکوہ ، به بخشش و بخشایش بینوایان را تونگر کن ، و ناتوان را توانا ساز ، در عز و جاہ با تاجداران همسر . و در ملك و سپاه با شهریاران انباز ، که بفرزانگی حلقه درگوش افگنندۂ دانش گستران ، و بمردانگی غاشیه بردوش نهندۂ دلاوران .

هرچه از نیایش وستایش بتقدیم همیرسد ، حرزِ بازویِ همت است ، تا بدان نیرو در سخن دلیری تواند کرد . همانا از رازِ سپهر و ستاره سخن همیرود . وخجستگی و فرخندگیِ چند گفته می شود .

این نافِ هفته که راستان در باستان این را « بهرام روز » میگفتند ، و اکنون سه شنبه نام دارد ، روزبیست فیروز ویژه ، درین سالِ فرخ فال ، که دو یمین روز است از فروردین ، وروزِ بست ویکم از مارچ ، و روز بست

و دوم از شوال. بارے نخست بر آن سروِ شاه نشان، که امروز بشستنِ اندام آبروی گرمابه افزود، مبارك. و سپس بر غالبِ سخندان، که عافیت جوی و دعا گویِ این درگاه ست، همایون.

همانا درین روزگار خسروِ ستارگان، که مهرِ منیرش دانی، در برّه. و از سویِ فراز نخستینِ سیارگان، که زحاش خوانی، در ترازو. سعدِ اکبر به قوس. و سعدِ اصغر به ثور. آن دو نیر به بیت الشرف خوشنود و شاد. و این دو اختر بکاشانه‌هایِ خویشتن آباد. گمان ندارم که از خسروانِ پارس و سلاطینِ عرب هیچکس را چنین طالعے بهرِ جلوس اتفاق افتاده باشد، که حضرت ولیِّ نعمت را برایِ غسلِ صحت دست بهم داده است. خرد تا گفتارِ مرا شنود، چشمك زد، و به پیغاره سرود که: «ای در درخشانیِ انجم وآفتاب چون کودکان در بال افشانیِ کرمکهایِ شب تاب نگران، از حلقهٔ اختر شماران بدر آی. و بدبستان حکمایِ روحانی رمزے از حکمتِ ایمائی بشنو. تا بدانی که بدین امیرِ مسند سریرِ سلطان نظیر عمرِ جاودانی و دوامِ لذتهای روحانی بخشیده اند». گفتم: «تا برهان نباشد کالبدِ سخن را جان نباشد. مرا بیخبر مپندار. و اگر حجتے داری بیار». گفت: «برهانے ازین ارجمند تر، وحجتے ازین خرد پسند تر، چه خواهد بود. که چون آفریدگان را در آن جهان عمر دو باره دهند، دیگر بیمِ مرگ برخیزد. و به بانگِ صور از خوابِ فنا جستگان در آن گیتی جاوید پایند. مگر صحتِ خداوند ازین رنجوریِ هولناك بدان نماند، که پنداری عمر دوباره یافت؟ پس اقتضایِ دوباره زیستن تغیر چرا پزیرد. و چون هستی یافتگانِ آن جهان در آن جهان جاودان زنده مانند، آنکه درین گیتی حیاتِ ثانی پزیرفته باشد، هم درین گیتی همیشه زندگانی چون نکند. این عمرِ عزیز که بخدایگان داده اند، عمرِ خضر و الیاس نباشد، که یکے را بشمردنِ ریگِ صحرا، و دگرے را به پیمودنِ آبِ دریا

گزرد . انشاء الله العظیم جنابعالی ، تا جهانست ، پرویز بزم ، تهمتن رزم ، دشمن گداز ، دوست نواز ، بلب در سخن اخترفشان ، و بکف در کرم گوهرفشان خواهند زیست » .

قطعهٔ تاریخِ غسلِ صحت ، و قصیدهٔ تهنیت که پیش ازین فرستاده ام[1] ، نظمے است شاعرانه . و این نگارش نثریست عارفانه . قانونِ حکمت و شریعت

---

(۱) قطعهٔ تاریخ غسل عریضه نمبر (۳۸) کی حاشیه مین درج کیا جاچکا هی . قصیدهٔ تهنیت مثل مین شامل نهین . لیکن اردو دیوان غالب مع شرح نظامی (مطبوعهٔ نظامی پریس بدایون سنه ۱۹۲۲ع) کی صفحات ۲٤٤ - ۲٤۷ پر ایك قصیده پایا جاتا هی ، جو نواب سعید الدین احمد خان طالب مرحوم جاگیردار ریاست لوهارو سی رسالهٔ کمال دهلی کو حاصل هوا ، اور اوسکی اشاعت جنوری سنه ۱۹۱۰ع سی مولانا نظامی نی نقل کیا . مولانا کی خیال مین یه قصیده نو اب سید کلب علیخان بهادر خلد آشیان کی غسل صحت کی تهنیت مین لکها گیا تها . لیکن میری نزدیك یه مرزا غالب کا محولهٔ بالا قصیده هی . اسلئی که اسمین جشن کی موقع پر عید ، نوروز ، اور هولی کا جمع هونا تحریر کیا گیا هی . اور منشی امیر احمد امیر مینائی کی قطعهٔ تاریخ (انتخاب یادگار ، ص ٥۰) سی معلوم هوتا هی ، که تیوهارون کا یه اجتماع نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی وقت هوا تها . ان کی قطعه کا آخری مصرع هی : «مهینا عید کا نوروز کا دن غسل صحت هی» . مرزا صاحب کا قصیدهٔ حسب ذیل هی :

مرحبا سال فرخی آئین ! — عید شوال ، و ماه فروردین
شب و روز ، افتخار لیل و نهار — مه وسال ، اشرف شهور و سنین
گرچه هی بعد عید کی نوروز — لیك بیش از سه هفته بعد نهین
سو اس اکیس دن مین هولی کی — جا بجا مجلسین هوئین رنگین
شهر مین کو بکو عبیر و گلال — باغ مین سو بسو گل ونسرین
شهر گویا نمونهٔ گلزار — باغ گویا نگارخانهٔ چین
تین تیوهار ، اور ایسی خوب — جمع هرگز هوی نهونگی کهین
پهر هوئی هی اسی مهینی مین — منعقد محفل نشاط قرین
محفل غسل صحت نواب — رونق افزای مسند تمکین
بزمگه مین ، امیر شاه نشان — رزمگه مین ، حریف ِشیر کمین
پیشگاه حضور ، شوکت و جاه — خیر خواه جناب ، دولت و دین
جن کی مسند کا آسمان گوشه — جن کی خاتم کا آفتاب نگین
جن کی دیوار قصر کی نیچی — آسمان هو گدای سایه نشین
دهر مین اس طرح کی بزم سرور — نه هوئی هو کبهی بروی زمین
انجم چرخ ، گوهر آگین فرش — نور بی ماه ، ساغر سیمین
راجه اندر کا جو اکهاڑا هو — هی وه بالای سطح چرخ برین
وه نظرگاه اهل وهم و خیال — یه ضیابخش چشم اهل یقین
وان کهان یه عطا و بذل و کرم — که جهان گدیه‌گر کا نام نهین

(باقی)

را جامع. هم از روی نقل حق، و هم از روی عقل راست. بقای خداوند بعمر تازه جاودانی، و نشاط بی اندازه پیشکار این حیات ثانی باد! چار شنبه ۲۳ شوال سنه ۱۲۸۱، و ۲۲ مارچ سنه ۱۸۶۵ (مهر غالب)[۱].

(بقیه)

یان زمین پر نظر جہانتك جائی — ژاله آسا بچھی هین در ثمین
نغمهٔ مطربان زهره نوا — جلوهٔ لولیان ماه جبین
اوس اکھاڑی مین جو که هی مظنون — یان وه دیکھا به چشم صورت بین
سرور مهر فر هوا جو سوار — به کمال تجمل و تزئین
سب نی جانا که هی پری توسن — اور بال پری هی دامن زین
نقش سم سمند سی یك سر — بنگیا دشت دامن گل چین
فوج کی گرد راه مشك فشان — ره روون کی مشام عطر آگین
بس که بخشی هی فوج کو عزت — فوج کا هر پیاده هی فرزین
موکب خاص یون زمین پر تھا — جس طرح هی سپهر پر پروین
چھوڑ دیتا تھا گور کو بهرام — ران پر داغ تازه دیکھ وهین
اور داغ آپ کی غلامی کا — خاص بهرام کا هی زیب سرین
بنده پرور! ثنا طرازی سی — مدعا عرض فن شعر نهین
آپ کی مدح اور میرا منهه — گر کهون بهی تو آئی کسکو یقین
اور پهر اب که ضعف پیری سی — هو گیا هون نزار و زار و حزین
پیری و نیستی، خدا کی پناه! — دست خالی و خاطر غمگین
صرف اظهار هی ارادت کا — هی قلم کو جو سجده ریز زمین
مدح گستر نهین، دعا گو هی — **غالب** عاجز نیاز آگین
هی دعا بهی یهی که دنیا مین — تم رهو زنده جاودان، آمین!

(۱) اس نثر کی رسید مین ۵ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ هـ مطابق ۳ اپریل سنه ۱۸۶۵ ع کو نواب صاحب نی تحریر فرمایا: «نثر نثره نثار آپ کی آئی. جشن صحت کی مسرت بڑھائی. زبان خامه کو مجال صفت نهین. خامهٔ زبان کو یارای مدحت نهین. سچ یه هی، که آپ کی ذات هر کمال مین فرد کامل هی. هر فقره مین قوت سحبانی حاصل هی. انصاف کی تو یه بات هی، که یه تحریر نهین کرامات هی. اس جشن مین اگرچه بظاهر آپ شریك نهین هوی، مگر میری نزدیك شریك غالب رهو. الله تعالی صحت اورقوت عطا فرمائی. مشتاقون کو لطف مجالست هاتھ آئی. دست دعا بلند هی. نوید صحت کی طبیعت آرزومند هی. حال اپنا اکثر لکھتی رهیی. زیاده شوق هی». اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۲۳) سی معلوم هوتا هی که حسب تجویز صاحبزاده سید کاظم علیخان بهادر عرف چھوٹی صاحب باغ بینظیر مین یه جشن منایا گیا تها.

بحضور نوابصاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض وعمانِ احسان، امیر المسلمین نواب کلب علیخان بہادر دام اقباله مقبول باد[1]

(نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان نواب فردوس مکان کی فرزند اکبر تھی . آپ جنابعالیه فیروز النسا بیگم صاحبه ملقب به نواب بهو بیگم دختر سید عبد العلی خان بهادر، خلف نواب سید غلام محمد خان بہادر کی بطن سی ۲۰ ذی الحجه سنه ۱۲۵۰ ھ مطابق ۱۹ اپریل سنه ۱۸۳۵ ع کو اتوار کی دن صبح کیوقت متولد هوی . سنه ۱۸٦٤ ع مین گورنر جنرل کی منظوری سی ولیعهد ریاست اور ۲۱ اپریل سنه ۱۸٦٥ ع مطابق ۲٤ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ھ کو جمعه کی دن ۳۰ سال کی عمر مین مسند نشین هوی. ۱۵ محرم سنه ۱۲۸۲ ھ مطابق ۱۰ جون سنه ۱۸٦٥ ع کو مسٹر جان انگلس ایجنٹ ریاست وکمشنر روهیلکهنڈ نی رامپور آکر باضابطه رسم مسند نشینی ادا کرائی . ماه رجب سنه ۸۲ ھ مطابق دسمبر سنه ٦٥ ع مین ملکهٔ معظمه کیجانب سی خلعت آیا . اور اسی مهینی مین جشن جلوس منایا گیا . آپ بڑی حاتم دل، پابند شرع، بامروت، اور خلیق تھی . باقاعده زکوة ادا کرتی، اور غیر شرعی آمدنی سی خزانه کی دولت کو پاك رکھتی تهی . خود صاحب علم تهی . فارسی خلیفه غیاث الدین عزت صاحب غیاث اللغات سی حاصل کی، اور علوم حکمیه مولوی فضل حق خیرآبادی اور مولوی عبد الحق خیرآبادی سی پڑھی . انکا دربار اهل فضل و کمال سی بهرا رهتا تها. مشرقی علوم وصنائع کا شاید هی کوئی ایسا ماهر هو، جو انکی خوان جود و کرم کی زله ربائی نکرتا هو. ان مین علما، شعرا، ادبا، خطاط، صحاف، طباخ، اور دیگر تمام هنرون کی ماهرین شامل تهی . علمی مباحثون کا بهت شوق تها . روزانه دربار مین کسی نه کسی علمی یا ادبی مسئله پر اهل دربار طبع آزمائی کیا کرتی تهی . آپ خود برابر کا حصه لیتی، اور اسطرح اپنی معلومات کی دائره کو وسیع سی وسیع تر بناتی رهتی تهی . کتابین جمع کرنی اور اونهین پڑھنی کا بهی بیحد شوق تها . اوس عهد مین جسقدر نایاب اور نادر کتابین مهیا کیگئی هین، وه اپنی اهمیت اور قیمت کی لحاظ سی مستقل کتابخانه کی حیثیت رکهتی هین . چونکه فارسی ادبیات سی زیاده تعلق خاطر تها، اسلئی جب کوئی نئی فارسی کتاب داخل کتابخانه هوتی اوس کی سر ورق پر اپنی قلم سی تاریخ آمد وغیره لکهتی، اور خود مطالعه کر لینی کی بعد کتابخانه کی زینت بننی کی اجازت دیتی تهی . اردو، فارسی دونون زبانون مین شعر کهتی، اور نواب تخلص فرماتی تهی . فارسی کلام مرزا محمد تقی خان سپهر ملقب بلسان الملك مستوفی اول دیوان همایون اعلی سلطنت ایران مولف ناسخ التواریخ کی نظر سی گزرا تها . اردو کلام منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکهنوی دیکها کرتی تهی . ایك فارسی نثر مرزا غالب کو بهی اصلاح کیواسطی بهیجی تهی . مرزا انکی طرز نگارش کی بیحد مداح تهی . تصنیفات مین چار اردو کی دیوان، دیوان فارسی، تاریخ شاهان سلف، انتخاب بوستان خیال اور متعدد نثرین هین . نوابصاحب کو اخبار بینی کا بهی شوق تها . اخبار دبدبهٔ سکندری، جو رامپور کا پهلا اخبار هی، انهی

(۱) یه عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکها کرتی تهی . مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی.

کی ایما سی ۱۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ ع سی ہفتہ وار شائع ہونا شروع ہوا . تعمیر کا بھی شوق تھا ، اور سابق جامع مسجد اور متعدد محلات اون کی اس شوق کی رہین منت تھی . آپ نی بائیس سال سات ماہ کی حکومت کی بعد ۵۳ سال ۶ ماہ ۷ روز کی عمر مین بدھ کی دن ۳ بجی سہ پہر ۲۷ جمادی الآخرۃ سنہ ۱۳۰۴ ھجری مطابق ۲۳ مارج سنہ ۱۸۸۷ ع کو انتقال کیا . امیر مینائی نی « خوابگاہ حامی اسلام امیر المومنین » سی تاریخ وفات نکالی ھی .)

(۴۳)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض باد . نوازشنامہ مع ہنڈویِ صد روپیہ عزِ ورود لایا . اپریل سنہ ۱۸۶۵ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ۶ مئی سنہ ۱۸۶۵ عیسوی (۱) .

سر تا سرِ دھر عشرتستانِ تو باد   صد رنگ گلِ طرب بدامانِ تو باد
عید است ، و بہار خرمی ھا دارد   جانِ من وصد چون من بقربانِ تو باد

عنایت کا طالب غالب . شنبہ صبحِ روزِ عیدِ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری نبوی ؑ (۲) .

---

(۱) ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری مطابق ۲۱ اپریل سنہ ۱۸۶۵ ع کو جمعہ کی دن نصف النہار کی وقت نواب فردوس مکان نی انتقال کیا . یہ خبر وحشت اثر دلی پہنچی ، تو میرزا صاحب نی نواب سید کلب علیخان بہادر خلد آشیان کی نام ۲۷ ماہ اپریل کو ایک عریضہ لکھا . اصل تحریر مثل مین موجود نہین . میرزا تفتہ کی نام کی مکتوب سی ، جو ۱۴ مئی سنہ ۱۸۶۵ ع کو لکھا گیا تھا ، معلوم ہوتا ھی کہ وہ عریضہ تعزیت وفات اور تہنیت جلوس پر مشتمل تھا . فرماتی ہین : « رامپور سی اپریل کی مہینی کا روپیہ ، اور تعزیت و تہنیت کی خط کا جواب آ گیا . آیندہ جو خدا چاھی » (اردوی معلی لاہور ایڈیشن ، سنہ ۱۹۲۶ ع ، صفحہ ۳۵۹) . نواب خلد آشیان نی یکم مئی کو اس عریضہ کی جواب مین تحریر فرمایا : « ...... صحیفۂ شریفۂ مورخۂ ۲۷ ماہ گذشتہ اسمی مخلص وصول الطاف آوردہ بما فیہا مطلع نمود. مشفقا ! آنچہ مشاہرۂ آن کرمفرما از عہد نواب صاحب وقبلہ فردوس مکان مقرر است انشاء اللہ تعالی بدستور جاری ماندہ ، حسب ضابطہ بسامی خدمت رسیدہ خواھد ماند » . اسکی بعد سرکار نی ماہ اپریل کی تنخواہ کی ہنڈوی کا ذکر کیا ھی . میرزا صاحب کا عریضہ اسی فرمان کی رسید ھی .

(۲) یہ رباعی ایک علحدہ ورق پر لکھی ہوئی مکتوب نمبر ۴۳ کیساتھ منسلک ھی . لیکن از روی تاریخ اسکو دو تین دن بعد دلی سی روانہ ہونا چاھیی . اسلئی کہ ۶ مئی کو ذی الحجہ کی ۸ تاریخ ہوگی اور یہ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو لکھی گئی ھی ، جو ۸ مئی کی مطابق ہوگی ، بنا برین ۶ تاریخ کی خط کیساتھ روانہ نہین ہوسکتی .

(٤٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. تہنیت نامہ ارسال کرچکا ہون. جواب پا چکا ہون. قصیدہ کا لفافہ ارسال کیا ہے. یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا[1].

حضرت فردوس مکانِ سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین

---

(۱) قصیدۂ تہنیت مثل مین موجود نہین · لیکن میرزا صاحب نے اسکی ایك نقل خواجه غلام غوث خان بیخبر کو بھیجدی تھی ، جو عود هندی (صفحه ۱۷۱) مین ، خواجه صاحب کے نام کے مکتوب کیساتھ درج هے. فرماتے هین : «....... والیء رامپور کو خدا سلامت رکھے. اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیه موافق دستور قدیم آیا. جون ماه گذشته کا روپیه خدا چاهے تو آجائے . آج جمعه ۷ جولائی هے . معمول یه هے که دسوین بارهوین کو رئیس کا خط مع هنڈوی آیا کرتا هے . مین نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا . اوسکا جواب آگیا . اب مین نظم و نثر کا مسوده نہین رکھتا . دل اس فن سے نفور هے . دو ایك دوستون کے پاس اوسکی نقل هے . اونکو اسوقت کہلا بھیجا هے. اگر آج وه آگیا کل ، اور اگر کل آیا پرسون بھیجدونگا » . اسکے بعد قصیده شروع هوتا هے . چونکه اسکے ساتھ کوئی نیا خط نہین هے اسلئے قیاس چاهتا هے که خط کی روانگی کے قبل هی قصیده کی نقل موصول هوگئی هوگی . اور خط اور قصیده دونون ساتھ بھیجے گئے هونگے . قصیده یه هے :

تجلی که ز موسی ربود هوش بطور — به شکل کلب علی خان دگر نمود ظهور
خجسته سرور سلطان شکوه را نازم — که رشك بر کلهاش دارد افسر فغفور
هوای لطف وی از جان خور برد سوزش — نگاه قهر وی از روی مه رباید نور
دم نگارش وصف کلام شیرینش — چو خیل مور دود بر ورق حروف سطور
فنای رزمگهش شاهراه قهر و غضب — بساط بزمگهش کارگاه سور و سرور
بخوان شرع بهین همنوالهٔ شبلی — به بزم عشق مهین هم پیالهٔ منصور
ز روی رابطهٔ حسن ماهتاب جمال — بحسب ضابطهٔ جاه آفتاب ظهور
بحکم مرتبه ، او حاکم و فلك محکوم — ز راه قاعده ، شرع امرست او مامور
چو آب سیل روانی که ایستد بمغاك — بود همیشه به حنجان وی شراب طهور
زهی وزیر و خهی شهریار دانادل — تو شاه کشور حسن و خرد ترا دستور
بنای منظر جاه ترا زحل معمار — ثوابت کرهٔ چرخ هشتمی مزدور
ثنا گر تو سکندر به بارجای جلال — قفا خور تو ارسطو بدرسگاه شعور
برای بزم نشاط تو شمع چون ریزند — ق — نه پیه گاو بکار آورند و نه کافور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا — بجای موم بر آید ز خانهٔ زنبور
بدین خرام و بدین قامت و بدین رفتار — ق — ز بهر فاتحه آئی اگر تو سوی قبور
جهان جانی وجان جهان ، عجب نبود — که از ورود تو هر مرده رقصد اندر گور
به پیشگاه تو زانوی همی زند انصاف — که ای برحم وکرم در جهانیان مشهور ! (باقی)

مہینے پہلے سلام پانچ ساتھہ[1] لکھتے تھے، اور فرداً فرداً میرے پاس بھیجا کرتے تھے. جب وہ فراہم ہوچکتے، تو محرم سے دو چار دن پہلے مین اصلاح دیکر بھیجدیا کرتا تھا. ابکی برس ایك ھی سلام بھیجنے پائے. بس آج وہ سلام اس مراد سے حضور مین بھیجتا ہون کہ حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان مین شامل ہوجائے. زیادہ حدِ ادب.

(بقیہ) در انتقام کشی شیوۂ کرم مگزار ‏ بر آر کام دل بدسگال از ساطور
توئی بفضل فزایندۂ عروج علوم ‏ توئی بعلم کشایندۂ عقود صدور
صریر خامۂ من بین کہ میرباید دل ‏ چنانکہ از لب داؤد استماع زبور
سواد صفحۂ من بین و تابش معنی ‏ عیان چو شمع فروزندہ در شب دیجور
امیر زندہ دل ، آن والی ولایت نظم ‏ بہ گنج خانۂ گنجہ نظامیش گنجور
غروب مہر و طلوع مہ دو ہفتہ بود ‏ رسیدن تو بدین اوج بعد آن مغفور
چو او بزیر زمین رفت و آن ولایت یافت ‏ تو باش والی روی زمین قرون و دہور
بہ انجمن نرسیدم ز ناتوانائی ‏ ولی بعرض ثنا و دعا نیم معذور
بخاك پای تو گر دستگاہ داشتمی ‏ نبودمی بغم دوری در تو صبور
من آن کسم کہ از افراط ورزش اخلاص ‏ بغیبت است مرا دعوی دوام حضور
توئی رحیم دل و من سقیم ، دوری بہ ‏ مباد رنجہ شوی از نظارۂ رنجور
نظر بخستگی و پیری و تہیدستی ‏ قبول کردن تسلیم من خوش است از دور
شعار غالب آزادہ جز دعا نبود ‏ کہ باد سعی دعاگوی در دعا مشکور
بہ دہر تا بود آئین کہ در نوا آرند ‏ رباب و بربط و قانون و نی بمحفل سور
بہ بزم عیش تو ناہید باد زمزمہ سنج ‏ نسیم عطرفروش از شمیم طرۂ حور
محب ز لطف تو بالندہ چون نوا از ساز ‏ عدو ز بیم تو نالندہ چون خر طنبور

نواب خلد آشیان نی ۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۲ ھجری مطابق ۱۱ جون سنہ ۱۸۶۵ع کو اس قصیدہ کی متعلق تحریر فرمایا: « ...... دو قطعۂ سامی صحیفۂ لطف آگین ، اول مع قصیدۂ تہنیت مسند نشینی راقم بر ریاست موروثی ملك رامپور، وثانی مع سلام من تصانیف جناب مغفرت مآب نواب صاحب وقبلہ فردوس مکان، در اسعد ازمنہ یاسمین ریز دامن وصول فرحت شمول گشتہ.... حبذا قصیدہ کہ لآلی مدحت مضامین برجستہ و معانی دل‌نشستہ‌اش را برشتۂ ترقیم کشیدن آب دریا بکیل پیمودن است. و شمۂ از توصیف فصاحت وبلاغت آن بحیطۂ تحریر در آوردن ثوابت وسیارہ را بہ پنج انگشت شمردن. .... درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشتہ، موجب کمال مسرتہاست. چراکہ راقم نیز متمنی ملاقات شریف است. او تعالی شب یلدای فراق را بزودی ہرچہ تمامتر بایام وصال مبدل گرداند».

یہ خط میرزا صاحب کو ۱۷ جون کو موصول ہوا. ۱۸ جون کو اونھون نی اسکا جواب تحریر کیا. یہ جواب نمبر (۴۷) پر درج ہوگا.

(۱) یہ مرزا صاحب کی املا کی مطابق ہی. صحیح رسم خط « سات » ہی.

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون
عنایت کا طالب غالب. شنبه یکم محرم الحرام سنه ۱۲۸۲[۱].

(۴۵)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. حق تعالی جلَّ جلاله و عمَّ نواله جس گروه پر مہربان هوتا ہے، وهان حاکمِ عادلِ رحیم بهیجتا ہے، که بقوتِ عادله کفر و بدعت کی جڑ اوکهاڑ ڈالے، اور بصفتِ رحم رعایا کو پالے. مصداق اسکا ذاتِ قدسی صفاتِ جنابِ عالی ہے. که قمار خانے کی بنا مٹا ڈالی ہے. زہے قانونِ سیاست! غله کا محصول معاف کردیا ہے. روپیه رعیت پر نثار کیا ہے. زہے آئینِ ریاست!

رباعی

نواب که شد ز شوکتِ اقبالش بخشیدنِ باجِ غله از اقبالش
فارغ شد هر کسیّ و روداد[۲] فراغ هم فارغ و هم فراغ باشد سالش[۳]
۱۲۸۱ ھ

پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تها، که جب مین قصیده بهیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین وآفرین کا، شرم آتی ہے کہتے

---

(۱) لفافه پر ۲۷ مئی سنه ۱۸۶۵ درج هے.
(۲) اصل خط مین (رواد) بحذف دال هے.
(۳) میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کے جود وکرم کے تذکره مین اس واقعه کو متعدد مقامات پر نقل کیا هے. حکیم غلام رضاخان کو لکهتے هین: «...... نواب صاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیه» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاه کے برابر، بلکه بعض شیوهٔ و روش مین اون سے بہتر هین. بمجرد مسند نشینی کے غله کا محصول یکقلم معاف کیا. علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ هزار روپیه بابت مطالبهٔ سرکای بخش دیا. ...» (اردوی معلی، ص ۴۵۲). میرزا تفته کے نام کے خط مین قدرے تفصیل کی هے. فرماتے هین: «...... نوابصاحب از روی صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت هین. خزانهٔ فیض کے تحویلدار هین. جو شخص دفتر ازل سے جو کچه لکهوا لایا هے، اوسکو پٹنے مین دیر نہین لگتی. ایك لاکه کئی هزار روپیه سال غله کا محصول معاف کردیا. ایك اهل کار پر سائه هزار کا محاسبه معاف کیا اور بیس هزار روپیه نقد دیا. منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش هوئی. خلاصه عرضی کا سن لیا. واسطے منشی صاحب کے کچه عطیه بتقریب شادی صبیه تجویز هو رها هے. مقدار ابهی نہین کهلی» (ایضاً، ص ۹۸-۹۹). تخریب قمارخانه اور بخشش محصول غله کا ذکر اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۷۹) مین بهی کیا گیا هے.

ہوے مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس[1] کی ھنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ہوا کرتی تھی. دو قصیدۂ مدحیہ میرے دیوانِ فارسی مین مرقوم، اور وہ دیوان حضرت کے کتابخانے مین موجود ہے. خطون کی تصدیق از رویِ دفتر ہوسکتی ہے. یہ رسم بری نہین ہے. اگر جاری رہے تو بہتر ہے. زیادہ حدِ ادب. التفات کا طالب غالب. پنجشنبہ ۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲.

(٤٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ھنڈوی کے عزِ ورود لایا. مئی سنہ ۱۸٦۵ کا مشاھرہ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

التفات کا طالب غالب. ۱۵ جون سنہ ۱۸٦۵ عیسوی.

(٤٧)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. روز پنجشنبہ ۱۵ جون کو ایك عرضداشت روانہ کرچکا ہون. یقین ہے کہ وہ آج پہنچے گی. کل ۱۷ جون کو فرح بخش و روح افزا نوازشنامہ پہنچا[2]. قصیدہ کا پہنچنا اور اوسکا مقبول و منظور ہونا دریافت کرکے، اپنے بخت و قسمت پر مین نازان ہوا[3]. اب عرض یہ ہے کہ حسب الحکم حضور کے یہ قصیدہ میرے دیوان فارسی مین، جو کتابخانے مین موجود ہے، درج کیا جائے. اور سلام حضرت فردوس مکان کا اونکے دیوانِ اردو مین لکھدیا جائے[4].

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقوم لکھی ہین.
(۲) محولۂ بالا فرمان کا اقتباس عریضۂ نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین دیا جا چکا ہو.
(۳) یہ قصیدہ خط نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین درج ہوچکا ہے.
(٤) میرزا صاحب کی مذکورہ خواہش تشنۂ تکمیل رہی. اگر خواجہ غلام غوث خان بیخبر اسکی ایك نقل نہ منگا لیتے تو دیگر گم شدہ قصائد و قطعات کی طرح اسکا بھی صرف ذکر باقی ہوتا.

حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا. وه آگ برس رهی هے، که طیور کے پر جل رهے هین. بعد آگ کے پانی برسے گا. سفر خصوصاً بوڑھے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور هنگامۂ آتش و آب رفع هوا، اور مین نے احرامِ بیت المعمورِ رامپور باندھا. انشاء الله العلی العظیم[1].

پیر و مرشد! از راهِ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. محمد علیخان ابن وزیر محمد خان[2] رئیسِ ٹونك نے بعدِ مسند نشینی گورمنٹ کو «یمین الدوله» اور «دو جزو ملك اور جنگ» لکھکر دیئے، اور وهان سے وه اونکو عطا هوئے. حضور کے اجدادِ امجاد نے سلاطینِ بابریه کا خطاب نه قبول کیا. مگر حضرت کے جدِ امجد کو احمد شاهِ درانی[3] نے مخاطب به «مخلص الدوله» فرمایا[4]. حضرت اگر مناسب جانین، تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمش الملك و بهرام جنگ» جناب ملکۂ معظمه سے بذریعۂ گورمنٹ

---

(۱) سفر کی تفصیل کیلئے دیباچه ملاحظه هو. یهان اسقدر لکھ دینا کافی هوگا، که میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنه ۱۸٦۵ع کو دلی سے عازم رامپور هوے. اور ۸ جنوری سنه ۱۸٦٦ع کو واپس دلی پهنچے (اردوی معلی، ص ۲٤۳، مکتوب بنام حکیم سید احمد حسن مودودی، مورخه ۱۷ جنوری ۱۸٦٦ ع).

(۲) نواب محمد علی خان ریاست ٹونك کے نواب تھے. سنه ۱۸۳٤ ع مین گدی پر بیٹھے. سنه ۱۸٦۷ع مین لاوا مین قتل عام کرانے کے الزام مین حکومت هند نے انهین معزول کردیا. سنه ۷۰ ع مین ریاست پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے زیر انتظام آگئی. اور اونکے صاحبزاده نواب سر حافظ ابراهیم علی خان بهادر نواب بنا دئے گئے.

(۳) احمد شاه درانی ضلع هرات کا باشنده اور ابدال نامی قبیله کا ایك فرد تها. ابهی یه بچه هی تهاکه نادر شاه اسکو ایران پکڑ لیگیا، اور اپنی خدمت گرز برداری پر مقرر کیا. لیکن اس نے رفته رفته فوج کے بڑے عهده تك ترقی کرلی. نادر شاه نے ۱۲ مئی سنه ۱۷٤۷ ع کو وفات پائی تو اس نے بغاوت کردی، اور تهوڑے عرصه مین افغانستان، سنده اور لاهور کا بادشاه بن بیٹها. اسنے هندوستان پر متعدد حملے کئے هین. لیکن اسکی شاندار ترین جنگ سنه ۱۷٦۱ ع مین پانی پت کے میدان مین مرهٹون کے عظیم الشان لشکر سے واقع هوئی، جس مین یه کامیاب هوا، اور بعد فتح شاه عالم کو تخت وتاج هند سونپ کر افغانستان چلا گیا. احمد شاه نے ۲٦ سال حکومت کرکے سنه ۱۱۸۲ه مطابق سنه ۱۷۷۲ع کو ۵۰ سال کی عمر مین وفات پائی.

(٤) احمد شاه کے عطا کرده خطابات کے سلسله مین اخبار الصنادید، ج ۱، صفحه ٦٦۷ ملاحظه هو.

اپنے واسطے این[1].

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
ترقیِ دولت کا طالب **غالب**. یکشنبه ۱۸ جون سنه ۱۸٦۵ ع.

(٤٨)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. منشورِ عطوفت کے ورود نے معزز فرمایا. جون سنه ۱۸٦۵ کی تنخواه کا سو روپیه از رویِ هنڈوی معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
عنایت کا طالب **غالب**. معروضهٔ دهم جولائی سنه ۱۸٦۵.

(٤٩)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. میری عرضداشت کا جواب آچکا هے. بنده هنڈوی کی رسید بهجوا چکا هے. یہان خلق کو مینه درکار هے، اور هوا شراره بار هے. دهوپ کی تیزی سے آدمی کے تیور، اور پهاڑ کے پتهر جلے جاتے هین. پانی جگر گداز. هوا جانستان. امراضِ مختلفه کا هجوم جهان تهان. جز اعضایِ انسان، که وه پسینے مین تر هین، طراوت و رطوبت کا کهین پتا نهین. یا لو چلتی هے، یا مطلق هوا نهین. ان سطور کی تحریر سے مدعا یه هے، که مجهے هر وقت یهی خیال رهتا هے، که حضرت کا مزاج کیسا هے. اس خط کا جواب جس قدر جلد عطا هوگا، دعاگو پر احسان آپ کا هوگا. زیاده حدِ ادب.

---

(۱) میرزا صاحب کے اس خیرخواهانه عریضه کے جواب مین نوابصاحب نے تحریر فرمایا: «.... استحصال الفاظ خطاب دستور این ریاست نبوده است. وحسب الترقیم قصیده وسلام مذکور در دیوانها مندرج کنانیده خواهد شد. ۲۰ صفر سنه ۱۲۸۲ هجری مطابق ۱۵ جولائی سنه ۱۸٦۵ع».

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

آپ کی سلامتِ ذات اور اپنی نجات کا طالب **غالب**. ۲۳ جولائی سنه ۱۸۶۵ .

(۵۰)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض آنکه منشورِ عطوفت عزِ ورود لایا . تنخواہِ جولائی سنه ۱۸۶۵ حال کا روپیه ازروی ِ ہنڈوی ِ ملفوفه معرضِ وصول مین آیا .

اگرچه یہان مینہ اسیقدر برسا ہے که جس کے پانی سے زمیندار حاصلِ فصلِ ربیع سے ہاتہ دھو لین . مگر چونکه بفرمانِ ازلی میرے رزق کی برات آپ پر ہے ، اور آپ کے ملك مین بارش خوب ہوئی ہے ، ابرِ رحمت کے شکریه مین ایك قطعه ملفوف اس عرضی کے بھیجتا ہون . بنظرِ اصلاحِ نظم و اصلاحِ حال ملاحظه ہو . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب **غالب**. جمعه ۱۱ ماہِ اگست سنه ۱۸۶۵[۱] .

(قطعه)

مقامِ شکر ہے اے ساکنانِ خطهٔ خاك !

رہا ہے زور سے، ابرِ ستاره بار، برس

کہان ہے ساقیِ مہوش ؟ کہان ہے ابرِ مطیر ؟

بیار، لامیِ گلنار گون، بیار، برس

---

(۱) اس عریضه کے جواب مین نواب خلد آشیان نے ۱٦ اگست سنه ۱۸۶۵ع مطابق ۲۳ ربیع الاول سنه ۱۲۸۲ ھ کو تحریر فرمایا : «... صحیفهٔ لطف آگین بخلاصهٔ کمی بارش باران رحمت دران نواح واستدراك خیریت مزاج راقم مع قطعهٔ دعائیه غازه آرای چهرهٔ وصول نشاط شمول گردیده بما فیها مطلع نمود . وترسیل قطعهٔ مذکور از مزید الطاف فرمائیها متصور شد . مشفقا ! سابق ازین فی الحقیقه طبیعت راقم بعارضه تبخیر ... کسلمند شده بود . لیکن حالا بعنایت الہی مزاج مخلص خوش وخرم است . ہنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای آن مشفق ، که بتقریب صحت از عارضهٔ لاحقه بدیگر صاحبان مستحقین نیز ازین سرکار عنایت شده بودند ، معطوف رقیمهٔ الوداد هذا بطریق عنایات سمت تبلیغ یافته ...» . میرزا صاحب کا یه قطعه دعائیه ہنوز شائع نہین ہوا ہے .

خدا نے تجکو عطا کی ہے گوہر افشانی
درِ حضور پر ، اے ابر! بار بار برس
ہر ایک قطرہ کے ساتھ آئے جو ملك وہ کہے
امیرِ کلبِ علی خان جئین ہزار برس
فقط ہزار برس پر کچھ انحصار نہین
کئی ہزار برس بلکہ بیشمار برس
جنابِ قبلۂ حاجات اس بلاکش نے
بڑے عذاب سے کاٹے ہین پانچ چار برس
شفا ہو آپ کو غالب کو بندِ غم سے نجات
خدا کرے کہ یہ ایسا ہو سازگار برس

(۵۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ کل برخوردار نواب مرزا خان داغ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت کا مزاجِ اقدس ناساز ہوگیا تھا ۔ اب خدا کے فضل وکرم سے افاقت ہے ۔ نواب مرزا نے مجھپر ستم کیا ، کہ پہلے سے یہ حال نہ رقم کیا ۔ جو دعا جب کرتا اب بھی وردِ شب و روز ہے ۔ مگر یہ خیال ، کہ حضور کو یہ خیال گزریگا کہ غالب رسمِ عیادت بجا نہ لایا ، سخت جگر سوز ہے ۔ اب اس خط کے جواب مین نویدِ عافیت کا امیدوار ، اور یہ سونچکر کہ آج کے آٹھوین دن جواب آئیگا ، بیقرار ہون ۔

ایك عبارت کا ایك جزو بطریقِ خط ایك انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ہے ۔ پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ہے ۔ پانچ رسالے وہ میریطرف سے نذر گزرانین گے ۔ حضرت قبولِ نذر کو میرا عز و شرف

جانین گے[۱]۔

تم سلامت رہو ہزار برس دولت و عز و جاہ روز افزون

دعا گو غالب۔ ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۵۔

(۵۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ داستانِ حمزہ قصۂ موضوعی ہے۔ شاہ عباسِ ثانی[۲] کے عہد مین ایران کے صاحب طبعون نے اسکو تالیف کیا ہے۔ ہندستان مین «امیر حمزہ کی داستان» اسکو کہتے ہین۔ اور ایران مین «رُموزِ حمزہ» اسکا نام ہے۔ دو سو کئی برس اسکی تالیف کو ہوئے۔ ابتک مشہور ہے، اور ہمیشہ مشہور رہیگا۔

آپ کے اس تکیہ دارِ روزینہ خوار فقیر نے آپ کی مدح مین ایك قصیدہ لکھا ہے۔ مشتمل اس الزام پر کہ تشبیب کے ابیات اور مدح کے اشعار

---

(۱) اس سے «نامۂ غالب» مراد ہے۔ میرزا صاحب نے برہان قاطع کی بعض اغلاط پر ایك رسالہ مسمی بقاطع برہان سنہ ۱۸۶۰ع مین تصنیف کیا تھا، جو نواب فردوس مکان کی امداد سے طبع ہوکر شائع ہوا۔ تقلید آبا کے حامیون نے اسکی تردید مین متعدد کتابین لکھین۔ ان مین سے ایك کا نام ساطع برہان تھا۔ اس کے مصنف کے متعلق مرزا صاحب سیاح کو لکھتے ہین: «وہ جو ایك اور کتاب کا تمنے ذکر لکھا ہے، وہ ایك لڑکے پڑھانیوالے ملانے مکتب دار کا خبط ہے ... رحیم بیگ اس کا نام، میرٹ کا رہنے والا۔ کئی برس سے اندھا ہوگیا ہے۔ باوجود نابینائی کے احمق بھی ہے» (اردوی معلی، صفحہ ۲۷ و ۳۱)۔ مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکھا ہے: «رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رہنے والا ہے۔ دس برس سے اندھا ہوگیا ہے۔ کتاب پڑھا نہین سکتا۔ سن لیتا ہے۔ عبارت لکھ نہین سکتا۔ لکھوا دیتا ہے۔ بلکہ اس کے ہموطن ایسا کہتے ہین کہ وہ قوت علمی بھی نہین رکھتا۔ اورون سے مدد لیتا ہے۔ اہل دہلی کہتے ہین کہ مولوی امام بخش صہبائی سے اوسکو تلمذ نہین ہے۔ اپنا اعتبار بڑھانے کو اپنے کو اون کا شاگرد بتاتا ہے۔ مین کہتا ہون کہ وائے اوس ہیچ پوچ پر جسکو صہبائی کا تلمذ موجب عز و وقار ہو» (عود ہندی، صفحہ ۱۶۱): اس کتاب کے جواب مین مرزا صاحب نے نامۂ غالب لکھا، اور اوسکو ۱۳ اگست سنہ ۱۸۶۵ع سے قبل طبع کراکے نواب خلد آشیان کی خدمت مین بطریق ارمغان پیش کیا۔ یہ رسالہ عود ہندی، صفحہ ۱۴۱ تا صفحہ ۱۵۵ مین بھی شائع ہوچکا ہے۔

(۲) شاہ عباس ثانی صفوی خاندان کا آٹھوان بادشاہ تھا۔ اسنے سنہ ۱۰۵۲ھ (۱۶۴۲ع) سے سنہ ۱۰۷۷ھ (۱۶۶۶ع) تك ایران پر حکومت کی۔

مین حمزہ و اولادِ حمزہ و زمردشاہ وغیرہ یا انکے معاملات و حالات کا ذکر درمیان آئے۔ سو وہ قصیدہ آج اس خط کے ساتھ ارسال کرتا ہون۔ امید ہے کہ حضرت اسکو پڑھکر محظوظ ہون۔ خدا آپکو قیامت تک سلامت رکھے۔ مگر جب تک امیر حمزہ کا قصہ مشہور رہیگا، یہ قصیدہ بھی شہرت پزیر رہیگا[۱].

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب **غالب**۔ ۲۱ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۵۔

یا وہاب

زہے دو چشمِ تو در معرضِ سیہ کاری چو بختیارک و بختک بمردم آزاری

زہے بزورِ بدیع الزمانِ کُشتی گیر کہ کوھسار چون نارنجِ تر بیفشاری

زہے خیالِ تو آدم ربا چو تندک دیو دماغِ اھل نظر قافِ اوست پنداری

زغمزۂ تو چگویم کہ آن بود زعَمَرْ[۲] دلیر و چست و ھنرمند تر بعیاری

اگر تو نیستی از ساحرانِ انتریا چرا بلہو ھمی آتش از ھوا باری

بدین جمال کہ داری عجب مدار اگر کند چکیدۂ قدرت ترا پرستاری

بمہرِ روی تو گردیدم آفتاب پرست نہ ایرجم کہ عبث تن دھم بدین خواری

سپس بمذھبِ تورج کہ بودہ ماہ پرست ترا پرستم ازین رو کہ ماہ رُخساری

توئی بمعنیِ اصلی، و بود نورالدھر ھمین بنام، کہ معنی نداشت، پنداری

چکد ز زلفِ تو خونِ دلم بدانگونہ کہ ریزد از لبِ زنگی در آدمی خواری

فغان ز بارِ غمِ دھر، کان بسنجیدن عمودِ خسروِ ھند است در گرانباری

بہ پیشِ چرخِ مُشَعبِد چہ ھوشیار و چہ مست کہ این بعربدہ ھمچون عَمَرْ ز طراری

ز روی، ریش تراشد ھمی بہ بیہوشی ز فرق، تاج رباید ھمی بہشیاری

خصومتے بمن افتادہ زالِ دنیا را کہ «دُم خبیثہ» بود در فنونِ مکاری

---

(۱) اس قصیدہ کی صرف چند اشعار تذکرۂ انتخاب یادگار مین بذیل ذکر غالب شائع ہوی ہین۔

(۲) میرزا صاحب نی اس نام کا املا اور تلفظ دونون غلط لکھی ہین۔ یہ نام «عمرو» بسکون میم وزیادۂ واو بعد را ہی۔

بجیشِ عشق منم سر برهنهٔ تپشی
که موی سر بسرم کرده است دستاری

نهیبِ فتنه به الچوبِ شش گزی ماند
که بود هر لگدش را جراحتِ کاری

شدست لاغریِ من گلیمِ غیبیِ من
که باشم، وتوام از حاضران نه انگاری

منم که فکرِ من اندر زمینِ شعر و سخن
ق همیگزشت ز اشقر به تیز رفتاری

چه اوفتاده که یارب کنون چو ارنائیس
بخاك وخون تپدم تن همی به ناچاری

چنان بخوردنِ غم عادیم که چون عادی
نبوده هیچگہے سیریم ز پُر خواری

نهاده همنفسان نامِ من ملك قاسم
زخونِ دیده بود بسکه جامه گلناری

رسیده بخل بفکرِ من از عَمَرْ میراث
ق که هیچگه ندهد در سخن مرا یاری

دروغ گفته ام آن فکر نیز زنبیل است
که گم شود ز عَمَرْ در دمِ گرفتاری

چو حمزه را بجهان بعدِ مرگِ مهر نگار
ز تیغ و تاج و نگین روی داد بیزاری

نماند در نظرِ دزدِ کهنه اسلوبے
جز آن که باز کشاید دکانِ عطاری

دل است حمزهٔ واب در فسونگری عمر است
بدا[1] لبے که ز دل نبودش مددگاری!

شد آن که بود کلامم طلسم گوهر بار
هماره[2] نهر ز آبِ گهر دران جاری

چو حمزه، کِش بعقابین درکشید فلك،
به دامِ وام، نفس میکشم بدشواری

بقاست قرض و منم حمزهٔ و ز بهر منند
چهل خلیفه تقاضائیانِ بازاری

چو ساحران همه را شغلِ آتش افشانی
چو اژدها همه را ذوقِ آدم اوباری[3]

ز زهر مهره نشد زهرِ حمزه به، آن به
که نوشداروی نوشیروان بچنگ آری

مگر بفضلِ وی آیم برون ز بندِ بلا
چنانکه حمزه به نیروی پیرِ فرخاری

امیرِ کلبِ علیخان بهادر آن که بود
عدیلِ حمزه در اِسپَہبُدی و سالاری

درش نوازشِ طبلِ سکندری دارد
خہے بلندیِ آوازهٔ جهانداری!

بود پلارکِ افراسیا بیش در کف
که هیچگه نشود چون هلال زنگاری

---

(۱) بدا مثل خوشا، بسیار بد. منه

(۲) هماره مخفف همواره. منه

(۳) آدم اوباری، اوباریدن بمعنی ناخائیده فرو بردن. اوبار صیغهٔ امر و در آخر تحتانی، مردم آزاری مثله. منه

چگویم از نمطِ لشکرِ ظفر پیکر — که در شمار نیاید همی ز بسیاری

همه مقابلِ مقبل به ناوك اندازی — همه مساهمِ خسرو به طاقت اظهاری

بیا به بین که در اردویِ این امیرِ کبیر — سپرده اند علمشاه را علمداری

چو قندرآن که جلودارِ حمزه بود اینك — رسیده است بخاقانِ چین جلوداری

سزد که فخر براقبالِ خود کند لَندور — ازین که یافته توقیعِ گرز برداری

مپرس بر درش از هستیِ زمردشاه — مگر یکے بود از کافرانِ زنهاری

شنیدهٔ که خداوندِ باختر چون بود — کنون به بندگیِ خواجه گشت اقراری

گزشت آن که «چه تقدیر کرده ام» می گفت — بمقتضایِ غلط فهمی و غلط کاری

کنون بعجز «چه تقصیر کرده ام» گوید — زبندگانِ خدا چون بوی رسد خواری

رموزِ حمزه فروهل[1] خمش نشین غالب — چرا مرا بسخنهایِ هرزه آزاری

ز تست رونقِ گیتی به دانش آرائی — ز تست زینتِ معنی به نغز گفتاری

قصیدهٔ تو ولے کاسهٔ گدائیِ تست — ستوه آمده باشی ز رنجِ ناداری

غمین مباش که از گنج خانهٔ نواب — خود آن قدر که بدل داشتی بدست آری

بوقتِ گدیه گدارا دعاست دست آویز — بر آر دست بدرگاهِ حضرتِ باری

چراغِ دودهٔ سرور علی محمد خان — گزین همالِ تِمُر[2] در فنِ سپہداری

زرویِ کلبِ علی خان همیشه روشن باد — چنانکه تابشِ مهر از سپهرِ زنگاری

(۵۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم عرض یہ ہے۔ فقیرِ تکیہ دار، روزینہ خوار، غالبِ خاکسار حیران ہے کہ شکر بجا لائے آپکی عنایت کا، یا ذکر کرے آپکی کرامت اور ولایت کا۔ آپ بے شبہہ رونقِ مسندِ علم و یقین ہیں۔ تکلف بر طرف

---

(۱) فروهل بمعنی بگزار۔ ازینجا التزام موقوف است۔ منه

(۲) گزین بجای گزیده مستعمل اهل زبان۔ تمر به تحتانی مکسور ومیم مضموم در ترکی فولاد را گویند۔ واسم شاهی است از اولاد النقوا۔ واینکه تیمور نویسند طرز املاست اعراب بالحروف۔ منه

امیرالمسلمین هین . یه نه فقط از روی ارادت هے . بلکه یهان مشاهدهٔ خرقِ عادت هے . ان دنون مین متفرقات کے قرضدار[1] سرگرمِ تقاضا بلکه آمادهٔ شور و غوغا تهے . دو سو روپیه کی هنڈوی صراحیِ آبِ حیات هوگئی . دامِ مرگ سے نجات هوگئی . لطف یه که آج بروزِ دو شنبه ۲۱ اگست کو نو بجے اولِ روز ایك قصیده کا لفافه بهیجا گیا . اوسی دن باره پر تین بجے یه کرشمهٔ کرامت دیکها گیا . قصیده کے لفافه مین ایك عرضداشت هے . اوس سے قصیده کی حقیقت ، اور خود اوس نظم سے طرزِ نگارش کی جدت ظاهر هو جائیگی . حضرت کے انبساطِ خاطر کیواسطے یه ایجاد هے . مجهسے هر طرح کی نظم و نثر سے آپکی خوشی اور خوشنودی مراد هے . انجامِ قصیده مین جو قرض کے گلے پائے جائین ، اوس مجموع مین سے اهلِ بازار منهائی کئے جائین . کوٹهی والے ساهوکار « چهل خلیفه » گنے جائین .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

ترقیِ عمر و دولتِ خداوند کا طالب غالب . نگاشتهٔ دو شنبه ۲۱ ، اور روان داشتهٔ سه شنبه ۲۲ اگست سنه ۱۸٦٥ .

(٥٤)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . مین طبیب نهین ، مگر تجربه کار هون . ستر برس کا آدمی هوشیار هون . اور سے یه کها نهین جاتا . حضرت پر بغیر ظاهر کئے رها نهین جاتا . خدا جانے اور طبیب کیا سمجهے هونگے که کیا تها . میرے نزدیك به اشتراكِ معده و قلب یه مرض طاری هوا تها . اب آپ کو حفظِ صحت کیواسطے گاه گاه نارجیلِ دریائی و جدوار کا استعمال ضرور هے .

---

(۱) میرزا صاحب نے یهان لفظ قرضدار بجای قرضخواه استعمال کیا هے . یه استعمال عامیانه هے . اسلئے اسے اونکی پریشانی اور ضعف دماغ پر محمول کرنا چاهئے . سند بنانا درست نهین هوگا .

اور معجونِ طلائی عنبری تقویتِ قلب مین مجوزۂ حکیم ببر علیخان مغفور ھے. ورقِ طلا ، عنبرِ اشھب ، عرقِ کیوڑہ ، قند . کثرتِ اجزا اس ترکیبِ خاص مین ناپسند . کثیر الاجزا اور معجونین هین . مفرحِ بوعلی سینا ، خمیرۂ مروارید ، خمیرۂ گاؤزبانِ عنبری ، ماء اللحمِ غیر مُسَنّی ، جس مین طیور کے گوشت اور ادویۂ مفرح و مقوی حرارت و برودت مین معتدل[۱] . گاه گاه سکنجبین و گلاب پی لیا کیجے . غذا مین گوشتِ طیور اکثر . بیضۂ نیم برشت اکثر . لیکن یه خیال رھے ، که بیضۂ مرغ و لحمِ طیور ایك جلسه مین تناول نفرمائیے . بکری کے گوشت کیساتھ بیضۂ مرغ جائز اور لذیذ اور مرغوب . پودینه کا عرق ، چھوٹی الایچی کا عرق همیشه دواخانے مین موجود رھے . عطریات کے استعمال مین مبالغه . بعدِ غذا مباشرت سے پرهیز . شوربای پاچۂ گوسفند مائدۂ خاص پر موجود رھے . بحسبِ رغبتِ طبیعت نوشجان فرماتے رهئیے .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

سلامت وصحت کا طالب غالب . نگاشتۂ سه شنبه ، و روان داشتۂ سه شنبه[۲] .

(۵۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . شرف افزا عطوفت نامه عزِ ورود لایا . اگست ۱۸٦۵ کی تنخواه کا سو روپیه از رویِ هنڈویِ ملفوفه معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب . دو شنبه ۱۱ ستمبر سنه ۱۸٦۵ .

---

(۱) یهان کوئی ایك لفظ ساقط معلوم هوتا هی .

(۲) اس عریضه کی جواب مین ٦ ربیع الثانی سنه ۸۲ ھ مطابق ۲۹ اگست سنه ٦۵ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا : « سه قطعۂ مفاوضۂ لطف آگین ، اول مع قصیدۂ نادره که مضامینش مملو بهزاران در غرر معانی بود ، و ثانی مشعر رسید هنڈوی مبلغ دو صد روپیه ، و ثالث محتوی بر نسخه های معجون وغیره براه محبت معنوی متواتر یاسمین ریز گریبان وصول نشاط شمول گشته ..... حالا مزاج راقم بوجوه خوش وخورم است » .

(٥٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. چاهتا هون که کچھ لکھون. مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون. لازم تها که تعزیت نامه بزبانِ فارسی و عبارتِ بلیغ لکھون. آپکے قدمون کی قسم دل نے قبول نکیا. آرائشِ گفتار نظماً او نثراً واسطے تہنیت کے هے. که دل کثرتِ نشاط سے گل کی طرح کهل رها هے. طبیعت راه دیتی هے. الفاظ ڈهونڈهے جاتے هین. معنی پیدا کئے جاتے هین. اب مین نیم مرده، دل پژمرده، خاطر افسرده، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون، وه سراسر طبع کے خلاف. جس بات کا تصور ناگوار هو، اوسکے تذکّر سے جی کیون نه بیقرار هو. یه میری قسمت کی خوبی هے، که هنوز تہنیت اور مدح کا حق ادا نہوا تها که مرثیه لکھنا پڑا. اگر ایك بات میرے خیال مین نه آئی هوتی، تو مجھے زندگی دشوار تهی. یعنی حضور کو ابتدای جلوس مین وه رنج پہنچا، که اوس سے زیاده تصور مین نہین آتا. پس وساده نشینی کی بدایت اور غمگینی کی نہایت یه چاهتی هے که اب مدة العمر ابداً موبداً حضرت کو کوئی غم نہو. همیشه جهاندار و جهانستان و شاد و شادمان رهین[1].

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کے قدمبوس کا طالب غالب. ١٨ ستمبر سنه ١٨٦٥.

(قطعۂ تاریخ رحلتِ سکندر زمانی بیگم)

دریغا که ماند تهی قصرِ دولت   ز خاتونِ نامی سکندر زمانی
«چو ستّارِ روضه» بود سالِ فوتش   سپس اسمِ وے باد جنت مکانی
١٢٨٢

(١) سکندر زمانی بیگم نواب خلد آشیان کی بیوی تهین. انکے والد صاحبزاده سید امداد الله خان ولد صاحبزاده سید کفایت الله خان ولد نواب سید نصر الله خان بهادر، اور والده آفتاب بیگم بنت صاحبزاده سید کریم الله خان خلف نواب سید فیض الله خان بهادر تهین. سنه ١٢٦٢ هجری مین انکے ساتھ نواب خلد آشیان کی شادی هوئی. نواب سید مشتاق علی خان بهادر عرش آشیان انهین کے بطن سے تهے (انتخاب یادگار، ص ٢٢٥، و اخبار الصنادید، ج ٢، ص ٢٣٠).

(۵۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. ہر چند آبدار خانے کے ساتھ ہونے سے پانی کی طرف سے خاطر جمع ہے، کہ حضور جو پانی ہمیشہ پیتے تھے وہی پیتے ہونگے. مگر ہرجِ سفر اور اختلافِ ہوا کا خیال ہے. توقع رکھتا ہون کہ نویدِ صحت و اعتدالِ مزاجِ اقدس سے عز اطلاع پاؤن. بُعد اگرچہ بہت نہین، لیکن طبع پر گران ہے. چشمِ شوق ورودِ موکبِ عالی کی نگران ہے. بقولِ استاد بہ تغیرِ لفظ « جو تم پھر آؤ تو حضرت پھرین ہمارے دن ». زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

دوامِ بقایِ حضور کا طالب فقیر **غالب**. چہار شنبہ ۸ نومبر سنہ ۱۸٦۵[۱]

(۵۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. مرادآباد پہنچا، بعد پالکی کے اوتر آنے کے پل کا ٹوٹ جانا، گاڈیِ اسباب یہانتک کہ رختِ خواب کا مع آدمیون کے

---

(۱) یہ خط میرزا صاحب نے رامپور سے لکھا ہے. اس زمانہ مین نواب خلد آشیان دورہ پر تشریف لے گئے تھے. میرزا صاحب نے شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھا ہے: « آج شنبہ ٤ نومبر کی ہے. پرسون نواب صاحب دورہ کو گئے ہین. فرما گئے ہین کہ دو ہفتہ مین آؤنگا. آکر چار روز یہان رہین گے. پھر نمایشگاہ بریلی کی سیر کو جائین گے » (اردوی معلی، ص ۳۲۰). حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ نومبر کی صبح تک واپس تشریف نہین لائے تھے. فرماتے ہین: « نوابصاحب دورے سے یا آج شام کو یا کل آجائینگے. جشن جمشیدی کی تیاریان ہو رہی ہین » (ایضاً، ص ۲۳۱).

مولانا حالی مرحوم نے یادگار غالب (ص ٤۲، نامی پریس) مین لکھا ہے: « چند روز بعد نواب کلب علیخان مرحوم کا نواب لفٹنٹ گورنر سے ملنے کو بریلی جانا ہوا. انکی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے. چلتے وقت نوابصاحب نے معمولی طور پر مرزا صاحب سے کہا 'خدا کے سپرد'. مرزا نے کہا 'حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے. آپ پھر الٹا مجھکو خدا کے سپرد کرتے ہین' ». صاحب اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۳۷) نے بھی اس لطیفہ کو نقل کیا ہے. اور بہ تتبع حالی لطیفہ کا زمانۂ وقوع روانگی بریلی بتایا ہے. لیکن میری ناقصِ رای مین دورۂ مذکور پر جاتے وقت یہ لطیفہ کہا گیا ہوگا. واللہ اعلم.

اوسی زمہریر کے میدان مین رہنا ، بغیر جاڑے کے کچھ نہ کھانا ، خیر جو اونپر گزری وہ جانین ۔ مین مرادآباد کی سرا مین ایک چھوٹی سی حویلی مین ٹہرا ۔ بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑرہا ۔ یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی ۔

گرمِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے
تب امان ہجر مین دی بردِ لیالی نے مجھے

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا ۔ صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر(۱) کے بھیجے ہوئے دو فرشتے آئے ، اوٹھاکر سعیدالدین خانصاحب(۲) کے ھان لیگئے ۔ صاحبزادہ صاحب نے وہ تعظیم و تکریم اور سعیدالدین خانصاحب نے وہ تکریم و تعظیم کی کہ میری ارزش سے زیادہ تھی ۔ ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدرالصدور(۳) آئے ، اور مجھے اپنے گھر لیگئے ۔ پانچ دن وھان رہا ۔ بھائی نواب مصطفی خان بہادر(٤) وھین مجھسے آکر ملے ۔ دوسرے دن وہ رھگرای

(۱) صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر کی متعلق صاحب انتخاب یادگار (ص ۳۹۰) کہتی ھین : « نیر ، صاحبزادہ محمد ممتاز علیخان ولد صاحبزادہ محمد اعجاز علیخان ولد صاحبزادہ نیاز علیخان ولد صاحبزادہ حسن علیخان ولد جناب مستطاب نواب محمد فیض اللہ خانصاحب بہادر عرش منزل طاب ثراھم ۔ ستائیس برس کا سن ھو ۔ میر احمد علی رسا کی شاگرد ھین ۔ یہ صاحبزادی نہایت اھلیت شعار ھین ۔ خوش خلق و خوش اطوار ھین ۔ یہ اونکا کلام ھو :

شوق ھر چند یہ کہتا تھا کہ بوسی لیجی پر ترا نقش قدم مجھسی مٹایا نگیا »

صاحبزادہ صاحب کو نواب سعید الدین احمد خانصاحب فاروقی کی صاحبزادی منسوب تھین ۔ اس تقریب سی مرادآباد مین سکونت پزیر ھوگئی تھی ۔ اور وھین انتقال کیا ۔

(۲) نواب محمد سعید الدین احمد خانصاحب نواب محمد الدین احمد خانصاحب کی بیٹی اور نواب مجید الدین احمد خانصاحب عرف نواب مجو خان مرادآبادی کی چھوٹی بھائی تھی ۔ ان کی آباء واجداد مین سی ایک بزرگ قاضی عصمت اللہ فاروقی تھی ۔ یہ نواب عصمت اللہ خان بہادر کی لقب سی مفتخر اور عہد عالمگیری مین مختلف صوبون کی گورنر رہ چکی تھی ۔ خود نواب مجو خان بھی بہت بڑی جاگیر کی وارث تھی ۔ لیکن غدر سنہ ۵۷ ع مین بجرم بغاوت انھین پھانسی دیدیگئی ، اور اوسوقت سی اس خاندان پر زوال آگیا ۔ مراد آباد مین اس خاندان کی اخلاف اب بھی موجود ھین ۔ نواب سعید الدین خانصاحب کی ایک تصنیف « لب لباب رمل » کتابخانۂ ریاست مین محفوظ ھو ۔ یہ نسخہ بڑی اہتمام سی لکھاگیا ھو ۔ اسلئی خیال ھوتا ھو کہ خود مصنف نی تیار کرایا ھوگا ۔ اس کی دیباچہ مین اونھون نی اپنی خاندان کی ابتدائی تاریخ اور بعد ازان سنہ ۵۷ ع مین اسکی بربادی پر ایک مختصر نوٹ لکھا ھو ۔

(۳) محمد حسن خانصاحب صدرالصدور مرادآباد کی متعلق کچھ معلوم نہوسکا ۔

(٤) نواب مصطفی خان بہادر فرزند عظیم الدولہ سرفراز الملک نواب مرتضی خان بہادر ، جہانگیرآباد کی (باقی)

دارالسرورِ رامپور ، اور مین جاده نوردِ ستم آبادِ دهلی هوا. دو شنبه ۲۰ شعبان ۱۲۸۲ ، ۸ جنوری ۱۸۶٦ درِ غمکده پر پهنچا. حضور کے اقبال کی تائید تهی. ورنه مین اور جیتا دلّی پهنچتا(۱).

مغلوبِ غلبهٔ غمِ دل غالبِ حزین
کاندر تنش ز ضعف توان گفت جان نبود
از رامپور زنده بدهلی رسیده است
ما را بدین گیاهِ ضعیف این گمان نبود(۲)

(بقیه) جاگیر دار اور بڑی صاحب علم وخوش گفتار شاعر تهی. اردو مین شیفته اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتی تهی (اردوی معلی، ص ۱۰۱). ابتداءً حکیم مومن خان سی مشورهٔ سخن رها . ان کی انتقال کی بعد میرزا صاحب سی اصلاح لینی لگی تهی . انهون نی اردو شعرا کا ایك قابل استناد تذکره «گلشن بیخار» فارسی زبان مین تصنیف کرکی خود شایع کیا هی . آشوب غدر مین شیفته بهی مشتبه قرار دئی گئی تهی . لیکن آخر کار بری هوگئی . میرزا صاحب سی ان کی بهت مخلصانه روابط تهی . چنانچه جب میرزا صاحب قماربازی کی الزام مین قید کیی گئی تهی تو انهون نی بڑی همدردی کا اظهار کیا تها . حبسیه مین میرزا صاحب نی اس خلوص کا اس طرح اعتراف کیا هی :

خود چرا خون خورم از غم که به غمخواری من — رحمت حق به لباس بشر آمد گوئی
خواجهٔ هست درین شهر که از پرسش وی — مایهٔ خویشتنم در نظر آمد گوئی
مصطفی خان که درین واقعه غمخوار منست — گر بمیرم ، چه غم از مرگ ، عزادار منست

شیفته نی ٦۳ سال کی عمر مین سنه ۱۲۸٦ ه (۱۸٦۹ ع) کو وفات پائی.

(۱) میرزا صاحب کو یه مصیبت رامپور سی واپسی کیوقت برداشت کرنی پڑی تهی . وه سنیچر کی دن ۷ اکتوبر سنه ۱۸٦۵ ع کو دلی سی روانا هوی . اور بعد قطع منازل سته پنجشنبه ۱۲ اکتوبر کو رامپور پهنچی . باقر علیخان اور حسین علیخان اس مرتبه بهی ساتهه تهی . نواب خلد آشیان نی اپنا مهمان خاص بنایا . جرنیلی کی کوٹهی اقامت کیلئی عطا فرمائی اور تعظیم ، تواضع ، اخلاق ، کسی بات مین کمی نکی . آخر مین کهانی کی ، اور گهوڑون اور بیلون کی گهاس دانی کی نقدی مقرر کر دی تهی . جشن تخت نشینی کی بعد میرزا صاحب نی دونون لڑکون کو روانا کردیا . سرکار نی وقت رخصت ایك ایك دوشالا مرحمت کیا . میرزا صاحب خود جمعرات کی دن ۲۲ دسمبر کو رامپور سی روانا هوئی . لیکن سوء اتفاق سی عرض راه مین بیمار هوکر مرادآباد مین ۵ دن ٹهرنا پڑا . اسلئی ۸ جنوری سنه ۱۸٦٦ ع کو دن کی گیارا بجی دلی پهنچی . اس سفر مین اونکی دلی سی باهر رهنی کی کل مدت تین ماه هوتی هی. مزید تفصیل دیباچه مین ملاحظه هو .

(۲) میرزا صاحب نی یه قطعه سفر کلکته کی سلسه مین لکها تها . رای چهج مل کهتری کو سفر مذکور کی واقعات پر مشتمل ایك خط لکها هی ، جو پنج آهنگ کی ص ۱۰۰ پر درج هی . اوس خط مین یه قطعه موجود هی . لیکن وهان بجای « غلبهٔ غم » (سطوت غم) اور بجای مصرع ثالث (گویند زنده تابه بنارس رسیده است) تحریر هی .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب. چار شنبه ۲۲ شعبان و ۱۰ جنوری سال ِ جشن ِ حضور[۱].

(۵۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. عنایت نامۂ والا کے مشاهده نے مجکو میری حیات پر یقین عنایت کیا. اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سے رامپور تك ذوقِ قدمبوس مین جوانانه گیا. اختلافاتِ آب و هوا و تفرقۂ اوقاتِ غذا کو هرگز نمانا. اور رنجِ راه کو هرگز خیال مین نه لایا. وقتِ معاودت اندوهِ فراق نے وه فشار دیا، که جوهرِ روح گداز پاکر هر بنِ موسے ٹپك گیا. اگر آپ کے اقبال کی تائید نهوتی، تو دلی تك میرا زنده پهنچنا محال تھا. جاڑا، مینھ، قبض و انقباض، فقدانِ جوع، فاقه هایِ متواتر، منزلهایِ نامانوس، هاپوڑ تك آفتاب کا نظر نه آنا، شب و روز هوایِ زمهریر کا جانگزا رهنا. بارے هاپوڑ سے چلکر نیر اعظم کی صورت دکھائی دی. دهوپ کھاتا هوا دلی پهنچا. ایك هفته کوفته و رنجور رها. اب ویسا پیر و ناتوان هون جیسا که اس سفر سے پهلے تھا. خدا وه دن کرے که پھر اوس در پر پهنچون[۲].

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب. ۲۱ جنوری سنه ۱۸٦٦.

---

(۱) لفافه پر ۱۰ جنوری سنه ۱۸٦٦ تحریر هی.

(۲) نواب خلد آشیان کو میرزا صاحب کی مصائب سفر کی روداد نواب مصطفی خان بهادر کی زبانی معلوم هوئی، تو اونهون نی ۱۷ شعبان سنه ۸۲ ھ مطابق ۵ جنوری سنه ٦٦ ع کو مرادآباد کی پته پر میرزا صاحب کو تحریر فرمایا: «زبانی نواب مصطفی خان بهادر کی دریافت هوا، که مرادآباد مین کچھ طبیعت آپکی علیل هوگئی هو. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا هوا. اسواسطی حواله خامۂ محبت نگار کی هوتا هو که خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر هنوز طبیعت مائل باعتدال نهو، اور آپکا اراده قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت هو، تو آپ رامپور مین تشریف لائیے. یهان معالجه بخوبی عمل مین آئیگا».

لیکن فرمان کی اصل مثل مین موجود هی، اور اوس کی لفافه پر تحریر هی که «خط هذا هرکارۂ برنده از مرادآباد بجهت تشریف فرما شدن مرزا نوشه صاحب به دهلی واپس آورد. مرقوم ۲۱ شعبان (باقی)

(٦٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . اپنا حال اس سے زیادہ کیا لکھون کہ آگے ناتوان تھا ، اور اب نیمجان ہون . برخوردار نواب مرزا خان اپنے مشاہدہ کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وہ مسموع و مقبول ہو[1] .

حضور اس مطلع کے لفظ و معنی کی حدت و جدت کی داد چاہتا ہون .

ہم در قیام زندہ نیم کز برایِ خویش   آنوقت لای نافیہ ام از دوپایِ خویش

ایك غزل نئی طرز کی نئی بحر مین عرض کرتا ہون[2] . یہ جشنِ حال کی نذر ہے . خدا کرے مقبول ہو . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب . ۲۹ مارچ سنہ ۱۸٦٦ .

بحر ہزج مثمن سالم

فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن

✡ ای خداوندِ خردمند و جہان داورِ دانا ✡

✡ وی بہ نیرویِ خرد بر ہمہ کردار توانا ✡

(بقیہ) سنہ ۱۲۸۲ ھ» . اس سی معلوم ہوتا ہی کہ مرزا صاحب کو فرمان موصول نہوا . مگر اس عرصہ مین اونکا عریضہ نمبر (۵۸) رامپور پہنچ گیا . اس کی جواب مین سرکار نی ۱۵ جنوری کو تحریر فرمایا : «جو کہ وقت اطلاع انحراف طبیعت آپکی مرکز اعتدال سی بمقام مرادآباد رقیمۃ الوداد اس مضمون سی کہ اگر ارادہ قیام مرادآباد کا واسطی معالجہ کی ہو ، تو رامپور کو معاودت کیجی ، یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا ، ہمدست ہرکارہ کو بھیجا گیا تھا . لیکن آپ وہان سی روانا دہلی کو ہوگئی تھی . ہرکارہ خط واپس لایا اوسروز سی کمال انتظار وصول مفاوضہ خیریت کا تھا . الحمد للہ کہ وصول نمیقۂ الطف آگین باعث اطمینان ہوا» . میرزا صاحب کا عریضہ نمبر (۵۹) اسی فرمان کا جواب ہی .

(۱) میرزا صاحب نی ۱۲ مئی سنہ ٦٦ ع کو منشی حبیب اللہ خان ذکا کی نام ایك خط مین اس سی ملتی جلتی الفاظ مین اپنی حالت بیان کی ہی . فرماتی ہین : «آگی ناتوان تھا . اب نیمجان ہون . آگی بہرا تھا . اب اندھا ہوا چاہتا ہون . رامپور کی سفر کا رہ آورد ہی رعشہ و ضعف بصر . جہان چار سطرین لکھین . اونگلیان ٹیڑھی ہوگئین . حرف سوجھنی سی رہگئی» (اردوی معلی ، ص ۳۸) .

(۲) یہ غزل کلیات نظم فارسی مین موجود نہین ہی .

ای برفتار و بدیدار، بزیبائی و خوبی
سروِ نوخاسته آسا، مہِ ناکاسته مانا
به ادا پایه فزایا، بنظر عقده کشایا
بکرم ابرِ عطایا، بغضب برق سنانا
به نگه خسته نوازا، بسخن بذله طرازا
به قلم غالیه سایا، به نفس عطر فشانا
شه نشان کلبِ علیخان که توئی یوسفِ ثانی
نبود ثانی و همتایِ تو در دهر همانا
دانم از حال و مآلم خبرے داشته باشی
سر نوشتِ ازلی گرچه ندارد خطِ خوانا
دشمنم چرخ و تو بینی و نسوزی بعتابش
به عدو صاعقه ریزا، به محب فیضرسانا
جانشینِ تو کند نامِ ترا زنده بگیتی
باد فردوسِ برین جایِ تو فردوس مکانا
غالب از غم چه خروشی، بتو زیباست خموشی
با کریمِ همه دان هیچ مگو هیچ مدانا

(٦١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ منشورِ مکرمت ظہور مع ہنڈوی عزِ ورود لایا ۔ سو روپیه تنخواہِ اپریل سنه ۱۸٦٦ کا معرضِ وصول مین آیا ۔ زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب ۔ ١٤ مئی سنه ۱۸٦٦ عیسوی[1] ۔

---

(۱) اس عریضه کے لفافه پر ١٥ مئی سنه ۱۸٦٦ تحریر ہین ۔ غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا ۔

(۶۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل ایک عرضداشت مع ایک غزل کے ڈاک مین بھیجی گئی[۱] . شام کو منشورِ عطوفت مع ہنڈوی تنخواہِ مئی سنہ ۱۸۶۶ عزِ ورود لایا. سو روپیہ معرضِ وصول مین آیا. آج صبحدم وقتِ تحریر اس عرضی کے حضرت فردوس مکان کا دیوان پیشِ نظر تھا. اوس مین یہ شعر نظر پڑا. اوسکے مضمونِ حکیمانہ و عارفانہ نے بڑا مزہ دیا. یقین ہے کہ اوسکو پڑھکر حضرت بھی حظ اٹھائینگے .

وہ جسطرح سے جسے چاہے اوسطرح پالے
کسیکا کچھ نہین پروردگار پر لینا

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ہون دن پچاس ھزار

عرضۂ اسد اللہ ترقی خواہ. معروضۂ دہم جون سنہ ۱۸۶۶ .

(۶۳)

(قطعہ در گزارشِ سپاسِ یاد آوری بعالی خدمت جناب مولوی آغا احمد علی صاحب جہانگیرنگری

مولوی احمد علی احمد[۲] تخلص نسخۂ
در خصوصِ گفتگویِ پارس انشا کردہ است

---

(۱) میرزا صاحب کا محولۂ بالا خط اور غزل مثل مین موجود نہین ھین .

(۲) مولوی احمد علی احمد تخلص جہانگیر نگر (بنگال) کی باشندی اور مدرسۂ کلکتہ کی مدرس تھی. انھون نی میرزا صاحب کی قاطع برھان کی جواب مین «موید برھان» نامی رسالہ تصنیف کیا تھا. مذکورۂ بالا قطعہ اوسکا جواب ھی (اردوی معلی، ص ٤٤). میرزا صاحب نی موید برھان اور چند دیگر رسائل کی جواب مین تیغ تیز نامی رسالہ بھی لکھا ھی. اوس مین آغا احمد علی کی باری مین لکھتی ھین: «عربیت مین امین الدین سی بڑھکر، فارسیت مین برابر، فحش و ناسزا گوئی مین کمتر. جتنی الفاظ تذلیل کی ھین، وہ چن چنکر میری واسطی استعمال کئی، اور یہ نہ سمجھا کہ غالب اگر عالم نہین، شاعر نہین، آخر (باقی)

✿ کیچ و مکران را که در سند است وازایران جدا ✿
✿ شاملِ اقلیمِ ایران بے محابا کرده است ✿
✿ قومِ برلُچ را بایرانی نژادان داده خلط ✿
✿ ترکِ ترکانِ سمرقند و بخارا کرده است ✿
✿ در جهان توام بود رویِ وی و پشتِ قتیل ✿
✿ پیشوایِ خویش هندوزادهٔ را کرده است ✿
✿ هندیان را در زباندانی مسلم داشته ✿
✿ تاچه اندر خاطرِ والایِ او جا کرده است ✿
✿ خوش برآمد باهمه هندوستان زایان چه خوش! ✿
✿ تکیه آرے بر ولادتگاهِ آبا کرده است ✿
✿ هرکه بینی با زبانِ مولدِ خود آشناست ✿
✿ سازِ نطقِ موطنِ اجداد بیجا کرده است ✿
✿ خواجه را از اصفهانی بودنِ آبا چه سود؟ ✿
✿ خالقش در کشورِ بنگاله پیدا کرده است ✿

(بقیه) شرافت و امارت مین ایك پایه رکھتا ھی. صاحب عز و شان ھی. عالی خاندان ھی. امرای ھند، روسای ھند، مہاراجگان ھند سب اسکو جانتی ھین. رئیس زادگان سرکار انگریزی مین گنا جاتا ھی. بادشاہ کی سرکار سی نجم الدولہ خطاب ھی. گورمنٹ کی دفتر مین 'خانصاحب بسیار مہربان دوستان' القاب ھی. جس کو گورمنٹ خانصاحب لکھتی ھی. اس کو سڑی اور کتا اور گدھا کیونکر لکھون. فی الحقیقت یہ تذلیل بفحوای 'ضرب الغلام اھانة المولی' گورمنٹ بہادر کی توھین اور وضیع و شریف ھند کی مخالفت ھی. میرا کیا بگڑا. مولوی نی اپنا پاجی پن ظاھر کیا. مین نی امین بیدین کو شیطان کی حوالہ کیا. اور احمد علی کی الفاظ مذموم سی قطع نظر کیا. اور ان کی مطالب علمی کا جواب اپنی ذمہ لیا» (تیغ تیز، بحوالۂ غالب، ص ۳۴۷). مرزا صاحب کی اس قطعہ کی جواب مین آغا احمد علی کی ایك شاگرد فدا سلہٹی نی اسی زمین مین قطعہ لکھا، جس کا جواب غالب کی دو شاگردون باقر علی خان باقر اور فخرالدین حسین خان سخن نی اسی بحر وقافیہ مین دیا. فدا نی ان کی دونون قطعون کا جواب الجواب لکھا. اور ان سب کو بالترتیب «تیغ تیز تر» مین شایع کیا. کتابخانہ مین یہ کتاب موجود ھی. اور اپنی دلچسپی کی بنا پر قابل مطالعہ ھی. مولوی احمد علی نی سنہ ۱۲۸۰ ف مین انتقال کیا (تاریخ لطیف مصنفہ مہدیعلیخان تحویلدار کتب خانہ، ص ۱۵). یہ سال فصلی سنہ ۱۲۹۰ ھ اور سنہ ۱۸۷۳ع کی مطابق ہوگا (تشریح السنین قلمی، ص ۱۷۹، فن ھیئت اردو نمبر ۱).

با قتیل و جامعِ برهان و لاله ٹیك چند
لابهٔ و سوگیری و لطف و مدارا کرده است
داوریگاهے بنا فرمود و در وی هر سه را
منصف و صدرِ امین و صدرِ اعلی کرده است
گر چنین با هندیان دارد تولا در سخن
من هم از هندم چرا از من تبرّا کرده است
کرده است از خوبیِ گفتارِ من قطعِ نظر
ظلم زین قطعِ نظر بر چشمِ بینا کرده است
میلِ او با هر کسے از هند و حیفش خاصِ من
حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کرده است
مطلب از بد گفتنِ من چیست ؟ گوئی، نیکمرد
مزدِ این کار از حق آمرزش تمنا کرده است
ور چنین نبود چنان باشد که در عرضِ کمال
تا بر آرد نام این هنگامه برپا کرده است
صاحبِ علم و ادب، وانگه ز افراطِ غضب
چون سفیهان دفترِ نفرین و ذم وا کرده است
در جدل دشنام کارِ سوقیان باشد، بلے
ننگ دارد علم از کاریکه آغا کرده است
انتقامِ جامعِ «برهانِ قاطع» می کشد
آنچه ما کردیم با وی، خواجه با ما کرده است
من سپاهی زاده ام، گفتارِ من باید درشت
وائے بر وے گر به تقلیدِ من اینها کرده است
زشت گفتم، لیك دادِ بذله سنجی داده ام
شوخیِ طبعے که دارم این تقاضا کرده است

میکند تائیدِ «برهان»، لیك برهان ناپدید
نیست جز تسلیمِ قولش هرچه انشا کرده است
سستیِ طرزِ خرامِ خامهٔ «برهان» نگار
یا نمیدانست، یا دانسته اخفا کرده است
بهرِ من توهین و بهرِ خویش تحسین جا بجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است
آید و بیند همان اندر کتابِ مولوی
هرچه از هنگامه گیران کس تماشا کرده است
لغو و حشو و ادعایِ محض و اطنابِ مُمل
مار و موش و سوسمار و گربه یکجا کرده است
بگزر از معنی، همین الفاظِ برهم بسته بین
باده نبود، شیشه و ساغر مهیا کرده است
یافتم از دیدنِ تاریخهایِ آن کتاب
خود بدم گفت و باحبابِ خود ایما کرده است
غازیان همراهِ خویش آورده از بهرِ جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است
جوش زد از غایتِ قهر و غضب خون در دلش
تا زبانش را بدین کَلْپَتره[1] گویا کرده است
آتشِ خشمی که سوزد صاحبِ خود را نخست
دردلش، همچون شرر در سنگ، ماوا کرده است
چون نباشد باعثِ تشنیع جز رشك و حسد
باد غالب خسته ترگر خسته پروا کرده است

---

(۱) کلپتره بفتح کاف و سکون لام و فتح بای فارسی احمقانه کلام.

از جانبِ آمرزشخواهِ جرمِ بیراهه روی اسد الله خانِ غالب دهلوی][1].

(٦٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . آج شنبه ۱۰ ماهِ اگست سنه ۱۸٦٦ کی هے . فقیر چشم براه تها ، که اب ڈاك کا هرکاره آتا هے ، اور هنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامه لاتا هے . ناگاه اسوقت ڈاك کا آدمی ایك خط برخوردار منشی سیلچند[2] کا لایا . اوس مین مندرج تها که تو نے جون سنه حال کی تنخواه کی رسید کیون نه بهیجی . اور بعد اسکے یه لکها تها که جولائی کی تنخواه کی چٹهیان هوتی جاتی هین . اب دو ایکدن مین تیری تنخواه بهی بهیجی جائیگی . متحیر که یا رب مین حسبِ معمول تنخواهِ جون کی رسید ارسال کرچکا هون . اب دوباره رسید کیون مانگی جاتی هے . پهر یه تو گویا پیامِ مرگ تها که جولائی کی تنخواه اب روانا هوگی . یا رب ۱۰ کو وعده ، ۱۳ ، ۱٤ کو چلے گی . بیسوین تك مجهے پهنچیگی . اور میرا حال یه که انگریزی تنخواه گهر مین اور کچه قرض کی قسط مین جاتی هے . حضور کے عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا هے . عالم‌الغیب جانتا هے جسطرح گزرتی هے . چار سو ساڑهے چار سو کا قرض باقی هے . اب کوئی قرض بهی نهین دیتا . خلاصه دو عرضین هین . ایك تو یه که مین جون کی تنخواه کی رسید بهیج چکا هون . اگر ڈاك مین تلف هوگئی هو تو اور لکه بهیجون . دوسری یه که اس مهینے کی ، یعنی جولائی کی ، تو تنخواه خیر ۲۰ ماهِ اگست تك پهنچ جائیگی . آینده کو حکم هو جائے که هر مهینے کی پهلی دوسری کو فقیر کی تنخواه ، که وه محض صیغۂ خیرات هے ، بهیجی جایا کرے .

---

(۱) دارالانشاء کی فائل مین یه قطعه منسلك اور اسکی لفافه پر ۳۱ جولائی سنه ۱۸٦٦ع تاریخ درج هو . مرزا صاحب نی اسکو اکمل المطابع مین یکرخه طبع کراکی اپنی احباب کو تحفة بهیجا تها . چونکه یه بغیر عریضه کی نوابصاحب کو ارسال کیا گیا تها ، اسلئی مینی متن مین شامل کرنا مناسب خیال کیا .

(۲) منشی سیلچند کیلئی خط نمبر ۱۰۹ کا ذیل ملاحظه هو .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب .

(٦٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . پهلے اپنا حال عرض کر لون ، تب کچھ اور مدعا لکھون . غم نے بشمول بڑهاپے کے پست و مضمحل کر دیا هے . حضرت کے قدمون کی قسم ! نه حواس درست ، نه رای صحیح . برسون سے مکروهات مین مبتلا رهتے رهتے اب طاقت تحمل کی نرهی . خدا جانے کیا هوتا هے ، کیا سمجهتا هون . کیا کرنا چاهئے ، کیا کرتا هون . کل آخرِ روز میر منشیِ حضور کا خط آیا . جون کی تنخواه کی رسید کے نه پهنچنے کی اطلاع پائی . تهیدستی و قرض کے رنج مین خستۂ و آزرده بیٹها تها . اوسی وقت عرضی لکهی . اگرچه ڈاك کا وقت نتها ، مگر بهیجدی . آج آخرِ روز توقیعِ وقیع مع جولائی کی تنخواه کی هنڈوی کے پهنچا . هنڈوی مختار کار کو دی ، اور یه عرضی لکهنے بیٹها . لکهکر لفافه کر رکهتا هون . کل صبحدم ڈاك مین بهیجدونگا . اگر عرضیِ سابق مین کوئی بات گستاخی و دیوانگی و بدحواسی کی هو ، توفقیر کی خطا معاف هو . میر منشی صاحب کے اگر مخالفِ طبع کوئی لفظ هو تو وه بهی در گزر کرین . جون کی تنخواه کی رسید کا لفافه ڈاك مین گم هوگیا هوگا . اگر مین بهی بهول گیا هون تو بعید نهین . بلکه اغلب هے که غالب کو سهو هوا هو . ملازمانِ درِ دولت پر ظاهر هو که جون کی تنخواه جولائی مین ، اور جولائی کی اگست مین مین نے پائی . آینده هر انگریزی مهینے کی دوسری تیسری کو روانگیِ هنڈوی کا متوقع هون . زیاده حدِ ادب[1] .

(۱) نواب خلد آشیان نی ۱۳ ربیع‌الثانی سنه ۸۳ ھ مطابق ۲۵ اگست سنه ٦٦ ع کو جواباً تحریر فرمایا : «رسید ثانی ضرور نهین هی . اور حسب الایما واسطی بهیجی جانی هنڈوی مشاهره آپکی اسطور پر که تاریخ پهلی یا دوسری تك آپکو پاس پهونچ جایا کری ، حکم بنام اهالی سرشته کی صادر هوگیا هی » .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

۱۳ اگست سنه ۱۸٦٦ ۔ عفو و رحم کا طالب غالب ۔

(٦٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت مد ظله العالی ۔

بعدِ تسلیم معروض ھے ۔ توقیعِ وقیع مع دیباچۂ شرحِ اشعارِ بدرِ چاچی[۱] عزِ ورود لایا ۔ کیا عرض کرون کہ کیا عالم نظر آیا ۔ واقعی افتتاحِ کلام بطرزِ میرزا طاہر وحید[۲]، اور پھر نگارشِ مطالب بشیوۂ میرزا جلالایِ طباطبائی[۳] ھے ۔ لیکن دونون صورتون مین دیباچۂ اعجازِ خسروی[٤] کا رنگ جلوہ گر ھے ۔ پس ناقدِ بصیر کے نزدیك یہ نگارش، طاہرِ وحید اور جلالا کی عبارت سے بہتر ھے ۔ یہ عرضداشت جلد بھیجتا ہون، تا کہ حضرت پر پہنچنا اوس دیباچہ یا تقریظ کا ظاہر ہوجائے ۔

برسات ایسی ہوئی ھے کہ مین باون ترپن برس سے یہان رہتا ہون ۔

---

(۱) بدرالدین محمد چاچی، چاچ (تاشقند) کی رہنی والی تھی، سلطان محمد بن تغلق (سنه ۷۲۵ ھ - ۷۵۲ ھ) کی عہد مین ہندوستان آئی ۔ اور اوسکی مدح سرائی مین اپنی عمر کا بڑا حصہ گزارا ۔ سلطان محمد بڑا علم دوست بادشاہ تھا، اوسنی انکی کافی قدر و منزلت کی، اور «فخرالزمان» خطاب دیا ۔ بدر نی سنه ۷۵٤ ھ (۱۳۵۳ ع) مین انتقال کیا ۔ انکی قصائد شہرت عام کی مالك ہین ۔ لیکن تلمیحات وکنایات کی افراط کی سبب سی شیرینی غائب ہوگئی ھی ۔

(۲) میرزا طاہر وحید بن میرزا حسین خان قزوینی مشہور شاعر اور نثار ھی ۔ یہ قزوین مین پیدا ہوا ۔ سنه ۱۰۵۵ ھ (۱٦٤۵ ع) مین شاہ عباس صفوی نی اپنا مجلس نویس مقرر کیا، سنه ۱۱۰۱ ھ (۱٦۸۹ ع) مین وزیر بنایا گیا، اور ۱۸ سال تك اسی عہدہ پر رہا ۔ یہ فن انشاء مین خاص طرز کا مالك ھی ۔ لیکن اشعار کی شہرت صرف عہدۂ وزارت کی بدولت ہوئی ۔ طاہر کی تاریخ وفات مین اختلاف ھی ۔ بعض سنه ۱۱۰۵ ھ اور بعض سنه ۱۱۰۸ ھ لکھتی ہین ۔ لیکن ریو نی لکھا ھی کہ تقریباً سنه ۱۱۲۰ ھ (۱۷۰۸ ع) مین انتقال کیا ۔

(۳) میرزا جلالائی طباطبائی اصفہان مین پیدا ہوا ۔ سنه ۱۰٤٤ ھ (۱٦۳٤ ع) مین ہندوستان آیا، اور شاہ جہان کی دربار کا مورخ مقرر ہوا ۔ مگر ابھی ۵ سال کی تاریخ لکھنی پایا تھا کہ حساد نی سازش کی، اور کام رك گیا ۔ یہ بھی انشاء مین ایك خاص طرز کا مالك ھی ۔

(٤) اعجاز خسروی امیر خسرو دہلوی متوفی سنه ۷۲۵ ھ (۱۳۲۵ ع) کی تصنیف ھی ۔ یہ نثر کی ممتاز کتابون مین شمار ہوتی ھی، اور نولکشور پریس لکھنو مین طبع ہوچکی ھی ۔

عرش آرامگاہ اکبر شاہ[۱] کے عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی ، یا امسال نظر آئی ہے . اوراقِ مرسلۂ حضور مومین جامہ مین لپیٹ کر بسبیل پارسل ارسال کرونگا ، یا پرسون دو شنبہ کو یا سہ شنبہ کو .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

روزِ شنبہ یکم ستمبر سنہ ۱۸٦٦ . نجات کا طالب غالب[۲] .

(٦۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٦ معرضِ وصول مین آیا .

نثرِ نثرہ نثار[۳] کے اوراق ۳ ستمبر ماہِ حال کو ارسال ہوئے ہین . نظرِ انور سے گزرے ہونگے .

---

(۱) اکبر شاہ، شاہ عالم کا لڑکا اور دھلی کی آخری بادشاہ ظفر کا باپ تھا. ۲۳ اپریل سنہ ۱۷٦۰ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۱۷۳ ھ کو پیدا ھوا . اور ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۰٦ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۲٤۸ ھ کو ٤۸ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا . اسنی ۳۱ سال سلطنت کی ، اور ۲۸ ستمبر سنہ ۱۸۳۷ ع مطابق ۲۸ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۵۳ ھ کو جمعہ کی دن فوت ھوا . اکبر شاہ شاعر بھی تھا ، اور شعاع تخلص کرتا تھا .

(۲) میرزا صاحب کا یہ عریضہ نواب خلد آشیان کی فرمان مورخۂ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۷ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کا جواب ھی . القاب وآداب کی بعد نوابصاحب نی تحریر فرمایا ھی : «..... درین ولا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی ازنوك قلم جلوہ خیز گردیدہ . اولا بر دیباچۂ صور عبدالرحمن وحید وما بقی بر طرز جلالای طباطبائی نگاشتہ ام . چون زیور اصلاح در گنج خانۂ عالی طبیعت آن استاد زمان مخزونست ، بہمین نظر آن نقش باطل را مرسل ساختہ ، مرقوم کہ آنچہ فطرت کمالت مرشار نہ پسندد ، خامۂ اعجاز نگار را بر پرچۂ ثانیہ علاوہ ازین مجموعۂ پریشانی بہ تلافیش تکلیف تحریر دہند . وباسرع ازمنہ دیدۂ سفیدان این دیار را از سرمۂ جواہر آگین جواب باصواب مسرور وشادمان سازند » . شرح قصائد بدر چاچی ، جسکا فرمان مین ذکر ھی ، مولوی محمد عثمان خان بہادر مدار المہام کی تصنیف ھی . خان موصوف نواب خلد آشیان کی خدمت مین عہد ولیعہدی سی آمد ورفت رکھتی تھی . زبان فارسی اور حساب وغیرہ سی بخوبی واقف، اور قدری عربی آشنا تھی . جب نواب صاحب تخت نشین ھوی ، تو ان کا تقرب اور رسوخ یہانتك بڑھا ، کہ ریاست کی مدار المہام بنادئی گئی . مزاج مین قدری درشتی اور جبر تھا . اسوجہ سی ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ ع) کو ایك پٹھان کی ھاتھ سی زخمی ھوکر ۱۲ ماہ مذکور کو انتقال کرگئی (اخبار الصنادید ، ج ۲ ، صفحہ ۱۵۲-۱۵٦) .

(۳) اس نثر سی مذکورۂ بالا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی مراد ھی .

اردو کا دیوان ایك شخص کو دیا ھے. فارسی دیوان کا شیرازہ کھولکر چند شخصون کے حوالے کیا ھے. بعدِ اتمامِ تحریر نذر کیا جائیگا[1]. بھائی ضیاء الدین خان[2] کا مجموعۂ نثر و نظمِ فارسی و اردو، سراسر دیکھا ھوا میرا، جو اونکے کتابخانہ مین تھا، غدر مین لٹ گیا. بعدِ غدر ذوقِ شعر باطل اور دل افسردہ ھوگیا. دو تین غزلین، فارسی، ھندی، جو لکھی ھین، اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

---

(۱) نواب صاحب نی ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۵ اگست سنہ ۱۸۶٦ ع کو میرزا صاحب کو تحریر فرمایا تھا: «... مطلب دگر، جو کہ راقم کو ترتیب بیاض اشعار منتخبۂ اساتذۂ پارسی و اردو کی منظور ھی، اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی کہ آپ انتخاب دیوان فارسی اور اردو اپنی کا فرماکر مع انتخاب کلام ضیاء الدین خانصاحب لطف کرین، تا شامل انتخاب کی، جو اس سرکار مین عمل مین آیا ھی، ھوجای». میرزا صاحب نی حسب الحکم اردو دیوان کا انتخاب ۷ ستمبر کو اور فارسی کلیات کا انتخاب ۲٤ ستمبر کو ارسال کیا. یہ دونون انتخابات جو حسب تصریح فرمان مورخہ ۱۹ جمادی الاولی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۳۰ ستمبر سنہ ۱۸۶٦ ع اس تاریخ سی قبل موصول ھوچکی تھی، کتب خانہ سرکاری مین محفوظ ھین، اور ضروری حواشی ومقدمات کی ساتھ انشاء اللہ عنقریب شائع کئی جائین گی.

(۲) نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نواب احمد بخش خان والئی فیروزپور جھرکہ وجاگیردار لوھارو کی خلف اصغر تھی. انکی چچازاد بہن غالب سی منسوب تھین. لیکن اس نسبتی رشتہ کی علاوہ اھم رابطہ یہ تھا کہ نوابصاحب فن شعر مین غالب کی شاگرد تھی. یہ فارسی مین نیر اور اردو مین رخشان تخلص کرتی تھی(اردوی معلی، صفحہ ۱۰۰). انکی سلامتی ذوق وحسن طبیعت مسلم ھی. خود میرزا صاحب بھی اسکی معترف تھی، اور انھین اپنا نمونہ کہتی تھی. کلیات فارسی مین انکی مدح مین ایك قصیدہ ھی. اوس مین میرزا صاحب فرماتی ھین:

بنکتہ شیوۂ شاگرد من بمن باناست صنم بصورت خود می تراشد آذر من
اگرچہ اوست ارسطوی ومن فلاطونم بود بپایہ ارسطوی من سکندر من

ضیاءالدین خان کی پاس کتابون کا بڑا نایاب ذخیرہ تھا. الیٹ صاحب نی تاریخ ھند کی ترتیب مین اوس سی استفادہ کیا ھی. اس کتب خانہ کی متعلق مرزا صاحب لکھتی ھین: «میرا ایك نسبتی بھائی ھی نواب ضیاءالدین خان سلمہ اللہ تعالی. وہ میری نظم ونثر کو فراھم کرتا رھتا تھا. چنانچہ مجمع نثرین، اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخی اوسکی کتب خانہ مین تھی. وہ کتابخانہ کہ، ڈر کر عرض کرتا ھون، ۲۰ ھزار روپیہ کی مالیت کا ھوگا. لٹ گیا. ایك ورق نہین رھا» (عود ھندی، صفحہ ۲۹). نواب ضیاءالدین خان بہادر نی سنہ ۱۳۰۲ ھ مطابق سنہ ۱۸۸۳ ع مین وفات پائی. میر مھدی مجروح نی مصرع «اب نہ باقی رھی وہ رونق شہر دھلی» سی ہجری سال نکالا ھی (تاریخ لطیف، ص ۲٤۱).

اسد اللہ بیدستگاہ ۔ دو شنبہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ۔

(۶۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ھے ۔ خاطرِ اقدس مین نگزرے کہ غالب تعمیلِ احکام مین کاھل ھے ۔ بصارت مین فتور ۔ ھاتھ مین رعشہ ۔ حواس مختل ۔ ناچار کاتب کی تلاش کی ۔ شہر سراسر ویران ھے ۔ کاتب کہان ؟ بارے ایک دوست نے کاتب نشان دیا ۔ اردو کا دیوان ، اشعار پر صاد کرکے ، اوسکو حوالہ کیا ۔ کل وہ اجزایِ منقولہ آئے ۔ آج بطریقِ پارسل مع اس عرضی کے ارسال کئے ۔ خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا ۔ حضرت کو کیونکر پسند آئیگا ۔ اغلاط اتنے تھے کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی ۔ فارسی کے کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکے احباب پر تقسیم کردئیے ھین ۔ جابجا اشعار پر صاد کردئیے ھین ۔ وہ بھی میرے انتخاب کے مطابق نقل ھو رھے ھین ۔ بعدِ اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا ۔ زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رھو ھزار برس　　ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

ترحم کا طالب غالب ۔ سہ شنبہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ۔

(میرزا صاحب نے اصلاحِ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی کے سلسلہ مین ۱۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع کو ایک عریضہ روانا کیا تھا ۔ مثل مین اوسکا لفافہ موجود ھے ۔ میر منشی صاحب لکھتے ھین : « اصلِ خط کہ بمقدمۂ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی بود در حضورِ پرنورِ ماند »)[1] ۔

---

(۱) یہ عریضہ نواب صاحب کی اس تحریر کا جواب تھا : «... نامۂ محبت آئین مع تقریظ بدر چاچی ومضامین اصلاح آگین سرمہ‌کش چشم وصول گشتہ روشنی بخش عیون دیدہ سفیدان انتظار گردید ۔ چنانچہ نظیر ھمہ الفاظ کہ شاید عجالتاً بامعان نظر ملاحظہ نشدہ مرسل داشتہ ام ۔ چشم کہ اگر اقوال این ھمہ اساتذہ قابل اعتبار باشد فبہا ۔ والا بعد مشاھدہ از چگونگی آن مطلع سازند ۔ المرقوم ۲ جمادی الاولی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۳ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع » ۔ اس فرمان کے ساتھ فرھنگ جہانگیری و رشیدی وغیرہ سے تلاش کرکے نظائر روانا کئے گئے تھے ۔ اونکا یہان نقل کرنا باعث طوالت ھوگا ۔

(٦٩)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے. اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ھون . یقین ھے کہ حضرت کی نظرِ انور سے گزر گیا ھو . آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریقِ پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ھون . اور بھائی ضیاء الدینخان بہادر نے جو اوراق میرے پاس بھیجے ھین ، وہ بھی اسی پارسل مین رکھدئے ھین . حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا . بعدِ غدر جو کچھ کہا ھے ، وہ یہی ھے جو پہنچتا ھے . اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ھے . قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا . اگر حکم ھو تو وہ بھی بھیجون . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رھو ھزار برس   ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

عنایت کا طالب غالب . ٢٤ ستمبر سنہ ١٨٦٦ .

(٧٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ ستمبر سنہ ١٨٦٦ معرضِ وصول مین آیا . اشعارِ فارسی و اردو پہنچے . خدا کرے پسند آئین . افسوس کہ برخوردار نواب مرزا خان نے میرا حال سامعۂ اقدس پر عرض نکیا . حضور ملك و مال جسکو جسقدر چاھین عطا کر سکتے ھین . مین آپ سے صرف راحت مانگتا ھون . اور راحت منحصر اس مین ھے کہ قرضِ باقیماندہ ادا ھوجائے ، اور آیندہ قرض لینے کی حاجت نہ پڑے .

تم سلامت رھو قیامت تك   دولت و عز و جاہ روز افزون

اسد اللہِ بیدستگاہ . ششم اکتوبر سنہ ١٨٦٦ .

(۷۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . اس عنایت نامے مین ایک فقرہ نظر پڑا کہ جس سے مین کانپ اوٹھا . « مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است »[۱] . یہ ذلیل کو عزت دینی اور دکانِ بے رونق کی خریداری کرنی ھے . مین تو حضرت کو اپنا استاد اور اپنا مرشد اور اپنا آقا جانتا ہون .

بدوِ فطرت سے میری طبیعت کو زبانِ فارسی سے ایک لگاؤ تھا . چاھتا تھا کہ فرھنگون سے بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملے . بارے مراد برآئی . اور اکابر پارس مین سے ایک بزرگ یہان وارد ھوا . اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رھا . اور مین نے اوس سے حقائق و دقائق زبانِ پارسی کے معلوم کئے . اب مجھے اس امرِ خاص مین نفسِ مطمئنہ حاصل ھے . مگر دعویِ اجتہاد نہین ھے . بحث کا طریق یاد نہین[۲] .

میان اِنجو جامعِ فرھنگِ جہانگیری[۳] ، شیخ رشید راقمِ فرھنگِ

---

(۱) مرزا صاحب کی ۱۹ ستمبر کی عریضہ کی جواب مین نواب خلد آشیان نی جو فرمان لکھا تھا اوسکا اہم فقرہ مرزا صاحب نی نقل کیا ھی . نواب صاحب فرماتی ھین : « ...... نیسان خامہ کہ در تحریر معانی شعر عرفی و ھم بتحقیق لفظ ارتنگ وارژنگ گوھر بار گردیدہ بر خاطر اخلاص فروش ھر آئینہ مخفی ومحتجب میماند کہ اکثر مالک رقابان علم لغت ارتنگ وارژنگ را بمعنی واحد پنداشتہ اند. وعامۂ مفسران کلام شیرازی مشار « آشیان چیدن » را مرادف آشیان بستن نگاشتہ . چنانچہ نظیر ھر یکی ملفوف عنبرین نامۂ ھذاست بمطالعہ خواھد رسید . معہذا اگر طبع آن اوستاد زمان بہ ترقیم الفاظ بالا فی الجملہ نفوری داشتہ باشد ھمچنان حوالۂ قلم نمایند کہ مبحوث عنہ را از تقریظ اصلاح شدہ چون نفسانیت خود محو سازم. زیرا کہ مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است . نہ از عرفی و دیگران . اما نظیریکہ بہ نظارم گذشتہ است ، صرف برای اطلاع بہ نمیقۂ ھذا مندرج گردیدہ . المرقوم ۲۱ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ ع » .

(۲) ملا عبد الصمد کی شاگردی کی متعلق اردوی معلی مین متعدد جگہ اور قاطع برھان مین ص ۷ پر میرزا صاحب نی تصریح کی ھی .

(۳) میان انجو کا نام جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجوی شیرازی اور لقب عضد الدولہ ھی . انکی آبا واجداد فارس کی شہرۂ آفاق شہر شیراز کی باشندی تھی . یہ وھین پیدا ھوی . بعد ازان بتلاش روزگار ھندوستان آئی ، اور بقول محمد حارثی بدخشی سنہ ۱۰۳۵ ھجری (۱٦۲٦ع) مین آگرہ مین انتقال کیا . فرھنگ جہانگیری ھندوستان کی مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر بن جلال الدین اکبر کی نام معنون ھی .

رشیدی[۱] عظمای عجم مین سے نہین. ھند انکا مولد. ماخذ انکا اشعارِ قدما. ھادی انکا ان کا قیاس. ٹیك چند[۲] اور سیالکوٹی مل[۳] انکے پیرو. سبحان اللہ ہندی بھی، اور ہندو بھی! نورٌ علی نور!!

فقیر اشعارِ قدما کا معتقد. اون لوگون کے کلام کا عاشق. مگر جو لغات اونکے کلام مین ھین، اوسکے معنی تو اھلِ ھند نے اپنے قیاس سے نکالے ھین. مین انکے قیاس پر کیونکر تکیہ کرون. اب جو پیر و مرشد نے لکھا کہ «ارتنگ و ارژنگ متحد المعنی اور آشیان ساختن و بستن و چیدن گھونسلا بنانے کے معنی پر ھے»، تو مین نے بے تکلف مان لیا. لیکن نہ اون صاحبون کے قیاس کے بموجب، بلکہ اپنے خداوندِ نعمت (کے)[٤] حکم کے مطابق.

تم سلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

انصاف کا طالب غالب. ۷ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦[٥].

---

(۱) شیخ رشید کا نام عبد الرشید الحسنی ھے. انکے آبا و اجداد مدینۂ منورہ کے رھنے والے تھے. یہ خود شہر ٹھٹہ مین پیدا ھوئے. منتخب اللغات اور فرھنگ رشیدی انکی تصنیف ھین. خزانۂ عامرہ (ص ٢٤؛، نولکشور پریس) مین انکا سال وفات ۱۰۷۷ ھجری (۱٦٦٦ع) لکھا ھے.

(۲) لالہ ٹیکچند بہار تخلص بہار عجم کے مولف ھین. یہ خان آرزو متوفی سنہ ۱۱٦۹ ھجری (۱۷۵۵ع) کے شاگرد اور اردو، فارسی کے شاعر تھے.

(۳) سیالکوٹی مل وارستہ تخلص مصطلحات شعرا کے مصنف ھین. یہ میر محمد علی رائج سیالکوٹی متوفی سنہ ۱۱٤۹ھ (۱۷۳٦ع) کے شاگرد تھے.

(٤) یہان لفظ «کے» ساقط ھوگیا ھے. آیندہ عریضہ مین مرزا صاحب نے اس عبارت کو دوھرایا ھے. وھان یہ لفظ موجود ھے. اسلئے مین نے بریکٹ مین بڑھا دیا.

(٥) اصل خط میں سہواً ۱۷ تاریخ درج ھوگئی ھے. صحیح سات ھے. اسلئے کہ اولا تو خود میرزا صاحب ھی نے اس خط کے لفافہ پر ۸ اکتوبر تاریخ لکھی ھے. جسکے یہ معنی ھین کہ تاریخ کتابت کے دوسری دن یہ خط پوسٹ کیا گیا تھا. ثانیاً نواب خلد آشیان نے اس خط کا جواب، جو آگے آرھا ھے، تیرہ اکتوبر کو دیا ھے. اور ظاھر ھے کہ جس خط کا جواب تیرہ کو لکھا جائے وہ خود سترہ کا مکتوب نہین ھو سکتا. میرزا صاحب کے عریضہ کے بعض کنایات سے ناخوش ھوکر نوابصاحب نے جواباً تحریر فرمایا: «... مکتوب حیرت اسلوب مشعر اختراع معنی غلط نسبت ھندی نژادان پیشین ودیگر اعتراضها، واین کہ راقم را طریقۂ بحث یاد نیست، موصول مطالعہ گشتہ، باعث استعجاب عظیم گردید. از آنجا کہ تا حال ورای تحقیق وتنقیح امور علمیہ، کہ معاذ اللہ از مناظرہ ومناقشہ بچشم حق بین دور می نماید، امری دیگر بظھور نیامدہ. وآنچہ حالی خاطرم بود بی ریب و ریغ حوالۂ قلم دقائق سنج گردیدہ. لیکن می نازم بر ذھن موشگاف آن فرید زمان کہ (باقی)

(۷۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. آج سہ شنبہ ۱٦ ماہ اکتوبر کے دن کو بارہ بجے کھانا کھاکر بیٹھا تھا، کہ توقیعِ وقیع آیا. پڑھتے ھی کانپ اوٹھا، اور عالم نظر مین تیرہ و تار ھوگیا. اگر حضور کے ارشادات کو بحث تعبیر کیا ھو، تو مجھے جنابِ الٰھی اور حضرتِ رسالت پناھی کی قسم! اگرچہ فاسق و فاجر ھون، مگر وحدانیّتِ خدا اور نبوتِ خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ھون. خدا و رسول کی قسم جھوٹی نکھاؤنگا. انکارِ بحث سے مراد یہ تھی، کہ شعرای ھند کے کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین، یا ھندی فرھنگ لکھنے والون کے بیان مین جو نادرستی، اور باھم جو اونکے عقول مین اختلاف ھین، اوس مین مین کلام نہین کرتا. اپنی تحقیق کو مانے ھوئے ھون. اورون سے مجھے بحث نہین. با ھمہ ضعفِ حافظہ یاد ھے کہ آخر مین یہ بھی لکھدیا تھا کہ « ان دونون باتون کو مین نے مانا. لیکن نہ فرھنگ لکھنے والون کی رای کے بموجب. بلکہ اپنے خداوند کے حکم کے

(بقیہ) نوشتہ‌ام را بر بحث واجتہاد محمول نمودہ. امثال این‌کنایہ ھای تو، مثل نسبت استادی بجانب راقم، ولفظ بحث، کہ ھر دو خلاف واقع ومورث رنج وعنا است، نگاشتند. پس اگر آن مشفق را ھمچنین منظور باشد، اشارتی سازند کہ واسطۂ ترسیل رسائل از فیمابین برداشتہ شود. ورنہ بنان خامہ را بامور خارج المبحث تکلیف ندادہ باشند. کہ نتیجہ اش سوای صداع الراس امری بخیال نمی رسد. وراقم پایۂ اعتبار محققان کہ صاحب تصانیف مقبول انام بودہ اند، از خود زیادہ دانستہ بحوالۂ کلام شان پرداختہ. اگر نزد آن صمیم چاوید آنہا قابل قبول نبود، بایستی کہ بمہران نمط تحریر میساختند. مصلحت اینقدر اطناب سخن از فہم ھمچو منی بیرون. زیادہ ازین نوشتن حکمت بلقمان آموختن است. المرقوم ۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ ھجری مطابق ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ع ». چونکہ نوابصاحب کی اس فرمان سی اظہار ناخوشی وناراضگی ھوتا تھا. میرزا صاحب نی فوراً معذرت نامہ مورخہ ۱٦ ماہ اکتوبر لکھکر طلب عفو کیا. نوابصاحب نی معذرت قبول کرتی ھوئی تحریر فرمایا: « ...... حالا کہ آن مہربان بتاویلش پرداختند از آن دفع شکوک لاحقہ گردید. خاطر لطف مظاھر مقرون جمعیت باشد. المرقوم ۲۱ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ ھجری مطابق ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ع ». لیکن اس کی بعد نوابصاحب نی پھر کوئی نثر اصلاح کیلئی نہین بھیجی. جسکو یہ معنی ھین کہ ان کی طبیعت کا تکدر کلیۃ دور نہین ھوا.

مطابق » . یہ کلمہ موجبِ عتاب نہین ہوسکتا . اور اگر اسکو گناہ سمجھا جائے . « آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین » . گناہ معاف کیجیے اور نویدِ عفو سے مجکو تقویت دیجیے .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عفو کا طالب غالب .

(۷۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . حضور کے لشکرِ نصرت اثر کا بسپہ سالاریِ نوابِ معلی القاب جناب مہدی علیخان بہادر[1] اکبرآباد پہنچنا، اورخیامِ فلک احتشام کا وہان نصب ہونا، اور رامپور سے اکبرآباد تک گھوڑون کی ڈاک کا بیٹھنا، اور حضرت کا سنبھل تک بسبیلِ ڈاک تشریف لیجانا، اور وہان مزاجِ اقدس کا ناساز ہونا، اور دار السلطنت کو معاودت فرمانا، یوماً فیوماً مسموع ہوا . غرض اس عرضداشت کی تحریر سے یہ ہے ، کہ حصولِ جواب سے آبرو، اور خیریت و عافیتِ مزاجِ مبارک سے عز و اطلاع پاؤن .

اخبار مین مسطور ، اور شہر مین مشہور ہے ، کہ حضرت اجلاسِ کونسل کیواسطے حسب الحکمِ گورمنٹ کلکتہ کو تشریف لیجائین گے . نمکخوار دعا گوئی و مدح گستری مین بہانہ طلب رہتا ہے . اس تقریب کا ایک قطعۂ تاریخِ سنہ ۱۸۶۶ عیسوی رقم کیا ہے . عرض کرتا ہون . اگر پسند آئے تو اجازت ملجائے کہ اسکو کسی اخبار مین چھپوا دون[2] :

---

(۱) صاحبزادہ سید مہدی علیخان بہادر ، نواب سید غلام محمد خان بہادر کی پوتی ، صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان بہادر کی بیٹی ، اور نواب خلد آشیان کی چچا تھی . شعر وسخن کا شوق تھا اور نحیف تخلص کرتی تھی . ابتدا مین نواب فردوس مکان سی تلمذ تھا . آخر مین میر احمد علی رسا کی شاگرد ہوئی . ۴۷ برس کی عمر پائی . ستائیسوین ماہ رمضان کو سنہ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ ع) کو رحلت فرمائی » (انتخاب یادگار ، صفحہ ۳۸۴ ، وتاریخ لطیف ، صفحہ ۲۲۹) .

(۲) نواب خلد آشیان بہادر کی کلکتہ تشریف لیجانیکو متعلق صاحب اخبار الصنادید (ج ۲ ، ص ۱۴۰) نی لکھا ہی کہ : « مسٹر جان انگلس صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست نی نواب سید کلب علی خان سی (باقی

قطعـــه

چو نواب از بہرِ اجلاسِ کونسل به کلکته از رامپور آورد رخ
عدو را بگیر و بکش زود وی را بجو سالِ اجلاس از «بختِ فرخ»
چو گویند کز کُشتنِ وی چه خواهی بگو حذفِ اعدادِ «وی» اینت پاسخ

اینت لغتِ پارسی هے، مرادف خہے و زہے. اور قتل کا مشارالیه لفظ (وی) هے جس کے ١٦ عـدد هین. اور (وی) کا مشار (عدو) هے. «بختِ فرخ» کے ۱۸۸۲. جب اس مین سے ١٦ کم کئے تو ١٨٦٦ رهے. زیاده حدِ ادب.

تم سـلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

(۱۸ نومبر سنه ١٨٦٦)[1].

(بقیه) هونہاری و بلند اقبالی کے آثار دیکھکر بہت جلد آنریبل ایڈمنڈ ڈریمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبجات متحده کے حضور مین رپورٹ کی. اور انهون نے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل کی خـدمت مین نواب سید کلب علیخان کی لیاقت خدا داد کی اطلاع کی. گورنر جنرل نے باظهار مسرت مثل نواب سید یوسف علیخان کے نواب سید کلبعلیخان کو بهی ایجسلیٹیو کونسل مین ممبر تجویز کیا. نوابصاحب نے هنگام استمزاج باوجود ناچاقی طبیعت و ضعف باقتضای عزم بلند ممبری قبول کی. ۲۰ شعبان سنه ۱۲۸۳ هجری مطـابق ۲۸ دسمبر سـنه ١٨٦٦ ع کو رامپور سے علیگڑه تك گاڑی کی ڈاك مین اور علیگڑه سے کلکته تك تخمیناً پانسو همراهیون کیساتهه ریل کی ذریعه سے گئے. اثنای راه مین کانپور، الهآباد، اور بنارس وغیره هر مقـام پر حکام نے استقبال کیا اور سلامی سر هوئی. مهراجه ایسری پرشاد نرائن سنگهه صاحب جی، سی، ایس، آئی والی کاشی نریس نے بنـارس مین بنظر اتحـاد قدیمی دهوم سے دعوت کی. کلـکتے مین گورنر جنرل کی طرف سے بطرز مرغوب استقبال هوا. سلامی سر هوئی. آب و هوای کلکته نے انکی مزاج سے بهی مخالفت کی. اور طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف رهی. پهر بهی کونسل مین کئی اجلاس کئے. جب ناسازی زیاده بڑهی تو حسب اصرار گورنر جنرل ڈاکٹر بیلی سے علاج شروع هوا. ڈاکٹر کی رای هوئی که آب و هوا یهـانکی انکی مخالف هے. بلکه قیام کلـکته سے امراض شدید لاحق هونیکا اندیشه هے. مگر نوابصاحب نے اسے قبول نکیا. جب گورنر جنرل کو اسکا علم آیا، تو بمقتضای محبت خاص بکمال اصرار واپس کیـا. ۲۷ رمضان سـنه ۱۲۸۳ ه مطابق ۳ فروری سنه ١٨٦٧ ع کو کلـکتے سے رامپور واپس هوئے. میرزا صاحب کے عریضه نمبر (۷۵) کے لفافه سے معلوم هوتا هے که نواب صـاحب محلۂ کاشی پور کے مکان نمبر ٥ اور ۷ مین قیام فرما هوے تهے. مرزا صاحب کا قطعۂ تاریخ حسب‌الحکم حضور اخبار دبدبۂ سکندری مین طبع هوا اور ۳۰ نومبر کو اسکی اطلاع ان الفـاظ مین میرزا صاحب کو دیگئی: «تاریخ مذکوره که بر طرز نو و عدیم‌المثال است در اخبار دبدبۂ سکندری رامپور طبع گردیده شد».

(۱) خط مین کاتب کا نام اور تاریخ درج نهین. مین نے قوسین مین لفافه کی تاریخ اضافه کردی هے.

(۷٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . ایك عرضداشت بھیج چکا ھون . اوسکا جواب نہین پایا[1] . امیدوار ھون کہ اس عرضداشت کے جواب سے محروم نرھون . کل دن کو دس بجے سنا کہ عالیجناب نواب مہدیعلیخان بہادر بسواریِ ریل آئے ، اور املی کے محلے مین ٹھہرے ھین . کھانا کھاکر فوراً سوار ھوا . وھان جاکے سنا کہ نوابصاحب ریل کے اسٹیشن پر گئے ھین . گھنٹا بھر بیٹھا رھا کہ حضرت آئے . آگے غازیآباد کے اسٹیشن پر سے سواری ھوتی تھی . اب ولی محمد سوداگر کی کوٹھی کے پاس سے[2] ، جو بیگم کے باغ کے عقب ھے ، نیا اسٹیشن قرار پایا ھے . سو صاحبزادہ صاحب نے آپ کے حضور مین اطلاع کی ھے . دیکھئے حضرت غازیآباد سے سوار ھوتے ھین یا شہر مین سے . واسطے خدا کے مجکو اپنے روزِ ورود و وقتِ ورود سے اطلاع بخشین . اور اس عرضی کا جواب ایسا جلد عنایت ھو کہ فقیرِ بیسر و سامان اپنا سامان درست کر رکھے[3] .

حضرت کی توجہِ باطنی ، جو ھمیشہ میری مصلحِ حال اور افزایشِ عز و وقار کی کفیل ھے ، بعد ادایِ شکرِ الٰہی اوسکا سپاس بجا لاتا ھون . پیش از غدر گورمنٹ کے دربار مین ۷ پارچے ، اور جیغہ ، سرپیچ ، مالایِ

---

(۱) میرزا صاحب نی جس عرضداشت کا حوالہ دیا ھی وہ اور اوسکا جواب دونون مثل مین موجود نہین. غالباً نوابصاحب کی حضور تك نہ پہنچی .

(۲) یہان لفظ (سی) زیادہ معلوم ھوتا ھی .

(۳) اس عریضہ کی جواب مین ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا : «... چون راقم عنقریب روانۂ کلکتہ می شود . چنانچہ برای انتظام گاڈیہای ریل رفعت و عوالی مرتبت محمد اصغر علی خان رسالدار را روانۂ آنجا نمودہ شد . و ھنوز تاریخ رسیدن بمقام اسٹیشن ریل دھلی مقرر نگشتہ ، لہذا حوالۂ خامۂ مودت نگار می شود ، کہ حال تقرر تاریخ رسیدن آنجا از خان معزی الیہ دریافت نمودہ شود » . بہت ممکن ھی کہ مرزا صاحب نی اصغر علی خان صاحب رسالدار سی تاریخ دریافت کی ھو . لیکن مجھی اسکا کوئی ثبوت نہین مل سکا .

مروارید ، تین رقمین جواہر کی مجکو ملتی تہین . بعدِ غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رہا ، لیکن خلعت موقوف ہوگیا . نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب[1] کا کل ۱۲ پر چار بجے دربار تھا . حکم سب درباروں کو پہنچ گیا تھا . مین نواب مہدی علیخان صاحب کو رخصت کرکے گھر آیا . دو گھنٹے کے بعد دربار مین گیا . خیال یہی کہ ملاقات ہوگی . ایك رباعی کاغذِ مذھّب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا . کلماتِ عنایت سنکر چلا آؤنگا . نہ مجھے کچھ احتمال . نہ صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم . بارے بر وقتِ ملاقات تعظیمِ معمولی اور مصافحہ کرکے لاڑد صاحب نے کھڑے کھڑے جیغہ ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا . اور فرمایا « یہ ہم نے آپ کے واسطے رکھا تھا » . مالای مروارید میر منشی نے گلے مین ڈالدی . یہ پارچے سات مرحمت ہوئے . دوشالہ ، ۱ . کمخواب کا تھان ، ۱ . بنارسی تھان سنہری بوٹے ، ۱ . بنارسی سیلا ، ۱ . الوان کی چادر کنارہ کلابتون ، ۱ . کناویز کا تھان ، ۱ . الوان کی چادر بے کنارہ ، ۱ . مین اس عطیہ کو آپ کی بخششِ معنوی سمجھا ہون . اور دوسری بخشش ، یعنی اس خط کے جواب کے جلد حاصل ہونے ، کا متوقع ہون . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشت کے جواب کا طالب **غالب** . روزِ سہ شنبہ ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ .

---

(۱) سر ڈانل میکلوڈ صاحب مراد ہین . یہ لفٹنٹ جنرل ڈنکن میکلوڈ کی ہان فورٹ ولیم ، کلکتہ ، مین ٦ جون سنہ ۱۸۱۰ ع کو پیدا ہوی . ولایت جاکر تعلیم پائی . سنہ ۱۸۲۸ ع مین ہندوستان واپس ہوی ، اور صوبۂ بنگال مین ملازمت اختیار کی . ۱۸۳۱ ع سی ۱۸٤۹ ع تك اضلاع ساگر و نربدا ، اور بنارس مین رہی . ۱۸٥٤ ع مین پنجاب کی جوڈیشل کمشنر ہوی . غدر سنہ ٥۷ ع مین لاہور مین تھی . ۱۸٦٥ ع سی ۱۸۷۰ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رہی . اور ۲۸ نومبر سنہ ۱۸۷۲ ع کو لندن کی زمین‌دوز ریل کی ایك حادثہ سی انتقال کر گئی . یہ مشرقی علوم و فنون کی بڑی حامی تھی ، اور چاہتی تھی کہ دیسی زبانون مین مغربی علوم کی تعلیم دیجای . پنجاب یونیورسٹی انہی نی قائم کی ہی .

(۷۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . حضرت کا رونق افزایِ کلکتہ ھونا از رویِ شمارِ رفتارِ ریل یقینی ھے . مگر وھان کی آب و ھوا کا موافق آنا ، اور جناب لاڑد صاحب بہادر[۱] سے ملاقات کا ھونا ، اور اجلاسِ کونسل کا وقوع مین آنا ، یہ امور جب تک حضرت رقم نفرمائینگے ، دعا گو کے خیال مین کیون کر آئینگے . ناچار جرات بہم پہنچا کر اس عرضداشت کے جواب مین ان حالات کے انکشاف کا امیدوار ھون[۲] .

پیر و مرشد ! حضرت کے تصدق سے قرض ادا ھو گیا . تنخواہ نے قسط سے ، اور مین نے رنج سے رھائی پائی . ھم بدل و ھم بزبان ثناخوانِ جود و نوال ، و دعا گویِ دوامِ دولت و اقبال ھون . آدھا قرض عطیۂ سابق مین ، اور آدھا قرض عطیۂ حال مین ادا ھوگیا . کہ نہین سکتا ، اور بن کہے بنتی نہین . اگر دونون لڑکون کا پچاس روپئے مہینا جنوری سنہ ۱۸٦۷ یعنی ماہِ حال و سالِ حال سے جاری ھوجایگا اور ماہ بماہ فقیر کے روزینہ کے ساتھ پہنچا کریگا تو آپ کا نمکخوار پھر کبھی قرضدار نہوگا . زیادہ حدِ ادب[۳] .

(۱) لارڈ لارنس مراد ھین ، جو ۱۲ جنوری سنہ ۱۸٦٤ ع سی ۱۲ جنوری سنہ ۱۸٦۹ ع تک ھندوستان کی وائسرائی اور گورنر جنرل رھی تھی .

(۲) اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان نی ۲۱ جنوری سنہ ۱۸٦۷ ع کو تحریر فرمایا : « مشفقا ! مخلص بخیریت تمام بتاریخ ٦ جنوری سنہ حال فائز مقام کلکتہ گردید . و ملاقات جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام شوکتہم و دیگر صاحبان عالیشان و نیز اجلاس کونسل بعنوان شایستہ و طرز بایستہ بپایۂ حصول رسید » .

(۳) دونون لڑکون سی باقر علی خان اور حسین علی خان مراد ھین . یہ دونون زین العابدین خان عارف ، مرزا غالب کی متبنی بیٹی کی لڑکی تھی . میرزا صاحب چاھتی تھی کہ ان دونون کو ریاست رامپور کا باقاعدہ وظیفہ خوار بنا دین . لیکن اون کی زندگی مین یہ خواھش پوری نہوئی . البتہ میرزا صاحب کی انتقال کی بعد حسین علیخان بزمرۂ شعرا ملازم ھوگئی تھی .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

فیض کا طالب غالب. معروضۂ ۸ جنوری سنہ ۱۸۶۷[۱].

(۷۶)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. بہت دن تک متردد رہا، کہ حضرت کلکتے ہین یا رامپور. چنانچہ ایک عرضداشت اوسی تردد مین بھیجی بھی ہے. ہنوز جواب کے آنے کی مدت منقضی نہین ہوئی. خیر اوسکے جواب پر کیا موقوف ہے. یہ تو جان لیا کہ حضرت رونق افزایِ رامپور ہین. مگر یہ کیونکر جانون[۲] کہ اب بہ خجستگی و فرخندگی یہین رونق افزا رہینگے. یا پھر کلکتے تشریف لیجائینگے. خیر اس بیعلمی کو سہل سمجھ لیا کہ جو کچھ ہوگا معلوم ہو جایگا. مگر یہ کیونکر جانون کہ مزاجِ اقدس کیسا ہے. اور جب تک یہ نجانون تو آرام کیونکر آئے. یہان سے رامپور تک برابر تار برقی بھی نہین جو خبر منگواؤن. آج ۱۴ فروری کی ہے. یہ خط بھیجتا ہون. اگر جواب آئے تو ۹ دن مین. مجکو اتنے دن صبر کیونکر آیگا. الٰہی آج یا کل کوئی نوازشنامہ خداوند کا آجائے! زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

خیر کا طالب غالب. ۱۴ فروری سنہ ۱۸۶۷[۳]

(۷۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. توقیعِ عطوفت عزِ ورود لایا. (سو روپیہ

---

(۱) میرزا صاحب نے یہ عریضہ کلکتہ کے پتہ سے لکھا تھا. چنانچہ لفافہ پر «کلکتہ. محلہ کاشی پور. خانہ نمبر ۷ اور نمبر ۵» ایڈریس تحریر ہے.

(۲) اصل خط مین سہواً (جاؤن) رقم ہو گیا ہے.

(۳) لفافہ پر ۱۵ فروری درج ہے. غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا.

تنخواہِ)[۱] فروری سنہ ۱۸۶۷ حال کا معرضِ وصول مین آیا. اس درویش کا حال اب قابلِ گزارش نہین. امراضِ قدیم بڑھگئے. دورانِ سر، اور رعشہ، اور ضعفِ بصر، تین بیماریان نئی پیدا ہوئی ہین. قلم نہین بنا سکتا، لڑکون سے بنوا لیتا ہون. برسون کی بات نہین رہی. ہفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ہے.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

زیادہ حدِ ادب. نجات کا طالب غالب. ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۶۷.

(۷۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل صبح کو دو گھڑی دن چڑھے نوروز ہے. آج یہ قطعہ ہات تہام کر لکھکر حضور کی نذر بھیجتا ہون.

نوروز و دو عید از دو جانب امسال خوب ست ز روی وضع و نیک ست بفال

امید کہ این سہ عید نذرِ نواب آرند دوامِ عمر، و عز، و اقبال

تم سلامت رہو قیامت تک

دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. چہار شنبہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۸۶۷.

(۷۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم و تعظیم معروض ہے. ہنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامہ کے ذریعہ سے سو روپیئے مارچ کی تنخواہ کے وصول ہوئے.

---

(۱) بریکٹ کی عبارت میرزا صاحب سے سہواً چھوٹ گئی تھی. مین نے دیگر عرایض سے ایزاد کردی ہے. تاکہ کلام تمام ہوجائے.

ایك رباعی بھیجتا ہون ، اور یہ چاھتا ہون ، کہ دبدبۂ سکندری کے آغاز مین اسکے چھاپنے کا التزام رہے .

آن کیست کہ جسمِ ملك را جان باشد آن کیست کہ ہمسرِ سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمش بفرمان باشد کس نیست مگر کلبِ علی خان باشد

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب . ٦ اپریل سنہ ١٨٦٧ .

(٨٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نمایشگاہِ سراسر سورِ رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون ، اور خونِ جگر کھاتا ہون ، کہ ہائے مین وہان نہین! بالاخانے پر رہتا ہون . اوتر نہین سکتا . مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا . کہار چلے . راہ مین نہ مرا ، اور رامپور پہنچ گیا . کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی . پالکی قفس ، اور مین طائرِ اسیر . وہ بھی بے پر و بال . نہ چل سکون . نہ پھر سکون . جو کچھ اوپر لکھ آیا ہون ، یہ سب بطریقِ فرضِ محال ہے . ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ہے . بارے تین بیت کا قطعۂ تاریخ بھیجتا ہون . اگر پسند آئے ، تو مین خوشنودیِ مزاجِ مبارك سے اطلاع پاؤن[1] .

---

(١) انتخاب یادگار (ص ٩٠) اور اخبار الصنادید (ج ٢ ، ص ١٣٩) سے معلوم ہوتا ہے ، کہ نواب خلد آشیان نے سنہ ١٢٨٢ ہجری مطابق سنہ ١٨٦٥ ع مین باغ بینظیر کی نمایش کا آغاز کیا . موخرالذکر لکھتے ہین : « سنہ ١٢٨٢ ہجری مطابق سنہ ١٨٦٥ ع سے باغ بینظیر مین ایك میلہ جاری کیا . آٹھ روز بڑی رونق سے یہ میلہ رہتا تھا . مال بکثرت آتا تھا . باغ مین بہت سی دوکانین ہوتی تھین اور روھیلکھنڈ کے اکثر معزز روسا اس میلے مین شریك ہوا کرتے تھے . نوابصاحب خود بھی آٹھ روز برابر وہین مقیم رہتے . اور اکثر اوقات دوکانون پر تشریف لیجاکر اسباب خریدتے . قسم قسم کے جلسے ، طرح طرح کے تماشے ہوا کرتے تھے . بائیس میلے نوابصاحب نے کئے . تیئیسوان میلہ قریب تھا کہ رحلت کی » .

نمایشگہے در خورِ شانِ خویش برآراست نوابِ عالی جناب
به بین چون طرب را نہایت نماند بود سالِ آن «بخششِ بیحساب»
خدایا! پسندد خداوندگار که از طبعِ غالب رود پیچ و تاب

«بخششِ بیحساب» کے بارہ سو پچاسی ہوتے ہین۔ «طرب» کی نہایت بای موحدہ ہے۔ جب وہ نرھی، تو دو عدد گھٹے، اور ۱۲۸۳ رہ گئے۔ فہو المقصود.
اگر حضرت کی مرضی ہو، تو دبدبۂ سکندری مین یہ تاریخ چھاپی جائے۔

تم سلامت رھو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

داد کا طالب غالب۔ ۱٤ ماہِ اپریل سنہ ۱۸٦۷ عیسوی۔

(۸۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا۔ اپریل سنہ ۱۸٦۷ کی تنخواہ کا سو روپیہ[۱] معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب۔ (۱٤ مئی سنہ ۱۸٦۷)[۲].

(۸۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ ادایِ مدارجِ تسلیم سونچتا ہون، کہ کیا لکھون۔ ہے ہے مین کیون جیتا رہا، جو صاحبزادہ محمد حسن خان کے مرنے کی خبر سنون، اور خداوندِ نعمت کو تعزیت کے کلمات لکھون۔ مین نیم جان نمرون، اور وہ نوجوان مرجائے[۳].

---

(۱) میرزا صاحب نی لفظ (روپیہ) کی اوپر حسابی رقوم مین سو روپیہ کی تعداد لکھی ھی۔
(۲) خط مین تاریخ درج نہین تھی۔ مین نی لفافہ سی یہ تاریخ اضافہ کردی ھی۔
(۳) صاحبزادہ محمد حسن خان بہادر نواب سید غلام محمد خان بہادر کی پرپوتی اور نواب خلد آشیان کی صاحبزادی حیات النسا بیگم ملقب بہ عالیہ سلطان بیگم کی شوھر تھی۔ انھون نی عین عالم جوانی مین انتقال کیا۔ نواب خلد آشیان کیلئی یہ واقعہ بہت روح فرسا تھا۔ اسلئی میرزا صاحب نی اسقدر پراثر تعزیت نامہ ارسال کیا (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۳۰)۔

سروِ چمنِ سروری افتاد ز پاهای !!

حضرت کے رنج و اندوه کا تصور اور مارے ڈالتا ھے. دوسری محرم کو علی بخش خان خانساماں مرے[1]. تیسری کو یه واقعۂ هوشربا پیش آیا. یه تو آپ کا فرزندِ دلبند تها. جو اسکا غم هو وه بجا ھے. پر فقیر جانتا ھے که علی بخش خان کے مرنے کا بهی حضرت کو بڑا رنج هوا هوگا. ایسے کار گزار، دیانتدار، هوشمند، مزاجدان کہان پیدا هوتے هین. بہرحال «رَضِینَا بِرِضَاءِ اللهِ». حضرت کے سامنے صبر، و ثبات، و تسلیم، و رضا مین کلام کرنا ادریس کو حکمت پڑهانی، اور خضر کو راه بتانی ھے.

تم سلامت رهو هزار برس   هر برس کے هون دن پچاس هزار

غالب. ١٤ مئی سنه ١٨٦٧.

(٨٣)

حضرت ولئِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. ورودِ توقیعِ وقیع سے فیض پایا. سو روپیے[2] مئی سنه ١٨٦٧ کی تنخواه کا معرضِ وصول مین آیا.

تم سلامت رهو هزار برس   هر برس کے هون دن پچاس هزار

اسد اللهِ بیدستگاه. ١١ جون سنه ١٨٦٧.

(٨٤)

حضرت ولئِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے، که توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا. اوسکی ملفوفه هنڈوی سے تنخواهِ جون سنه ١٨٦٧ کا سو روپیه مین نے پایا.

---

(١) علی بخش خان خانسامان کی سلسله مین عریضه نمبر ٢٤ کا حاشیه ملاحظه هو.

(٢) میرزا صاحب نی یہان لفظ (روپے) کیساتھ، جو جمع هو، فعل (آیا) استعمال کیا هو. چونکه یه قواعد زبان کی بہت ابتدائی غلطی هو، اسلئی اسی سہو تصور کرنا چاهئی.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

هوا خواه **اسد الله**. ١٥ جولائی سنه ١٨٦٧.

(٨٥)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. بموجب تحریرِ میرزا رحیم الدین بهادر حیا[١] کے، فاضل شطرنج باز کو خرچ دیگر روانه کیا.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

اسد الله بیدستگاه. ٢٢ جولائی سنه ١٨٦٧.

(٨٦)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. آپ کے غلامِ زر خرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی هوگئی. اور اپنے کنبے مین هوئی. یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بهائی کی پوتی سے. اور رجب کا مهینا قرار پایا. اب میرے بڑهاپے اور میری مفلسی کی شرم آپ کے هات هے.

نکهون آپ سے تو کس سے کهون مدعایِ ضروری الاظهار

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب**. ١٩ اگست سنه ١٨٦٧ ع[٢].

---

(١) صاحبعالم میرزا رحیم الدین بهادر حیا بن مرزا کریم الدین رسا دلی کی شاهزاده اور شاه نصیر کی شاگرد تهی. سنه ١٢١٢ ﻫ مین پیدا هوی. غدر سنه ٥٧ ع سی قبل نواب فردوس مکان کی طلب پر رامپور تشریف لائی، اور یهین سنه ١٣٠٤ ﻫ مین نواب خلد آشیان کی وفات کی آٹهه دن بعد ٩٤ سال کی عمر مین فوت هوی. انهین شعر و شطرنج کا بهت شوق تها. اردوی معلی (صفحه ٨٢) سی معلوم هوتا هی که مرزا صاحب نی حیا کی دیوان کا دیباچه لکها تها.

(٢) اس عریضه کی لفافه پر سهواً ٢٩ اگست درج هوگیا هی. نواب خلد آشیان نی ٢٦ ربیع الثانی سنه ١٢٨٤ ﻫ مطابق ٢٨ اگست سنه ١٨٦٧ ع کو جواباً تحریر فرمایا: «..... چونکه مفاوضهٔ بهجت طراز سی منشای خاص آپ کا بخوبی منکشف هوا. اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی، که آپ خلاصهٔ مکنون خاطر محبت مظاهر سی مطلع کیجو. که بمقتضای انضباط روابط موانست قدیمه جو بات که ممکن هوگی، وه ظهور مین آئیگی. خاطر جمع رکهئی».

(۸۷)

آن کیست که جسمِ ملك را جان باشد   آن کیست که همسرِ سلیمان باشد
آن کیست که انجمش بفرمان باشد   کس نیست، مگر کلبِ علیخان باشد

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. عنایت نامه عزِ ورود لایا. اوس مین یه حکم مندرج پایا، که حسینؑ علیخان کی شادی کے باب مین «خلاصۂ مکنونِ خاطر» عرض کرون. حکم بجا لاتا هون. اور عرض کرتا هون.

مجملاً یه که مین درِ دولت کا گدایِ خاك نشین. اور وه آپ کا غلام. تفصیل یه که میرے پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میرے گھر مین زیورِ زرینه و سیمینه کا نام و نشان نهین. هت اودهار قرض کوئی دیتا نهین. آپ روپیه عنایت فرمائین، تا یه کام سر انجام پائے. اور بوڑھے فقیر کی برادری مین شرم ره جائے.

دوسری بات یه که سو روپئے آپ کی سرکار سے بطریقِ خیرات اور باسٹھ روپئے آٹھ آنے[1] مهینا انگریزی سرکار سے بعوضِ جاگیر پاتا هون. عالم الغیب جانتا هے، که اس مین میرا بڑی مشکل سے گزارا هوتا هے. بهو کو کهان سے کهلاؤنگا. حسین علیخان کی کچھ تنخواه مقرر هوجائے. لیکن توقیعِ تنخواه اوس کے نام جاری نهو. بلکه اوس کی زوجه حُسن جهان بیگم بنتِ اکبر علیخان کے نام وه تنخواه مقرر هو. اور اوس کی مُهری رسید سے ملا کرے. زرِ مصرفِ شادی کی مقدار اور تنخواه کی مقدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

---

(۱) یهان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقم لکھی هے. مین نے سهولت طباعت کے خیال سے رقم کو الفاظ مین تبدیل کردیا هے.

نجات کا طالب غالب. ۵ ستمبر سنه ۱۸٦۷[۱].

(۸۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعــدِ تسلیم معروض هے. عنایت نامه عزّ ورود لایا. الله اکبر! حضرت نے غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایه پر پهنچـایا، که شاهانِ عجم مین سلطان سنجر[۲] نے اور شاهانِ هند مین شاهجهان[۳] نے ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی هوگی. باقر علیخــان[٤] کی شادی نواب

(۱) اس عریضه کی جواب مین نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا تها: «...... چونکه آن مشفق تعداد مصارف شادی مجوزۂ خود تحریر ننموده اند، لهذا حوالهٔ خامۂ محبت نگار میشود، که اول از تعداد مصارف شادی مطلع نمایند. بعد دریافت آن درین خصوص تجویز مناسب بعمل خواهد آمد. چراکه بمقتضای موانست و اتحاد قدیمه راقم را خوشنودی آن مهربان درامور مناسبه مد نظر است .... المرقوم ۱۸ جمادی الاول سنه ۱۲۸٤ هجری مطابق ۱۸ ستمبر سنه ۱۸٦۷ع».

(۲) سلطان سنجر بن ملك شاه سلجوقی سنه ۵۱۱ ھ (۱۱۱۷ ع) مین بادشاه هوا، یه بڑا اولوالعزم اور صاحب جود وکرم بادشاه تها. اگرچه آخر مین معرکون مین ناکام رها، لیکن اسکی ابتدائی حکومت فتوحات کی وسعت کی بدولت تاریخ کا روشن باب هی. یه علم وهنر اور شعرو سخن کا بهی بڑا قدردان اور مربی تها. رشید وطواط، اور انوری وغیره اسکی درباری شعرا مین شمار هوتی هین. اسنی انوری کی کاشانه کو اپنی قدوم میمنت لزوم سی دو بار شرف بخشا. آخر مین ترکمانون کی هاتھ مین گرفتار هوگیا تها. وهان سی بدقت آزاد هوا، تو ۱۱ ربیع الثانی سنه ۵۵۲ ھ (۱۱۵۷ ع) کو دست قضا نی پکڑ لیا.

(۳) شاهجهان هندوستان کی مغل خاندان سلاطین کا پانچوان حکمران تها. ۲۹ ربیع الاول سنه ۱۰۰۲ ھ (۱۵۹۳ع) مین رانی بالمتی دختر راجه اودیسنگه والی جودهپور کی بطن سی پیدا هوا. ۳۵سال کی عمر مین سنه ۱۰۳۷ ھ (۱٦۲۷ ع) کو اپنی والد جهانگیر کی انتقال کی بعد مسند حکومت پر قدم رکها. اور سنه ۱۰٦۸ ھ (۱٦۵۷ ع) مین اپنی لڑکی عالمگیر اورنگ زیب کی حق مین تاج وتخت هند سی دست بردار هوکر آگره کی قلعه مین جا بسا. موجوده دلی اسی کی آباد کی هوئی هی. یه بڑا سخی داتا اور شهرۂ آفاق قدردان علم و هنر بادشاه گزرا هی. دلی کی مسجد جامع اور لال قلعه، اور آگره کی عدیم النظیر روضه تاج محل کا بانی هی. اسکی قدردانی اور قدر افزائی کا یه عالم تها، که مختلف موقعون پر شاعرون کو روپیه اور اشرفیون مین تلوادیا اورکئی سخن گسترون کی منه هیری اورموتیون سی بهر دئی. اس نی آگره مین سنه ۱۰۷٦ ھ (۱٦٦۵ع) کو وفات پائی، اور تاج محل مین اپنی بیوی کی برابر مدفون هوا.

(٤) باقر علی خان میرزا صاحب کی بی‌بی کی حقیقی بهانجی نواب زین العابدین خان عارف کی بڑی لڑکی تهی. میرزا صاحب کی اپنی بچی نه جئی، تو اونکی بی‌بی نی عارف کو بیٹا بنا لیا. وه بڑی لایق اور خوشگو شاعر هوی. مرزا صاحب کو اون سی دو چند محبت تهی، کیونکه وه سعادت مند بیٹی هی نه تهی، (باقی)

ضیاء الدینخان کے ھان ھوئی. اونھون نے کھانے جوڑے کے دو ھزار روپیه دیئیے. اور میری زوجه نے پانسو روپیئے کا زیور لگا کر پچیس سو روپیے صرف کئے. حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنے خاندان کا ھے. لیکن امیر نہین. نوکری پیشه ھے. اب یه مین کیونکر عرض کرون که مجھے کیا دو. سائل ھون. یه رسم نہین که سائل مقدارِ سوال عرض کرے. حالِ مصارفِ شادیِ خاندان لکھدیا ھے. دو ڈھائی ھزار مین شادی اچھی ھو جائےگی. لیکن یه بھی ساتھ عرض کرتا ھے، که میرا حقِ خدمت اتنا نہین که اسقدر مانگ سکون. جو کچھ دوگے، اوس مین شادی کر دونگا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب. معروضۂ ۲٤ جمادی الاول سنه ۱۲۳۸ مطابق ۲۳ سنه ۱۸۷٦ فردایِ ورودِ همایون منشور[۱].

(۸۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. فرمانِ والا مع ھنڈویِ تنخواهِ ستمبر سنه ۱۸٦۷ عزِ ورود لایا. سو روپیه[۲] معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

(بقیه) قابل فخر شاگرد بھی تھی. لیکن میرزا صاحب اور اونکی بی‌بی کی بدقسمتی که وه عین جوانی مین فوت ھوگئی. مرزا صاحب نی اونکی دو بچون کو پوتون کی طرح پالا. باقر علی خان جو بڑی تھی. جوان ھوکر اپنی والد کی خلف الرشید ثابت ھوی. یه شعر کہتی تھی، اور کامل تخلص تھا. مرزا صاحب کی ساتھ دونون مرتبه رامپور آئی. جوان ھوکر الور مین ملازم ھوگئی تھی. اردوی معلی (صفحه ۳۲۱ - ۳۲۳) سی معلوم ھوتا ھی که انکی ایك لڑکی بھی تھی. انھون نی جوانی مین سنه ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷٦ع) کو انتقال کیا (تاریخ لطیف، ص ۱۹۱).

(۱) اس عریضه کی تاریخون مین میرزا صاحب سی سہو ھوا ھی. در اصل اونھین سنه ۱۲۸٤ھ اور ۱۸٦۷ ع لکھنا چاھئی تھا. اسیطرح انگریزی مہینی کا نام بھی بھول گئی ھین. البته لفافه کی تاریخ مین ماه و سنه انگریزی یون لکھا ھی (۲۳ ستمبر سنه ۱۸٦۷). لفافه کی پشت پر میر منشی صاحب کا نوٹ ھی «پیش نموده شد. هنوز حکم تحریر جواب صادر نشده. ۲۸ ستمبر سنه ۱۸٦۷ ع».

(۲) اسکی اوپر حسابی رقم بھی تحریر ھی.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

ترحم کا طالب غالب . ١٠ اکتوبر سنه ١٨٦٧ .

(٩٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. دبدبۂ سکندری مین حضرت کے مزاج کی ناسازی کا ذکر دیکھکر جو مجھ پر گزری، میرا خدا جانتا هے. مگر یه بڑی بات هے که اوسی ذکر کیساتھ افاقت و رفعِ مرض کی بهی نوید مندرج تهی. توقع هے که حضرت! مفصل حال مرض کے پیدا هونے کا اور پهر رفع هونے کا اور فی الحال مزاجِ اقدس کیسا هے. میر منشی کو حکم هوجائے. که حضور کی زبانی خط مین مجھے لکھ بهیجین.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

غالب . ١٨ اکتوبر سنه ١٨٦٧[١].

(٩١)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . ایك قطعه ١٥ شعر کا بهیجتا هون . حضور ملاحظه فرمائین . مضامین کی طرز نئی . مدح کا انداز نیا. دعا کا اسلوب نیا. زیاده حدِ ادب[٢].

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

---

(١) اس عریضه کی جواب مین لکھا گیا تھا: « مشفقا ! فی الحقیقت مزاج راقم از مرکز اعتدال منحرف شده بود. وحالا هم طبیعت خوب صاف نیست و تجویز استعمال مسهلات در پیش. ٢٩ اکتوبر سنه ١٨٦٧ ع ».

(٢) یه قطعه مثل مین موجود نہین هی . لفافه کی پشت پر میر منشی صاحب کا ایك نوٹ هی . اوس سی معلوم هوتا هی که نوابصاحب نی قطعه منشی امیر احمد امیر مینائی کو دیدیا تھا . میر منشی صاحب کی الفاظ یه هین : « پیش نموده شد . حضور پر نور بعد ملاحظه قصیده حوالۂ منشی امیر احمد صاحب فرمودند . ٩ نومبر سنه ١٨٦٧ ع ». نوابصاحب نی ١٨ نومبر سنه مذکور کو قطعه کی رسید مین تحریر فرمایا : « ... مفاوضه عدیم المعاوضه مع یك قطعه بمضامین نو وطرز نادر رنگ افروز چہرۂ وصول گردید. و از ملاحظه مضامین نوش انشراح دل بحصول انجامید ».

نجات کا طالب غالب . ۵ رجب سنه ۱۲۸٤ هجری[۱]

(۹۲)

حضرت آیهٔ رحمت ولیِ نعمت سلامت[۲] .

بعدِ تسلیم معروض هے . کل ۱٦ دسمبر کو نومبر کی تنخواه کی هنڈوی پهنچی . وه بهی سعادت منـــد منشی سیلچند کے خط مین ملفوف . دیر مین هنڈوی کا پهنچنا یك طرف . حضرت کے توقیعِ وقیع کے مشاهده سے آنکهون کا روشن نهونا میری سیاه بختی کی دلیل هے . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس ہر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ۱۷ دسمبر سنه ۱۸٦۷ .

(۹۳)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . آج روزِ شنبه یکم ماهِ رمضان المبارك سنه ۱۲۸٤ هے ، به اتفاقِ حسابِ دوج و نگارشِ جنتری .

روزِ روزه است و روز ناپیداست غلظتِ ابر و شدتِ سرماست

چونکه دهوپ تو نظر هی نهین آتی ، ناچار دن رات آگ تاپتا هون ، اور هر وقت کانپتا هون .

ماهِ صیام مین سلاطین و اُمرا خیرات کرتے هین . اگر حسین علیخان یتیم کی شادی اسی صیغے مین هوجائے ، اور اس بوڑهے اپاهج فقیر کو روپیه ملجائے ، تو اس مهینے مین تیاری هو رهے ، اور شوال مین رسمِ نکاح عمل مین آئے . اور چونکه اس ماهِ مبارك مین درِ فیض باز ، اور سالِ انگریزی کا

(۱) عریضه کے لفافه پر تاریخ انگریزی ۳ نومبر سنه ۱۸٦۷ تحریر هے .

(۲) یهان میرزا صاحب نے الفاظ کی قدیم ترتیب کو بدلدیا هے .

بھی آغاز ہے ، وہ پچیس[۱] روپئے مہینا جو زبانِ مبارك سے نکلا ہے ، جنوری سنه ۱۸٦۸ سے بنامِ حسین علیخان مذکور جاری ہوجائے ، تو مجھے گویا دونون جہان ملگئے .

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

لکھا ہوا یکم رمضان اور بھیجا ہوا دوم رمضان کا . عطا کا طالب غالب[۲] .

(۹٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ رافت عزِ ورود لایا . هنڈویِ ملفوفه سے سو روپیه بابت تنخواہِ دسمبر سنه ۱۸٦۷ معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

توجّه کا طالب غالب . ۱٤ جنوری سنه ۱۸٦۸ عیسوی .

(۹۵)

داد و دهشِ تو روز افزون بادا   بر دولتِ تو زمانه مفتون بادا

این عید و دوصد هزار عیدِ دیگر   بر ذاتِ تو فرخ و همایون بادا

نجات کا طالب غالب . جمعه ۲۸ رمضان المبارك سنه ۱۲۸٤ هجری[۳] .

(۹٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت ظهور عزِ ورود لایا . اور

---

(۱) میرزا صاحب نے روپیه کی تعداد حسابی رقم سے بھی ظاهر کی هے .

(۲) اس عریضه کے لفافه پر میرزا صاحب نے یکشنبه دوم رمضان و ۲۹ دسمبر لکھا هے . نواب خلد آشیان نے جواباً ٦ جنوری سنه ٦۸ ع مطابق ۱۰ رمضان سنه ۱۲۸٤ ھ کو جو فرمان تحریر فرمایا هے ، اوس مین میرزا صاحب کے اصل مدعا کا کوئی تذکره نهین .

(۳) اس قطعه کیساتھ مثل مین کوئی عریضه منسلك نهین . غالباً بلا عریضه ارسال هوا . لفافه پر انگریزی تاریخ ۲٤ جنوری سنه ۱۸٦۸ ع تحریر هے . اس قطعه کی رسید مین نواب خلد آشیان نے ۵ فروری سنه ۱۸٦۸ ع کو تحریر فرمایا : « قطعهٔ مبارکباد عید الفطر بطرز نغز و مضامین شرف افزا موصول گشته ساز و برگ فرحت و انبساط افزود » .

اوسکی ملفوفه هنڈوی سے جنوری سنه ۱۸٦۸ حال کا سو روپیه معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب . ۱۳ فروری سنه ۱۸٦۸ .

(۹۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

عرضِ مدارجِ عز و نیاز کے بعد نوازشنامه کے پہنچنے کا اور تنخواه فروری سنه ۱۸٦۸ کے پانے کا شکر بجا لاتا هون . سبحان الله ! کیا برکت هے اس سو روپیئے مین ، که سو آدمی روٹی کهاتے هین . اور اس فقیر کے بهی سو کام نکلجاتے هین .

مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کے مهینے مین قرار پائی تهی . عطیهٔ حضور کے نه پہنچنے کے سبب ملتوی رهی . آج جو ذیقعده کی ۱۵ هے . ۱۵ دن یه اور مهینا ذی الحجه کا . اگر اسی ذیقعده کے مهینے مین کچه حضرت عطا فرمائینگے ، تو آخرِ ذی الحجه تك نکاح هوجائیگا . خدا کرے خداوند کے ضمیر مین یه بهی گزرے که غالب جب بهو بیاه لائیگا ، تو اوسکو روٹی کہان سے کهلائیگا . غرض اس سے یه که حسین علیخان کی تنخواه جاری هوجائے . حضرت ! کوئی ایسا نہین که جو میرے مطالب حضور مین عرض کرتا رهے ، اور مجهے بار بار لکهتے هوے شرم آتی هے .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ۹ مارچ سنه ۱۸٦۸[۱] .

---

(۱) عریضه کی لفافه پر دوشنبه نهم مارچ سنه ۱۸٦۸ تاریخ درج هو . چونکه اس سی یوم روانگی متعین هوتا تها ، اسلئی یهان نقل کرنا مناسب سمجها گیا .

(۹۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت ظہورِ عزِ ورود لایا . سو روپیہ کا کاغذ خط کے لفافے مین سے پایا . اپریل سنہ ۱۸۶۸ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار
(دوشنبہ ۱۱ اپریل سنہ ۱۸۶۸)[۱] .

(۹۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . شوقِ قدمبوس نے تنگ کیا . جب دیکھا کہ کسیطرح جا نہین سکتا ، ناچار اپنا نقشا اوتروایا ، اور خدمتِ عالی مین روانہ کیا . جب تک کہ مین جیتا ہون ، تب تک اس صورت سے حاضر رہونگا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار
عنایت کا طالب **غالب** . ۲۷ مئی سنہ ۱۸۶۷[۲] .

---

(۱) عریضہ مین کاتب کا نام اور تاریخ کتابت دونون درج نہین . البتہ لفافہ پر میرزا صاحب نے ۱۱ اپریل سنہ ۱۸۶۸ تحریر کیا ہی . لیکن یہ درست نہین . اولا اسلئی کہ ڈاکخانہ کی انگریزی مہر مین ۱۱ مئی لکہی گئی ہی . ثانیاً اسلئی کہ اس عریضہ مین تنخواہ اپریل کی اطلاع دی ہی . اور یہ مسلم ہی کہ اپریل کی تنخواہ اپریل مین نہین ملتی ، مئی مین ملتی ہی . اسلئی اسکو ۱۱ ماہ مئی سنہ ۶۸ ع کا ہونا چاہئی .

(۲) میرزا صاحب نی سہواً سنہ ۶۷ ع لہکدیا ہی . صحیح تاریخ ۲۷ مئی سنہ ۱۸۶۸ ع ہی . اسلئی کہ اولا تو جون سنہ ۶۸ ع کی نوشتہ عریضہ مین اسکی رسید طلب کی ہی اور اوس مین اس خط کو « سابق کا عریضہ » لکھا ہی . جس سی ظاہر ہوتا ہی کہ دونون عریضون کی درمیان کسی تیسری عریضہ کا فصل نہین تھا . ثانیاً امی عریضہ کی لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا حسب ذیل نوٹ ہی : « تصویر بعد ملاحظہ سپرد سید مجاور علی صاحب شد . ۲ جون سنہ ۱۸۶۸ ع » . اس سی صاف ظاہر ہی کہ یہ واقعہ سنہ ۶۸ ع کا ہی . اگر سنہ ۶۷ ع کا ہوتا ، تو اوسی سال میرزا صاحب تقاضای رسید کرتی ، اور اوسی وقت سرکار یہ تصویر ملاحظہ فرما کر سید مجاور علی صاحب کو دیتی .

(١٠٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج چوتھا دن ھے ، کہ توقیعِ وقیعِ عزِ ورود لایا ھے . ھنڈویِ ملفوفہ کی رو سے تنخواہِ مئی سنہ ١٨٦٨ کا سو روپیہ معرضِ وصول مین آیا ھے . جواب کے جلد نہ لکھنے کی وجہ یہ ھے ، کہ مین گرمی کی شدت کے سبب سے ، اور احتباسِ ھوا سے کہ جو لازمۂ موسمِ برسات ھے . بیکارِ محض ھوگیا ھون . مطلق کچھ لکھ نہین سکتا . اور کوئی ایسا شخص ، کہ جس سے کچھ لکھواؤن ، اس چار روز مین میرے پاس نہین آیا . آج اسوقت ایك صاحب آگئے . اون سے مین نے یہ عریضہ لکھوا لیا .

پیر و مرشد ! سابق کے عریضہ کیساتھ مین نے اپنی تصویر حضور مین بھیجی ھے . اوسکی رسید اس نوازشنامہ مین مرقوم نتھی . مجکو یہ اندیشہ ھے ، کہ کہین وہ لفافہ ڈاك مین تلف نہ ھوگیا ھو . اگر اوسکی رسید سے شرفِ اطلاع پاؤن ، تو دلجمعی ھوجائے [١] .

تم سلامت رھو ھزار برس　　ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

١٥ جون سنہ ١٨٦٨ ع . نجات کا طالب غالب [٢] .

(١٠١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کل منشورِ عطوفت عزِ صدور لایا . جولائی سنہ ١٨٦٨ کا سو روپیہ [٣] بذریعۂ ھنڈوی وصول پایا .

---

(١) نوابصاحب نے جوابی فرمان مورخہ ٧ جولائی سنہ ٦٨ ع مین تحریر فرمایا ھے : « شبیہ آن مشفق وصول شادمانی آوردہ از فرط محبتہا متصور شد » . اس تصویر کے علاوہ میرزا صاحب نے جہان جہان اپنی تصویرین بھیجی تھین ، اونکے لئے اردوی معلی ، ص ٢٠ ، ٢٣ ، ٣٤ ، ١٢٦ ، ٢٣٧ ، ٢٤٧ ملاحظہ ھو .

(٢) اس عریضہ مین صرف (طالب غالب) میرزا صاحب کے قلم کا لکھا ھوا ھے .

(٣) الفاظ کے اوپر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بھی لکھی ھین .

تین التماسین سابق پیش هوئی تهین . سو اب پهلے برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سے ، اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر[1] کے خط سے اون خواهشون کے منظور و مقبول هونے کی نوید پائی . انشاء الله الکریم حسبِ ارشادِ حضور اسی برس ٦٨ مین آمدِ زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بهی ادا هوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بهی هوجایگی ، اور اوسکے واسطے اوسکی زندگی تك تنخواه جداگانه مقرر هوجایگی .

با کریمان کارها دشوار نیست

عرضداشتِ هوا خواه اسد الله . معروضهٔ ۱۳ ماهِ اگست سنه ۱۸٦۸ .

تم سلامت رهو قیامت تك　　دولت و عز و جاه روز افزون

(۱۰۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تقدیمِ مدارجِ تسلیم معروض هے . توقیعِ رافت عزِ ورود لایا . مین نے هنڈویِ ملفوفه کے ذریعه سے بابت تنخواهِ اگست سنه ۱۸٦۸ سو روپیه وصول پایا .

نکهون آپ سے تو کس سے کهون　　مدعایِ ضروری الاظهار

---

(۱) مظفر حسین خان بہادر ابن مسیح الدوله حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی نواب خلد آشیان کی مصاحب تهی . ان کی والد مسیح الدوله شاه اوده کی طبیب خاص تهی . لیکن سلطنت اوده کی بساط اولٹجانی کی بعد یه خاندان بهی ترك وطن پر مجبور هوا . رامپور اوس زمانه مین صاحبان علم و هنر کا ملجاو ماوی تها . مظفر حسین خان اور انکی بهائی احسان حسین خان نی بهی سنه ۱۸٦۷ع مین اس دربار دُربار کا قصد کیا . نواب خلد آشیان نی ان دونون کی کما حقه قدر و منزلت کی . مظفر حسین خان صاحب علم اور ایك نہایت عمده ذخیرهٔ مخطوطات و مطبوعات کی مالك تهی . نواب صاحب نی اون سی یه پورا ذخیره خرید کر سرکاری خزانهٔ کتب مین شامل فرما لیا . ان تمام کتابون پر مظفر حسین خان کی دستخط ثبت هین ، اور متعدد نسخون پر جا بجا حواشی بهی پائی جاتی هین . خود ان کی اپنی مصنفه متعدد رسالی بهی کتب خانه مین موجود هین . یه عربی زبان مین لکهی گئی هین ، اور فلسفه و حکمت سی متعلق هین . میرزا غالب سی انکی روابط تهی . اسلئی جب یه رامپور آئی هین ، تو میرزا صاحب نی منشی سیلچند سی انکی درباری قدر و منزلت کی متعلق استفسار کیا تها . ملاحظه هو مکتوب نمبر ۱۱٤ ، مجموعهٔ هذا .

پیر و مرشد ! حسین علیخان کے سسرال والون کا بڑا تقاضا ہے. زندگی مشکل ہوگئی ہے. بطریقِ «شیئاً للہ» سوالِ مختصر یہ ہے، کہ جو حضرت کے مزاج مین آوے، وہ عطا کیجیے. اور حسین علیخان کے نام جداگانہ تنخواہ مقرر کر دیجیے. لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ دولتخواہ **اسد اللہ**. معروضۂ ۷ ستمبر سنہ ۱۸٦۸ .

(۱۰۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. عنایت نامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا. تنخواہِ ستمبر سنہ ۱۸٦۸ کا روپیہ مین نے پایا.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

مشتاقِ مرگِ ناگاہ اسد اللہ. ۱۳ ماہِ اکتوبر ۱۸٦۸ .

(۱۰٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. توقیعِ رافت شرفِ ورود لایا. سو روپیہ[1] بابت تنخواہِ اکتوبر سنہ ۱۸٦۸ از رویِ ہنڈویِ ملفوفۂ خط معرضِ وصول مین آیا. خدا حضرت کو سلامت رکھے! مجھ سے اپاہج نکمے کو بیعوضِ خدمت تنخواہ دیتے ہو.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ **اسد اللہ**. مورخۂ ۱٦ نومبر سنہ ۱۸٦۸ .

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقم لکھی تھی. مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اوسکو الفاظ مین لکھدیا ہے.

(١٠٥)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کل عریضہ مشعرِ رسیدِ تنخواہِ نومبر سنہ ١٨٦٨ حال ارسال کرچکا ھون . آج ناچار از روی اضطرار وافتقار پھر یہ عرضی لکھتا ھون .

حال میرا تباہ ھوتے ھوتے اب یہ نوبت پہنچی ، کہ اب کی تنخواہ مین سے ٥٤[1] روپئے بچے . ٦٣[1] روپئے کا چٹھا ماھوار کا سُو سہماھہ دینا . مجملاً آٹھ سو روپئے ھون ، تو میری آبرو بچتی ھے . ناچار حسین علیخان کی شادی اوراوسکے نام کی تنخواہ سے قطعِ نظر کی . اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال . کبھی نہ کھونگا . آٹھ سو روپئے مجکو اور دیجے . شادی کیسی ؟ میری آبرو بچ جائے ، تو غنیمت ھے . برخوردار نواب مرزا خان کے خط مین یہ حال مفصل لکھا ھے . وہ عرض کریگا . مختصر یہ کہ اب میری جان اور آبرو آپ کے ھاتھ ھے . مگر حضور جو عطا فرمانا ھے ، جلد ارشاد ھو . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رھو قیامت تك ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

عرضداشتِ گدایِ یك در اسد اللہِ مضطر . ١٦ نومبر سنہ ١٨٦٨ .

(١٠٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . بہت دن ھوئے ، کہ برخوردار نواب مرزا خان نے مجکو مبارکباد لکھی تھی ، کہ حضور نے تیرے قرض کے ادا کرنے کی نوید دی ھے ، اور مقدارِ قرض پوچھی ھے . سو مین نے اونکو لکھ بھیجا تھا ، کہ آٹھ سو روپئے مین میرا قرض تمام ادا ھوجایگا . اس تحریر سے

---

(١) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقوم لکھی تھین . مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اونکو الفاظ مین لکھدیا ھے .

یاددهی منظور ھے. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس ھر برسکے هون دن پچاس هزار

آرام کا طالب غالب. صبحِ پنجشنبه ۱۷ دسمبر سنه ۱۸۶۸[۱]

(۱۰۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامه اوراوس مین تنخواهِ دسمبر سنه ۱۸۶۸ کی هنڈوی ملفوف پهنچی. جلد یاد آوری کا شکر بجا لایا. حضور قرضخواهون نے بہت عاجز کر رکھا ھے. بس میرا یہی کام ھے که یاد دلادون آگے حضرت مالك هین.

تم سلامت رهو هزار برس ھر برسکے هون دن پچاس هزار

عرضداشتِ غالبِ گدیه خواه. مرقومۂ روزِ یکشنبه اواخرِ تاریخِ رمضان المقدس سنه ۱۲۸۵ ه[۲].

---

(۱) اس عریضه کی لفافه پر ۱۵ دسمبر سنه ۱۸۶۸ درج هی اور لفافه کی پشت پر نوٹ هی: « پیش نموده شد حکم صادر نشد. ۲۰ دسمبر سنه ۱۸۶۸ ع».

(۲) لفافه پر « دهم جنوری سنه ۱۸۶۹» تحریر هی. یه میرزا صاحب کی آخری تحریر هی. حسین علی خان کی عریضه سی معلوم هوتا هی که جنوری کی تنخواه ۱۵ فروری کو میرزا صاحب کی انتقال سی ایك گهنٹه قبل پهنچی تهی، اسلئی اوسکی رسید اپنی قلم سی نه لکھ سکی. سویم کی روز حسین علی خان نی سرکار کو میرزا صاحب کی انتقال کی اطلاع دیتی هوی لکھا: « بتاریخ ۱۵ فروری سنه حال مطابق ۲ ذیقعده روز دوشنبه وقت ظهر جناب دادا جانصاحب قبله نواب اسد الله خان غالب عرف مرزا نوشه صاحب نی اس جهان فانی سی رحلت کی. فدوی کچھ عرض نهین کرسکتا که کسقدر رنج والم اس سانحۂ جانگزا و جگر خراش سی لاحق هوا هی. اور نیز جناب دادی صاحبه معظمه کا حال اس رنج سی عالم پیری مین ایسا هوگیا هی که گذارش نهین کیا جاسکتا هی. حضور کا نوازشنامه مع هنڈوی یکصد روپیه بابت تنخواه جنوری سنه ۶۹ع کی ۱۵ فروری کو ایك گهنٹه پهلی انتقال دادا جانصاحب سی شرف صدور لایا تها. رسید هنڈوی واسطی اطلاع حضور کی عرض کیگئی».

«بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہرِ لطف و کرم نواب زین العابدین خانصاحب بہادر عرف کلن میان سلمہ اللہ تعالی مقبول باد»[1]

(صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر عرف کلن میان ولد صاحبزادہ سید اصغر علیخان بہادر ولد نواب سید عبداللہ خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر، نواب فردوس مکان کی ہمجد تھی. دلی مین پیدا ہوی، اور وہین نشو و نما پائی. اپنی دادا نواب سید عبداللہ خانصاحب بہادر کی صدر الصدوری میرٹھ کی زمانہ مین اونکی ساتھ رہی. نواب فردوس مکان کی عہد مین رامپور آئی، اور یہان سی کسی بات پر ناراض ہوکر جیپور چلی گئی، اور وہین توطن اختیار کرلیا. امیر مینائی نی انتخاب یادگار (ص ۲۱۲) مین انکی متعلق لکھا ہی:

«عابد. صاحبزادہ محمد زین العابدین خان عرف کلن خان ولد صاحبزادہ محمد اصغر علیخان اصغر..... بیالیس برس کا سن ہی. تلمذ کسی سی نہین. بطور خود کہتی ہین. یہ اونکا کلام ہی:

تھا جو اوڑتا ہی ہوش کو میری — بوی گیسوی عنبرین ہوتا

تھا نہ کھلنا جو عقدۂ دلکو — کاش ابرو کی تیری چین ہوتا»

انکی دادا میرزا صاحب کی مخلص دوست تھی. اسلئی یہ میرزا صاحب کو اپنا بزرگ اور وہ انھین اپنا فرزند خیال کرتی تھی. لیکن نواب فردوس مکان ان سی آخر مین ناخوش ہوگئی تھی، اسلئی میرزا صاحب نی ان کی کلام پر اصلاح دینی سی انکار کردیا تھا. صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر نی جیپور مین دسمبر سنہ ۱۸۹۲ ع کو انتقال کیا.)

(۱۰۸)

بنـــدہ پرور!

مہربانی نامہ پہنچا. مین تو سمجھا تھا، آپ مجکو بھول گئے. بارے یاد کیا. جناب نوابصاحب میرے محسن اور میرے قدردان اور میری امیدگاہ ہین. مین اگر رامپور نہ آؤنگا تو کہان جاؤنگا. یہ جو آپ کہتے ہین کہ تجکو آنے مین تردد کیا ہے، تردد کچھ نہین، توقف ہے. وجہ توقف کی یہ کہ مین

---

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب نی لفافہ پر لکھی تھی. مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی ہی.

نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی۔ وھان سے صاحب کمشنرِ شہر کے وہ درخواست حوالہ ھوئی۔ صاحب کمشنرِ دھلی نے صاحب کلکٹرِ شہر سے کیفیت طلب کی ھے۔ پس اگر وہ کیفیت پنسن کی ھے۔ تو یہان کی کلکٹری کا دفتر اگر نہین رھا نہ رھے۔ رینُو بوڑد[1] کے دفتر، اور لفٹنٹ گورنری آگرہ، اور نواب گورنر جنرل کلکتہ کے دفتر اس پنسن کی کیفیت سے خالی نہین ھین۔ اور اگر میری کیفیت مطلوب ھے، تو میرا بے جرم اور بری اور الگ ھونا فساد سے از رویِ دفترِ قلعہ و اظہارِ مُخبرین ظاھر ھے۔ بہر حال صاحب کمشنرِ شہر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کرکر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئے ھین۔ دیکھئیے کب آوین، اور بعدِ ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین۔ مگر تا صدورِ حکم مین یہان سے کہین جا نہین سکتا۔ ھان بعد ملنے حکم کے، خواھی دلخواہ ھو خواھی مخالفِ مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤن گا۔ مگر حیران ھون، کہ جب تک یہان رھون کھاؤن کیا، اور جب چلنے کا قصد ھو تو رامپور کسطرح پہنچون۔ کیا خوب ھو کہ تم یہ رقعہ اپنے نام کا حضور کو، یعنی حضرت نوابصاحب کو، پڑھوا کر اس مدعایِ خاص کا جواب، جو وہ فرمائین، مجکو لکھ بھیجو۔ لیکن تم سے یہ توقع کیونکر پڑے کسواسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جنابِ عالی سے دریافت کرکر کب لکھا ھے، جو اس بات کا جواب لکھوگے۔ زیادہ اس سے کیا لکھون۔ از غالب. نگاشتۂ و روان داشتۂ پنجشنبہ ۲۵ مارچ ۱۸۵۸ع. ضروری جواب طلب[2].

---

(۱) اس لفظ کو میرزا صاحب نے اسیطرح لکھا ھے۔ لیکن صحیح « بورڈ » ھے۔

(۲) خط کے لفافہ سے معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب نے ۲۴ تاریخ کو اسے لکھ لیا تھا، اور یہ ارادہ تھا، کہ ۲۵ کو پوسٹ کرائینگے، اسلئے ۲۵ مارچ تاریخ لکھدی تھی۔ لیکن بعد ازان از راہ عجلت ۲۴ ھی کو ڈاك مین ڈلوا دیا۔ اصل عبارت یہ ھے: « در شہر رامپور موصول و بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہر لطف وکرم نواب زین العابدین خانصاحب عرف کلن میان سلمہ اللہ تعالی مقبول باد۔ از غالب یکرنگ۔ بیرنگ۔ مرسلۂ ۲۵ مارچ ۱۸۵۸۔ ضروری۔ جواب طلب و شتاب طلب۔ چون عجلت در ارسال مکتوب می بایست، هم بروز چهار شنبه آخر روز ۲۴ مارچ فرستاده شد »۔

(۱۰۹)

نوابصاحب والا قدر عظیم الشان سلمکم الله تعالے۔

بعدِ سلامِ مسنون مشهودِ خاطرِ عاطر هو۔ سابق آپ کا خط متضمن اردو کے استفتایِ روزمره کا آیا تها۔ اوسکا جواب جو مجهے معلوم تها لکهه بهیجا۔ اب جو دوسرا خط آیا، اوس مین آپ نے اپنے اشعار بتوقعِ اصلاح بهیجے هین۔ آپ کو معلوم رهے که مین خاص خدمتِ اصلاحِ اشعار پر جناب نوابصاحب قبله کا نوکر هون، اور آپ حضور کے عزیزون مین اور فرزندون مین هین۔ پس مین بے حکم حضور کے آپ کی خدمت بجا نهین لا سکتا۔ نا چار کاغذِ اشعار مسترد بهیجتاهون۔'' یه امر یقین هے که موجبِ ملالِ خاطرِ اقدس نهوگا۔ بندگی بیچارگی۔ زیاده اس سے کیا لکهون، که مدعایِ ضروری الاظهار اسیقدر تها۔ والسلام۔'' راقم اسد الله خان غالب، ۱٤ مارچ سنه ۱۸٦۵[۱]۔

(۱) زین العابدینخان کی خط کیلئے خط نمبر ۱۱۲ کا حاشیه ملاحظه هو۔

«بمطالعۂ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلمہ‌اللہ تعالی مفتوح باد»[1]

(منشی سیلچند راجہ کنورسین کی اولاد مین ھین. کنورسین قوم کی کایستھ اور نواب سید علی محمد خان بہادر فاتح روھیلکھنڈ کی معتمد سردار تھی. قلعۂ سرھند کی فتح مین اپنی ولی نعمت کی ھمرکاب خدمات شایستہ انجام دیکر بادشاہ دھلی کی دربار سی راجہ کا خطاب حاصل کیا. روھیلہ سلطنت کی ٹکڑی ھوی، اور نواب سید فیض‌اللہ خانصاحب بہادر ریاست رامپور کی والی بنکر اس خطہ مین تشریف لائی، تو اونکی رکاب مین تمام وفادار سرداران روھیلہ‌کیساتھ منشی صاحب کا خاندان بھی تھا. منشی سیلچند کی تاریخ ولادت اور جای پیدائش کا صحیح حال معلوم نہوسکا. البتہ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹٤ ع کو انکی عمر اکیاسی سال کی تھی. اس حساب سی سنہ ولادت ۱۸۱۳ ع قرار پاتا ھی. انکا ابتدائی تقرر نواب سید احمد علیخان بہادر کی عہد حکومت مین بعہدۂ ناظر نظامت ھوا. بعد ازان عامل (تحصیلدار) مقرر ھوی. ۱۸٤٤ ع مین انکی والد نی وفات پائی تو اونکی اسامی پر محکمۂ عالیۂ دار الانشا مین بدلدی گئی. غدر سنہ ۱۸۵۷ ع مین ریاست کیطرف سی خبر رسانی و فراھمی رسد وغیرہ کا کام انجام دیا، اور نواب گورنر جنرل بہادر سی بصلۂ خدمات دربار فتحگڑہ مین دوشالہ انعام پایا. نواب فردوس مکان نی بھی انکی خدمات کی تعریف مین روبکار جاری فرمایا، اور ایک تلوار عطا کی. نوابصاحب کی وفات کی بعد نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان نی بھی انکی بہت قدر و منزلت فرمائی. بالآخر پانچ والیان ریاست کی خدمت کر کی ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹٤ ع کو اکیاسی سال کی عمر مین رامپور مین انتقال کیا.

منشی سیلچند کو فارسی مین کافی دستگاہ حاصل تھی، اور ملا غیاث الدین رامپوری مولف غیاث اللغات فارسی سی شرف تلمذ تھا. شعر بھی کہتی تھی. اور منشی تخلص کرتی تھی.)

(۱۱۰)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلّمہ اللہ تعالی.

بعد دعای دوامِ حیات وترقیِ درجات معلوم فرمائین. اگرچہ از روی خطوطِ حضور، صحت وعافیتِ حضور معلوم ھوتی ھے، لیکن یہ کہین سے نہین سنا، کہ غسلِ صحت کیا، یا کسدن کرینگے. آپ سے یہ فقیر کا سوال ھے،

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب نی مکتوب مورخہ ۲۵ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ ع کی لفافہ پر لکھی تھی. مین نی یہان تبرکاً نقل کردی ھی.

کہ مجکو لکھئیے، کہ حضرت غسل کسدن فرمائین گے. اور اگر موافق میری آرزو کے نہا چکے ہون، تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجیے. خیر و عافیت کا طالب غالب. ۲۵ دسمبر ۱۸٦٤[1].

(۱۱۱)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو خدا سلامت رکھے!

مادۂ تاریخ غسلِ صحت کو تم نے غور نہین کیا. ۱۸٦٦ عدد ہوتے ہین. پھر کیا حضور سالِ آیندہ غسلِ صحت فرمائین گے؟ یہ تو جنوری سال ۱۸٦٥ ہین. اس تاریخ کا قطعہ کیونکر لکھون[2]؟

یہ جو مین نے قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہے، منشا اسکا یہ ہے، کہ شاہ کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے، اور اونہون نے کہا، کہ نواب صاحب جمعہ کے دن ساتوین تاریخِ شعبان کو نہائین گے. اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا، کہ ماہِ آیندہ یعنی رجب[3] مین نہائین گے. خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا. اگر موقع پاؤ تو حضور مین یہ ماجرا عرض کردینا کہ مین نے بموجب

(۱) یہ خط نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی تاریخ کی متعلق لکھا گیا تھا.

(۲) منشی صاحب نی میرزا غالب کی مکتوب مورخہ ۲۵ دسمبر سنہ ٦٤ ع کی جواب مین جو خط تحریر کیا تھا، اوس مین ذکر ماہ جشن کی بعد درخواست کی تھی کہ «ایك مادہ تاریخ کا فدوی نی نکالا ہی. سو عرض کرتا ہون. امیدوار ہون، کہ اوسکی دو شعر موزون فرما کر عنایت نامۂ موسومہ فدوی کی مین عنایت فرمائیی. بیت: کا شکر سر اعدا عرض کر تو ای منشی * بندگان عالی کا آج غسل صحت ہی». اس شعر کا مصرع ثانی مادۂ تاریخ ہی. چونکہ اسکی اعداد ۱۸٦٦ ہوتی ہین، اسلئی ایك عدد کا تخرجہ کیا گیا ہی. فقرہ (کا شکر سر اعدا) بتاتا ہی، کہ اگر سر اعدا یعنی حرف الف کی عدد کو، جو «ایك» ہی، مادہ مین سی کم کر دیا جائی تو اعداد مطلوبہ ۱۸٦٥ حاصل ہوجائین گی. چونکہ یہ قاعدۂ تاریخ گوئی کی عین مطابق ہی اسلئی تعجب ہوتا ہی. کہ میرزا صاحب نی اسپر کیون اعتراض کیا.

(۳) میرزا صاحب نی سہواً ماہ آیندہ کو رجب لکھدیا ہی. فی الواقع ماہ آیندہ رمضان تھا. اسلئی کہ خط نمبر (۳۹) سی معلوم ہوتا ہی کہ اس سال ۱۳ دسمبر کو رجب کی ۱۳ تاریخ تھی. لہذا ۱۹ جنوری کو، جو تاریخ تحریر خط ہی، ۱۹ یا ۲۰ شعبان ہوگی. اور شعبان کی بعد رمضان آتا ہی. رجب نہین آتا.

روایتِ شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ہے[۱]. غالب ۱۹ جنوری سنہ ۱۸٦۵ .

(۱۱۲)

منشی صاحب! عجب اتفاق ہے، کہ حضور اپنے خط مین اپنے مزاجِ مبارك کا حال کچھ نہین لکھتے، اور میرا دھیان لگا ہوا ہے. خدا کیواسطے! تم مفصل حال لکھو، کہ کیا عارضہ باقی ہے، اور صورت کیا ہے؟ دربار بدستور ہوتا ہے یا نہین؟ سوار ہوتے ہین یا نہین؟

زین العابدین خان نے جیپور سے اپنے اشعار اصلاح کیواسطے میرے پاس بھیجے. مین نے اصلاح دینے سے انکار کیا، اور اشعار مسترد کردئے. اون کا خط اور اوسکی پشت پر اوسکے جواب کا مسودہ اس خط مین لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہون. پڑھ لو. بلکہ اگر موقع اور محل پاؤ، تو حضور کو بھی پڑھوا دو[۲]. والدعا. اسد اللہ خان غالب. ۱٤ مارچ سنہ ۱۸٦۵.

(۱۱۳)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیاچند صاحب میر منشی کو فقیر غالب کی دعا پہنچے. یہ خط[۳] مین نے ایك شبانہ روز کی فکر مین حضور کو لکھا ہے. مگر مسودہ جو ہر بار کچھ کا کچھ ہوتا رہا، اس سبب سے

---

(۱) اشعار تہنیت کیلئے عریضہ نمبر ۳٦ کا حاشیہ ملاحظہ ہو.

(۲) زین العابدین خان کا خط حسب ذیل ہے: « نوابصاحب مشفق مہربان، کرمفرمای دوستان، مجموعۂ خوبیہای بیکران سلمہ اللہ تعالی. بعد سلام مسنون، واشتیاق ملاقات مباہجت مشحون، یہ چند خزف ریزی بھیجکر تکلیف دیتا ہون، کہ نگاہ گوہر سنج سی ملاحظہ کرکی اغلاط محاورات وتراکیب، وسستی بندش، وتعقیدات صوری ومعنوی، وتنافرالفاظ، وابتذال مضامین، جس جگہ واقع ہو مطلع فرمائیے. فقط. امر مستفسرۂ سابق مین صدور مہربانی نامۂ نامی نی خلجان رفع کیا. جواب اسکا بھی اگر جلد عنایت ہو بعید ارتباط دیرینہ سی نہوگا. زیادہ شوق و بس. فقط. نگاشتۂ دہم مارچ سنہ ۱۸٦۵ع. مقام جیپور. زین العابدینخان ». میرزا صاحب کی جواب کیلئے مکتوب نمبر ۱۰۹ ملاحظہ ہو.

(۳) عریضہ نمبر ٤۲ مراد ہے.

میرے پاس نہین رھا. اور خدا کی قسم! کہ مین اب بہت ناتوان ہوگیا ہون. یہ خط لیٹے لیٹے صاف کیا ھے. اور اس تحریر کو مجموعۂ نثر مین رکھا چاھتا ہون. آپ اس کی نقل کر کے مقرر مجکو بھیجدیجیے گا. بڑا احسان مجھ پر ھوگا[۱].

اسد الله.

(۱۱٤)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان منشی سیلچند کو فقیر غالب کی دعا پہنچیے[۲]. کیون صاحب؟ ھم تو تم کو اپنا فرزند سمجھین، اور تمھارا یہ حال کہ مراسمِ فرزندی بجا نہین لاتے. خط لکھنا تم نے یک قلم موقوف کردیا. اور بھائی بے تکلف لکھتا ھون کہ مجھ مین اب دم نہین ھے. نہ طاقت باقی ھے، نہ حواس درست ھین[۳]. آج کے نوابصاحب کے خط مین دوجگہ غلطیان ھوئین مجھ سے. لکھا کچھ چاھتا ھون، لکھ کچھ جاتا ھون. بس اب تو یہ نوبت پہنچی ھے[۲]، کہ آج بچا کل مرا، کل بچا پرسون مرا. اس خط کا (جواب)[٤] مجکو جلد لکھو. اور اوس مین یہ لکھو، کہ احسان حسین خان (اور اونکے بھائی مظفر حسین خان)[٥] جو لکھنو سے آئے ھین،

---

(۱) یہ عریضہ کلیات نثر فارسی مین شامل نہین. اغلب یہ ھی، کہ یہان سی نقل روانا نہین کیگئی.

(۲) کاتب نے دونون جگہ «پونچی» لکھا ھی. لیکن میرزا صاحب نے اسی متن مین علی حالہ باقی رکھکر پائین خط مین اپنی قلم سی «پہنچی» بنادیا ھی، اسلئے مین نے متن مین صحیح املا لکھنا مناسب خیال کیا.

(۳) حواس کا املا کاتب نے ھای ھوز سی لکھا تھا. مرزا صاحب نے اوسکو قلمزد کرکے حای حطی سی لکھا ھی.

(٤) میرزا صاحب کے خط مین یہ لفظ موجود نہین ھی. لیکن سیاق چاھتا تھا اس لئے مین نے اسکو سہو کاتب و مکتوب لہ خیال کرکے بریکٹ مین اضافہ کردیا ھی.

(٥) احسان حسین خان اور مظفر حسین خان، مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی، طبیب شاہ اودھ کے صاحبزادے تھے. الحاق اودھ کے بعد رفتہ رفتہ روساء شہر و اراکین سلطنت تباہ حال اور پریشان روزگار ھونا شروع ھوئے، تو ان مین سے اکثر اصحاب نے دربار رامپور کے دامن الطاف وکرم مین پناہ لی. یہ دونون بھائی بھی سنہ ٦٧ع مین یہان آگئے. نواب خلد آشیان نے انکی شایان شان قدر و منزلت کا اظہار فرمایا، اور اپنے مصاحبین خاص مین جگہ عطا کی. احسان حسین خان بہادر نے جمعہ کے دن ٥ رجب سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ع) کو کربلای معلی مین انتقال کیا. مظفر حسین خان آخر مین بنارس چلے گئے تھے، اور تیرھوین صدی کے آخر تک بقید حیات تھے.

نوابصاحب کی سرکار سے اونکا کیا در ماهه مقرر هوا هے، اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ هے؟ دربا مین جو آتے هین، تو بیٹھتے کہان هین[۱]؟ (اس خط کے جواب کا طالب غالب . ۱۱ جون)[۲].

(۱۱۵)

برخوردار نورچشم منشی سیلچند میر منشی کو بعد دعا کے یه معلوم هو، که اگلے مهینے یعنی اگست سنه ۱۸٦۸ (کی)[۳] تنخواه کی هنڈوی جو تم نے بهیجی تهی، اوسکا روپیه ابتك نہین پٹا. مین تو جس دن هنڈوی آتی هے، اوسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے هات، که وه بهی مهاجن هے، بیچ ڈالتا هون. مگر اوس مختار کار کو، جسکے هان هنڈوی آئی هے، (اوسنے) روپیه ابتك نہین دیا. ۸ ستمبر کو وه هنڈوی بیچکر روپیه مین نے لے لیا تها، اور آج ۱۸ هے. مختار کار کو روپیه اوسنے ابتك نہین دیا. جس سے تم نے هنڈوی لکهوائی هے، اوسکو تم تاکید کرو که (یهان کے مهاجن کو روپیه دینے کی تاکید لکهے تا که)[٤] مختار کار کا روپیه پٹ جاوے (مهر غالب ۱۲۷۸)[٥].

---

(۱) اصل خط مین (هی) بصیغۂ مفرد تحریر هی. لیکن اصول زبان کی رو سی (هین) بصیغۂ جمع هونا چاهئی. مین نی یه خیال کرکی که اسپر میرزا صاحب کی نظر نهین پڑی. متن مین (هین) لکهدیا هی.

(۲) خط کی لفافه پر میر منشی صاحب کی حسب ذیل تحریر هی: «خط در جواب نوشته شد. ۱٦ صفر سنه ۱۲۸٤ ه مطابق ۲۰ جون سنه ۱۸٦۷ ع». اس سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب کی خط کی پوری تاریخ ۱۱ جون سنه ۱۸٦۷ ع هی.

(۳) یه لفظ اصل مین ساقط تها. مین نی بریکٹ مین اسلئی اضافه کردیا هی، که جمله بامحاوره هوجائی.

(٤) یه عریضه بهی میرزا صاحب کی اپنی قلم کا نوشته نهین هی. البته جو عبارت بریکٹ مین درج هی، وه اونهون نی خود لکهی هی.

(٥) اس خط کی لفافه پر ۱۸ ستمبر سنه ۱۸٦۸ تاریخ درج هی.

بنام خلیفه احمد علی صاحب احمد رامپوری

(خلیفه شیخ احمد علی صاحب احمد تخلص ولد شیخ نادر علی تقریباً سنه ۱۲۱۹ ھ (۱۸۰۵ ع) مین پیدا هوی . فارسی کتابین مولوی عنبر شاه خان عنبر اور کبیر خان تسلیم سی پڑهین ، اور عربی علوم و فنون دیگر علماء شهر سی حاصل کئی . لیکن ادبیات فارسی کی ذوق نی خلیفه صاحب کو عربی علوم کی لطایف کی طرف متوجه نهو نی دیا ، اور انکی ساری عمر شیراز و شروان هی کی مرغزارون کی سیر مین گزر گئی. رامپور کی اکثر فارسی ادب کی علما کا سلسله ان تك منتهی هوتا هی . نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان طاب ثراهما کی استادی کا بهی شرف حاصل تها . خلیفه صاحب نی جمعرات کی دن ۲۹ رمضان سنه ۱۳۰۹ ھ مطابق ۲۸ اپریل سنه ۱۸۹۲ ع کو نوی سال کی عمر مین اپنی مکان واقع محله بنگلهٔ آزاد خان (رامپور) مین انتقال کیا .

مرزا صاحب رامپور تشریف لائی ، اور خلیفه صاحب سی ملاقات هوئی تو موخر الذکر نی اثنای گفتگو مین عرفی کی کلام پر نکته چینی کی ، اور مثالا یه دوشعر پیش کیی :

ساکتم ، این نغمه تا در نیم شب ، همره مرغ سحر خوان می زنم
شاهدی کو که یك نفس گوشی بدل درد پرور اندازد

میرزا صاحب نی عرفی کی حمایت کی . لیکن اوسوقت بحث ناتمام رهی ، اور یه طی پایا که خلیفه صاحب شب کو آکر گفتگو کرینگی . معلوم هوتا هی که یه اوس رات تشریف نه لیجاسکی ، اسلئی میرزا صاحب نی اپنی دلائل لکهکر انکی خدمت مین بهیجدیی .

تذکرهٔ کاملان رامپور (ص ۲٤) مین اختلافی شعر یه لکها هی :

منکه باشم عقل کل را ناوك انداز ادب مرغ توصیف تو از اوج بیان انداخته

مگر میرزا صاحب کی آینده تحریر کی روشنی مین اسکی صرف یه تاویل کیجاسکتی هی که مذکورهٔ بالا دو شعرون کی ساتهه یه بهی معرض بحث مین آیا هوگا . ورنه میرزا صاحب خط مین اسیکا ذکر کرتی .)

(۱۱٦)

جناب مولویصاحب مخدوم مولوی احمد علی صاحب کی خدمت مین
بعدِ سلامِ مسنون الاسلام عرض یه هے ، که فقیر شب کو آپکا منتظر رها . آپ تشریف نه لائے . ناچار تقریر کو تحریر کا پیرایه دیکر آپ کی جناب مین بهیجتا هون . سنینِ فارسیه کا حال بسبیلِ اجمال ایك دو ورقه پر مندرج هے .

بنظرِ اصلاح مشاهده هو[۱].

بعد اوسکے میری یه عرض هے، که هر چند «سحر» اور «صبح» مرادف بالمعنی هین. اور وه انجامِ لیل اور آغازِ نهار هے. مگر بخلافِ صبح «سحر» بطریقِ مجاز بعدِ نصفِ شب سے صبح تك مستعمل هے. طعامِ آخرِ شب کو «سحری» اور «سحرگهی» کهتے هین. اور مرغانِ خوش آواز، که بلبل بهی اون مین هے، اکثر پهر سوا پهر رات سے بولتے هین. نصفِ شب کو مرغِ سحرخوان کا هم آواز هونا محلِ اعتراض نهین هے.

«گوش» کا استعمال «انداختن» کیساته اگر شعرای هند کے کلام مین آیا هوتا، تو هم اوسکی سند اهلِ زبان کے کلام سے ڈهونڈهتے. جب وه خود عرفی[۲] نے لکها هے، تو هم سند اور کهان سے لائین؟ قواعدِ زبانِ فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام هے. جب هم انهین کے قول پر اعتراض کرین گے، تو اوس اعتراض کیواسطے قاعده کهان سے لائین گے؟ ان سب باتون کو جانے دیجیے. اسکو ملاحظه کیجیے، که عرفی اکبر شاه[۳] کے عهد مین تها.

---

(۱) میرزا صاحب کا یه خط مولوی عبد الحکیم خان صاحب مدرس فارسی مدرسهٔ عالیهٔ رامپور سے مبلغ ۲۵ روپیه مین خریدا گیا تها. فقیر عرشی کا خیال تها که سنین فارسی کی کیفیت پر مشتمل دو ورقه بهی موصوف الذکر بزرگ کے پاس هوگا. لیکن باوجود تلاش دستیاب نهوسکا.

(۲) خواجه جمال الدین محمد عرفی ابن خواجه زین الدین علی شیرازی عهد اکبری کا ممتاز اور بلند پایه فارسی شاعر شمار کیا جاتا هے. حکیم ابوالفتح اور میرزا عبدالرحیم خانخانان کا مصاحب اور مداح تها. اپنے موخر الذکر ممدوح کے توسط سے شاهزادهٔ سلیم کا اتالیق مقرر هوا. سنه ۹۹۹ ه مین خانخانان کے ساته ٹهٹهه (سندھ) کی مهم مین شریك هونے کے اراده سے روانا هوا. لیکن شوال سنهٔ مذکوره (اگست سنه ۱۵۹۱ ع) کو ۳٦ سال کی مختصر عمر مین بمقام لاهور فوت هوگیا. اسکے کلام مین جوانی کا جوش وخروش اور الوالعزمی اپنے تمام معاصرین سے زائد هے. اگر دست قضا سے کچھ عرصه اور بچگیا هوتا، تو بعض ایسی خامیان، جو نظر ثانی نهونے کے سبب کلام مین پائی جاتی هین، هماری فارسی ادیبون کو کبهی نظر نآتین. تاهم ایران کے جو شاعر هندوستان چلے آئے تهے اون مین سے یه نصیب نیك عرفی هی کے حصه مین آیا، که اوسکی زندگی‌مین اسکا کلام شیراز مین پڑها جاتا تها.

(۳) جلال‌الدین اکبر ابن نصیرالدین همایون ابن ظهیرالدین بابر، سلطنت مغلیه کا تیسرا روشن چراغ تها. امر کوٹ (سندھ) مین سنه ۹٤۹ ه (۱۵٤۲ ع) کو پیدا هوا. ابهی تیرا سال نو ماه کی عمر تهی که باپ کا سایه سر سے اوٹهگیا. بیرم خان خانخانان نے اسے بادشاه بنا کر خود صدر اعظم کی حیثیت (باقی)

اور اوس عهد مین قطعِ نظر اور اهلِ کمال سے ابو الفضل [۱] اور فیضی [۲] یه دونو شخص کیسے فاضل تهے. اور پهر عرفی کا ممدوح حکیم ابو الفتح [۳] اسکا وه پایه علم مین تها، که فیضی اور ابوالفضل کو بهی خیال مین نه لاتا تها. اگر یه دونو شعر عرفی کے غلط هوتے، تو یه تینون آدمی اوسکی دهجیان اوڑا ڈالتے. حال آنکه فیضی و ابو الفضل اوسکے دشمن تهے. پس جب ان دونون نے باوجودِ عداوت اعتراض نکیا، تو اب عرفی پر کون اعتراض کر سکتا هے؟ عرفی کی زبان سے جو نکل جائے وه سند هے. همارے واسطے وه ایك قاعدهٔ محکم هے. وه مطاع هے، اور هم اوسکے مقلد اور مطیع هین. غالب.

(بقیه) سی کام شروع کردیا. لیکن اپنی خدا داد قابلیت سی اکبر نی بهت جلد انتظام سلطنت کا بار اپنی کاندهون پر اوٹها لیا، اور سلطنت مغلیه کی حدود کو گجرات، بنگال، کشمیر اور سنده تك وسیع کردیا. فتح پور سیکری اسی نی آباد کیا تها. یه بهت معمولی پڑها لکها تها. لیکن ایك دانشمند بادشاه کیطرح بدربار کو اوسوقت کی ممتاز اهل علم سی مزین رکهتا، اور اونکو علمی مباحثون مین شریك هوتا رهتا تها. جس سی اسکی معلومات اور قابلیت مین غیر معمولی وسعت پیدا هوگئی تهی. اس کی دربار کی نو رتن ابتك مشهور هین. اسکا سب سی اهم کارنامه دین الهی کی ترویج هی. یه مذهب سیاست ملکی مین بهت معاون ثابت هوا. چنانچه هندوستان کی پر شور فضا اسی مذهب کی بدولت جنت نشان بنی تهی. اکبر نی جمادی الآخره سنه ۱۰۱٤ ه (۱۶۰۵ ع) کو ٦٥ سال کی عمر مین اس دار فانی کو خیرباد کہا هی.

(۱) ابوالفضل، شیخ مبارك کا بیٹا، اور فیضی کا بهائی هی. یه سنه ۹۵۸ ه (۱۵۵۱ ع) مین پیدا هوا. سنه ۱۹ اکبر شاهی مین ملازمت کا شرف حاصل کیا اور بهت تهوڑی عرصه مین وزارت کی درجه تك جا پهنچا. اسکو ربیع الاول سنه ۱۰۱۱ ه (۱۶۰۲ ع) مین شاهزادهٔ سلیم کی ایما سی ۵۳ سال ۲ ماه کی عمر مین شهید کردیا گیا. یه بڑا مدبر اور زبردست ادیب تها. آئین اکبری، اکبرنامه، اور مکاتبات علامی تصنیفات هین. شعر بهی کهتا اور علامی تخلص کرتا تها. یه اکبری دربار کی نورتن مین شمار کیا جاتا هی. اسکی قتل کی اطلاع سی اکبر کو اسقدر صدمه هوا تها که اوس نی کئی وقت کهانا نه کهایا. اور بار بار کهتا تها که اگر شیخو بابا مجهی قتل کرادیتا تو اس سی بهتر تها.

(۲) فیضی، شیخ مبارك کا بڑا بیٹا، اور اکبری دربار کا ملك الشعرا تها. حکمت، فلسفه، ریاضیات، تاریخ، اور سنسکرت کا عالم تها. سواطع الالهام، اور مواردالکلم، عربی مین، اور کلیات نظم، اور خمسه، فارسی مین اسکی مشهور تصنیفات هین. یه ۱۰ صفر سنه ۱۰۰٤ ه (۱۵۹۵ ع) کو ۵۰ سال کی عمر مین فوت هوا.

(۳) حکیم ابوالفتح مسیح الدین ابن حکیم عبد الرزاق گیلانی اکبر کا طبیب خاص اور اوس عهد کا بهت بڑا فاضل تها. یه اپنی علمی وجاهت وعظمت کی سبب بادشاه کی دربار مین ممتاز درجه کا مالك اور اکبری دربار کی نورتن مین شامل تها. اسنی سنه ۹۹۷ ه (۱۵۸۸ ع) مین وفات پائی.

بنام مولوی محمد حسن خان مالکِ مطبع

(مولوی محمد حسن خان ابن نور محمد خان ابن شاہ محمد خان مہمند افغان رامپور کی ایک شریف و با عزت خاندان کی فرد تھی. انکی دادا شاہ محمد خان نواب سید محمد فیض اللہ خان بہادر کی ہمراہ افغانستان سی تشریف لائی. اور فوج مین بعہدۂ جمعداری مقرر ہوئی. مولوی محمد حسن خان نی تیغ نیاگان کو قلم سی تبدیل کرلیا. اور اوس زمانہ کی مروج تعلیم حاصل کرکی نواب فردوس مکان کی حسب ایما سنہ ۱۸۵۶ع مین « مطبع حسنی » قائم کیا. بعد ازان نواب خلد آشیان کی حسب الحکم ۱۲ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ع کو اخبار « دبدبۂ سکندری » کا پہلا پرچہ شائع کیا، جو اسوقت تك اپنی عمر کی ۷٤ سال پوری کرچکا ہی، اور ہنوز اپنی روایتی وفاداری حکومت ہند و رامپور پر قائم ہی. سنہ ۱۸۷۷ع کی دربار قیصری مین گورنمنٹ یو-پی نی انہین اپنی صوبہ کی مدیران اخبارات و رسایل کا نمایندہ بناکر بھیجا. نواب خلد آشیان نی ایام ولیعہدی مین اپنا مصاحب منتخب کیا، اور عہد حکومت مین متعدد اہم سفارتی خدمات تفویض فرمائین. انکی بعد نواب سید محمد مشتاق علیخان بہادر عرش آشیان نی آنریری مجسٹریٹ مقرر فرمایا. مولویصاحب نی ۱۷ شوال سنہ ۱۳۱٤ھ (۱۸۹۶ع) کو ۹۰ سال کی عمر مین انتقال فرمایا. آپکی بعد چند سال تك آپکی خلف الرشید مولانا شاہ فاروق حسن خانصاحب صابری رحمہ اللہ نی اپنی مشاغل طریقت کی ساتھ « دبدبۂ سکندری » کو بھی ایڈٹ کیا. لیکن سنہ ۱۹۰۳ع سی فرائض ادارت اپنی فرزند اکبر مولانا فضل حسن خانصاحب صابری کی سپرد کردیئی، جو آجتك اسی انجام دیرہی ہیں. موخرالذکر بزرگ نی اپنی گرامی نامۂ موسومۂ فقیر عرشی مین تحریر فرمایا ہی: « اخبار دبدبۂ سکندری کی ہندوستان بھر کی اخبارات مین یہ نمایان خصوصیت ہی کہ ۷٤ سال کی مدت مدید مین برٹش گورنمنٹ اور لوکل گورنمنٹ نی کبھی اسکی ایك حرف پر نہ کوئی اعتراض کیا، نہ اس سی کبھی ضمانت طلب ہوئی، نہ اسپر کسی نی آجتك کوئی مقدمہ چلایا ».)

(۱۱۷)

مشفق اور مکرمی محمد حسن خانصاحب[۱] کو غالبِ آزردہ دل کا سلام پہنچیے. آج بھی آپکا ایك خط آیا. کئی اخبار آپکے پھیرے، کئی خط آپکے پھیرے، اور آپ اخبار بھیجے جاتے ہین. الٰہی! آپکا خط خط تھا، یا کوئی جھوٹ کی پوٹ. بیشتر مجذوبون کی سی بڑ. اور جو کچھ سمجھ

---

(۱) میرزا صاحب نی مکتوب الیہ کا نام، القاب اور سرنامہ دونون مقامات پر محمد حسین خان لکھا ہی. یہ سہو ہی. صحیح نام محمد حسن خان ہی.

مین آیا، وہ غلط اور دروغ اور جھوٹ. یہ غلطِ محض ھے کہ مطبع حضور کا ھے، اور تم مہتمم ھو حضور کیطرف سے. اللہ! اللہ! ڈگی جی سنگھ کی تعریف مین کہین سارا ایك صفحہ کہین سارا ایك ورق سیاہ کرتے ھو، اور اپنے والیِ ملك اور اپنے پادشاہ یعنی امیر المسلمین نواب کلبِ علیخان بہادر کے نام (کے)[1] آگے یا نام سے پہلے کوئی دو تین لفظ تعظیم کے لکھتے ھو بس، اور اس قباحت کو نہین سمجھتے کہ اگر یہ اخبار حضور کی طرف سے ھے، تو گویا ڈگی سنگھ جی کی تعریف بھی حضور کی طرف سے ھوگی. ہندستانی علمداری[2] مین وہ ایك زمیندار اور مالگزار تھا. اب گورمنٹِ ہند نے اوسکو جاگیردارِ مستقل کردیا. اور نواب محمد علیخان رئیسِ ٹونك کا ہر اخبار مین ایك مرثیہ لکھتے ھو. اس سے یہ معلوم ھوا کہ تم طرح طرح سے اطراف و جوانب کے رئیسون سے بھیك مانگتے ھو. بھائی! «یك در گیر و محکم گیر». اگر حضور کے نوکر بھی نہین ھو تم، تو آخر رعیت تو ھو. یہ کیا ھے کہ اپنے پادشاہ کا ذکر سب سے پیچھے لکھتے ھو، کبھی صفحہ پر کبھی حاشیہ پر؟ ھم نے ان باتون سے بیزار ھوکر تمھارا اخبار موقوف کیا ھے، اور اب پھر تمھین لکھتے ھین، کہ دوھائی خدا کی! مین یکم جنوری سنہ ۱۸۶۸ سے «دبدبۂ سکندری» کا خریدار نہین ھون. نہ بھیجا کرو. واسطے خدا کے! نہ بھیجا کرو. اس سے زیادہ کیا لکھون. (مہر غالب ۱۲۷۸).[3] (۲۵ فروری سنہ ۱۸۶۸ ع).

---

(۱) یہ لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نے سیاق کلام کے حسب اقتضا بڑھا دیا ھے.

(۲) یہ خط میرزا صاحب کے قلم کا نوشتہ نہین ھے، اسلئے ممکن ھے کہ کاتب نے سہواً «عملداری» کے بجای «علمداری» لکھدیا ھو.

(۳) خط کے آخر مین تاریخ نہین تھی. مین نے لفافہ کی تاریخ لکھدی ھے. لفافہ کی پشت پر نوٹ ھے: «بموجب خط هذا بعد استدراك از مرزا نوشه صاحب مبلغ دو روپیه هشت آنه بابت بقایا حساب اخبار محمد حسن خان حوالهٔ لاله ٹھنڈی‌رام محافظ دفتر نموده شد». تمت بالخیر. والحمد لله اولا وآخراً.

۱ — فهرست اشخاص و قبائل

(ان فهرستون مین جلی هندسے متن کیطرف اور خفی هندسے حاشیه کی طرف اشاره کرتے هین ، اور حاشیه سے فٹ نوٹس اور وه تحریرین مراد هین ، جو مکتوب الیهم کے متعلق اون کے نام کے خطوط کے آغاز مین لکھی گئی هین .)

۲ — فہرست مقامات

۳ – فہرست کتب و اخبارات

تصحیح و استدراك

(پروف کی تصحیح مین انتہائی احتیاط کے باوجود متن اور حواشی مین بعض غلطیان رہ گئین تھین ، نیز مکاتیب کی طباعت کے بعد کچھ نئی چیزین بھی معلوم ہوئین ، اسلئے مجبوراً تصحیح و استدراك کی نامشکور سعی کرنی پڑی . براہ کرم غلطیون کی اصلاح فرما لیجائے، اور نئی معلومات مناسب مقام پر اضافہ کرلیجائین ، تاکہ کتاب پڑھتے وقت کوئی غلط فہمی پیدا نہو .)

ص ۱۲، سطر ۱ و ٤ — «لاڑد» بجائے «لارڈ».

ایضاً ، حاشیہ نمبر ٤ ، سطر ٥ — اضافہ کیجیے «(اردوی معلی ، ص ۱٦۳)».

ص ١٤ ، حاشیہ نمبر ۳ ، سطر ٤ — «بھائی کی حویلی» بجائے «بھائی کے حویلی».

ص ١٦ ، حاشیہ نمبر ١ ، سطر ۸ — «سنہ ١٨٥٨ ع» بجائے «سنہ ١٨٨٨ ع».

ص ١٧ ، حاشیہ نمبر ٢ ، سطر ٤ — «داروغہ تھی اور سو روپیہ» بجائے «داروغہ تھی سو روپیہ».

ص ١٩ ، سطر ٦ — «لاڑد» بجائے «لارڈ».

ص ٢١ ، حاشیہ ، سطر ٦ — «یہان» بجائے «بہان».

ص ٢٢ ، حاشیہ نمبر ۳ ، سطر ۹ — «تر» بجائے «ر».

ایضاً ، حاشیہ ، نمبر ٥ ، سطر ٤ — «ممالك مغربی و شمالی کے گورنر» بجائے «پنجاب کے گورنر».

ص ٢٤ ، حاشیہ ، سطر ٢٤ — «دعائی» بجائے «دعای».

ص ٢٦ ، حاشیہ ، سطر ٥ — «کی» بجائے «کیلئے».

ایضاً ، حاشیہ، سطر ۸ — «جا» بجائے «جاجا».

ص ٢٧ ، سطر ١٤ — «نوازشنامہ» بجائے «لوازشنامہ».

ص ٢٩ ، حاشیہ نمبر ١، سطر ١٥ — «کیا» بجائے «کبا».

ایضاً ، حاشیہ ، سطر ١٧ — «دیدہ‌ور» بجائے «دیدور».

ص ٣٧ ، حاشیہ ، سطر ١ و ١٥ — «مارچ» بجائے «فروری». (یہ اردوی معلی کے مطبوعہ ایڈیشن کی غلطی ہے).

ص ٤٠ ، سطر ٢ — «هزار» بجائے «هزاز».

ایضاً ، حاشیہ نمبر ١ ، سطر ١ — «مرزا» بجائے «مرز».

ص ٤١، سطر ١٠ — «ٹھہرتا» بجائے «ٹھرتا».

ص ٤٤ ، سطر ١٥ — «ناتوانان» بجائے «ناتوان».

ص ٤٩، سطر ١٣ — «چو» بجائے «چون».

ص ٥٠، حاشیہ نمبر ١ ، سطر ١٩ — «آمر» بجائے «امر».

ص ٥٩ ، سطر ٩ — «چو» بجائے «چون».

ص ٦٠ ، سطر ١ — «دستاری» بجائے «دسناری».

ص ٦٦ ، حاشیہ نمبر ٢، سطر ۹ — اضافہ کیجیے «سعید الدین خانصاحب نے ٢١ ربیع الثانی سنہ ١٣٠٣ ھ مطابق ٢٧ جنوری سنہ ١٨٨٦ ع اور ٨ جمادی الاولی سنہ مذکور مطابق ١٣ فروری سنہ مذکور کے درمیان انتقال کیا.»

ص ٦٦ ، حاشیہ نمبر ۳ — «کچھ معلوم نہوسکا » کی بجائی « اونکی صاحبزادہ مولوی محمد نجم الحسن خان کی مکتوب مورخۂ ۲٦ اپریل سنہ ۱۸۷۸ ع سی معلوم ہوتا ہی کہ صدر الصدور صاحب بانس بریلی کی باشندی تھی ، اور خط لکھنی سی پانچ سال قبل ، تقریباً سنہ ۱۸۷۳ ع مین ، انتقال کرگئی . صدر الصدور صاحب کی برادر خورد مولوی حامد حسن خان بھی صدر الصدور تھی . یہ فروری سنہ ۱۸۷۸ ع مین فوت ہوی » .

ص ٦٩ ، حاشیہ ، سطر ۵ — « کی » بجائی « کو » .

ص ۷۵ ، حاشیہ ، سطر ٤ — « ۱۱۰ » بجائی « ۱۰۹ » .

ص ۷۸ ، حاشیہ ، سطر ۲ — « ۱۲۲۱ ھ » بجائی « ۱۲٤۸ ھ » .

ص ۸۰ ، سطر ۱۸ — « لکھتے » بجائے « لھکتے » .

ص ۹۵ ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ۲ — « رجب سنہ ۱۲۷۲ ھ (۱۸۵۵ ع) مین » بجائی « غدر سنہ ۵۷ ع سی قبل » .

ص ۹۹ ، خط ۹۱ — (مکاتیب کی ترتیب کی وقت قطعۂ آیندہ کی متعلق صرف اسقدر معلوم ہوسکا تھا ، کہ نواب خلد آشیان نی منشی امیر احمد مینائی مرحوم کی حوالہ کردیا . لیکن حسن اتفاق سی کتاب کی طباعت ختم نہوئی تھی ، کہ منشی عتیق الرحمن خان کلیم رامپوری نی قطعۂ مذکور پیش کیا اور بتایا کہ مین نی امیر مینائی مرحوم کی پوتون سی حال مین پرانی ردی خریدی ہی ، اوس مین سی یہ قطعہ دستیاب ہوا ہی . حقیر عرشی نی اسی گنج باد آورد شمار کرتی ہوی سر دست آخر مین شامل کردینا مناسب خیال کیا . انشاءاللہ آیندہ اشاعت مین اپنی مقام پر درج کیا جائیگا .)

(قطعہ)

ہند مین اہلِ تسنن کی ہین دو سلطنتین
حیدرآبادِ دکن ، رشکِ گلستانِ ارم

رامپور اہل نظر کی ہے نظر مین وہ شہر
کہ جہان ہشت بہشت آکے ہوئی ہین باہم

حیدرآباد بہت دور ہے . اس ملك کے لوگ
اوسطرف کو نہین جاتے ہین . جو جاتے ہین تو کم

رامپور آج ہے وہ بقعۂ معمور ، کہ ہے
مرجع و مجمعِ اشرافِ نژادِ آدم

رامپور ایك بڑا باغ ہے از روی مثال
دلکش و تازہ و شاداب و وسیع و خوّرم

جس طرح باغ مین ساون کی گھٹائین[1] برسین
ھے اوسی طور پہ یان دجلہ فشان دستِ کرم
ابرِ دستِ کرمِ کلبِ علیخان سے مدام
دُرِّ شہوار ھین، جو گرتے ھین قطرے پیہم
صبحدم باغ مین آجائے جسے ھو نہ یقین
سبزہ و برگِ گل و لالہ پہ دیکھے شبنم
حَبَّذَا باغِ ھمایونِ تقدس آثار
کہ جہان چرنے کو آتے ھین غزالانِ حرم
مسلكِ شرع کے ھین راھرو و راہ شناس
خضر بھی یان اگر آجائے تو لے انکے قدم
مدح کے بعد دعا چاھیے اور اھلِ سخن
اسکو کرتے ھین بہت بڑھکے بہ اغراق رقم
حق سے کیا مانگیے؟ انکے لئے جب ھو موجود
ملك و گنجینہ و خیل و سپہ و کوس و علم
ھم نہ تبلیغ کے مایل نہ غلو کے قایل
دو دعائین ھین کہ وہ دیتے ھین نوّاب کو ھم
یا خدا! غالبِ عاصی کے خداوند کو دے
دو وہ چیزین کہ طلبگار ھے جنکا عالم
اولاً عمرِ طبیعی بہ دوامِ اقبال
ثانیاً دولتِ دیدارِ شہنشاہِ امم

ص ۱۰۳، حاشیہ نمبر ۲، سط ۱ — «لکھدیا» بجائے «لھکدیا».
ص ۱۰٤، حاشیہ نمبر ۱، سط ۱ — «مشفق» بجائے «مشقق».
ص ۱۰۵، حاشیہ نمبر ۱، سط ۱۲ — اضافہ کیجے «مظفر حسین خان نے سنہ ۱۲۹۲ ھ (۱۸۷۵ع) مین انتقال کیا (کلیات منیر، ص ٥٤٧)».

---

(۱) میرزا صاحب نے «گٹھائین» لکھا ھے.

Printed by Abdus-Samad Sharafuddin at The Qayyimah Press, 232 Bhendi Bazar, Bombay 3,
and published by The State Library, Rampur State, U. P.

The Rampur State Library Publication Series. No. 1.

MAKĀTĪB-I-GHĀLIB

A collection of 115 letters of Najm-ud-Dawlah Dabīr-ul-Mulk Mīrzā Asad-ullāh Khān Bahādur *Ghālib* Nizām-Jang Dihlawī addressed to Nawwāb Firdaws-Makān, Nawwāb Khuld-Āshyān and other persons.

Edited by

IMTIYĀZ 'ALĪ 'ARSHĪ

Librarian, The State Library, Rampur State, U.P., India.

QAYYIMAH PRESS

(PROPS.: SHARAFUDDIN & SONS)

BOMBAY

1937